وانه لکتاب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید

تفسیر القرآن

وهو

الهدیٰ والفرقان

جلد دوم

سورۃ آل عمران - نساء - مائدہ

من تصنیف

جناب فضیلت انتساب سید السادات الکرام فخر الہند والاسلام سرآمد محققین زماں -
برآمد متکلمین پیشیناں و پسینیاں مفسر القرآن آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان
علیه الرحمة والغفران

بفرمائش
منشی فضل الدین ککے زئی تاجر کتب قومی کشمیری بازار - لاہور

مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور

قیمت فی جلد

تصنیفات سرسید احمد خاں صاحب بہادر مرحوم و مغفور

الخطبات الاحمدیہ فی العرب و السیرۃ المحمدیہ

یعنی وہ دلچسپ کتاب جس میں مرحوم سرسید احمد خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے تاریخ عرب اور پاک اسلام کی مذہبی تاریخ کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے اور عیسائی مورخوں کے بیجا اعتراضات کے جواب جو پاک مذہب اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ و السلام اور قرآن کریم پر کئے تھے ایسے تسلی بخش اور سچے دندان شکن دیئے ہیں جو قابل دید ہیں در حقیقت اس مرحوم و مغفور نے اس کتاب کی تصنیف سے مذہب پاک اسلام کی وہ خدمت کی ہے جو ہر طرح قابل تعریف و تحسین ہے اور ممکن نہیں کہ اس تندہی کے ساتھ کوئی اور مطلب ایسی بے بہا کتاب تصنیف کرے اور لطف یہ کہ نہایت اعلیٰ درجہ کی صاف زبان اردو میں۔ جو مسلمان کہ سچا دل ہے قوم اسلام کے ہمدرد اور ترقی خواہ اور اسلام کی سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں اُن کا فرض ہے کہ اس بے بہا کتاب کا ضرور مطالعہ کریں۔ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ مسلمان جو عربی زبان کی عدم واقفیت کے علاوہ انگریزی فلسفہ اور منطق سے ماہر ہیں وہ اس کتاب میں نہایت مدلل اور مفید تر بحثیں دیکھینگے۔ اگرچہ اس میں ۱۲۰ نہایت دلچسپ مضامین ہیں مگر ہم مختصر طور پر تھوڑے سے مضامین کی فہرست ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں ✚ اس کتاب میں ایک دیباچہ اور بارہ خطبے شامل ہیں ✚

دیباچہ میں یہ بحثیں ہیں۔ مذہب کیا چیز ہے سچے مذہب کے پرکھنے کا سچا اصول کیا ہے اسلام صحیح طور پر کن الحکم کا مجموعہ ہے۔ اُن کتابوں پر بحث جو عیسائی اور مسلمانوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات پر لکھی ہیں۔ سر ولیم میور کی کتاب لائف آف محمد کا ذکر جس کے جواب میں کتاب لکھی گئی ہے ✚

خطبہ اول عرب کا جغرافیہ۔ عرب کے قبائل اور سلاطین پر محققانہ بحث لفظ سارسین کی تحقیق حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے حالات پر محققانہ بحثیں حضرت ہاجرہ کی حریت پر بحث۔ **خطبہ دوم** عرب جاہلیت کی رسوم و عادات۔ بت پرستی حجر اسود اور خانہ کعبہ کا ذکر حج زمانہ جاہلیت میں۔ رسوم ازدواج۔ **خطبہ سوم** عرب جاہلیت کے ادیان پر بحث نہایت تفصیل سے۔ اسلام کی مناسبت دیگر الہامی مذاہب سے **خطبہ چہارم** اسلام انسان کے لئے رحمت اور تمام انبیاء کے مذاہب کی تصدیق ہے اسلام انسانی تمدن کے موافق ہے۔ کثرت ازدواج طلاق اور غلامی پر محققانہ بحثیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہب کو اسلام سے کیا فائدہ پہنچا **خطبہ پنجم** مسلمانوں کی مذہبی کتابوں پر محققانہ بحث۔ **خطبہ ششم** مذہبی روایتوں کے معتبر اور غیر معتبر ہونے پر مدلل بحث **خطبہ ہفتم** قرآن مجید کی جمع و ترتیب اور نزول پر بحثیں۔ **خطبہ ہشتم** خانہ کعبہ کی مفصل تاریخ۔ **خطبہ نہم**۔ آنحضرت کے نسب نامہ پر محققانہ بحث شجرۂ نسب آنحضرت مع شجرۂ نسب مصنف کتاب۔ **خطبہ دہم** بشارات نسبت آنحضرت کے جو توریت اور انجیل میں ہیں۔ **خطبہ یازدہم** روایات شق صدر اور معراج کی تحقیق **خطبہ دوازدہم** جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بارہ برس تک کے حالات ✚

اس کتاب کے شروع میں مرحوم سرسید کی رنگین عکسی تصویر بھی ہے یہ کتاب نہایت خوشخط اور اعلےٰ درجہ کے کاغذ پر طبع کی گئی ہے ✚

قیمت مجلد ۳؎ بلاجلد ۲؎ ✚

قومی ماتم

یعنی جواد الدولہ عارف جنگ نجم الہند آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں صاحب بہادر مرحوم و مغفور کی بے نظیر زندگی کے حالات مع مجموعہ قطعات تاریخ وفات۔ مراثی و نوحہ جات جو تمام ہندوستان میں آج تک نثر کے لائق اور نکتہ رس صاحبان نے مرحوم کی وفات حسرت آیات پر لکھے ہیں ✚ قیمت ۸

احکام طعام اہل کتاب

مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ کے ساتھ کھانا کھانے کی بابت اسلامی احکام

اس میں سرسید مرحوم نے نہایت معتبر احادیث اور قرآن پاک کی آیات جمع کر کے اس پر بحث کی ہے نہایت خوبی سے اس بات کو ثابت کیا ہے۔ کہ قرآن پاک اور نبی عرب علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ہمیں اس معاملہ میں کیا تعلیم دی ہے ✚ قیمت ۶

سرسید مرحوم و مغفور کے آخری مضامین

یہ وہ عالی قدر اور مقدس مضامین ہیں جو مرحوم سرسید نے ابتدائے یکم شوال ۱۳۱۴ ہجری لغایت ۵ ذیقعد ۱۳۱۵ ہجری تک نہایت دلسوزی کے ساتھ لکھے اور آخر کار مضمون لکھتے لکھتے ہی ہم سے دائمی مفارقت کر کے اپنے مالک حقیقی کی طرف تشریف لے گئے راقم نے اس خیال سے کہ یہ گوہر بے بہا ضائع نہ ہو جاویں نہایت تلاش اور تجسس سے جمع کر کے طبع کرائے اور مضامین اس قوم کے نام نامی پر معنون کئے جس کے واسطے وہ جگر گوشۂ بتول و آل رسول عمر بھر سر توڑ کوششیں کرتا رہا۔ وطن سے بے وطن ہوا خویش و بیگانے اپنے بیگانے کا ہدف تیر ملامت بنا۔ سختیاں سہتا رہا برے برے بول سنتا رہا کبھی دانی بنا کبھی مجنوں۔ پر حرف شکایت لب تک نہ لایا کہا تو یہی کہا کہ رب اھد قومی انھم لا یعلمون۔ قوم کی یاد میں جیا قوم کی دھن میں مرا۔ اور جب قومی کے شغف میں فنا فی القوم کے درجے کو پہنچا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ قوم اس عنوان کی کہاں تک قدر کرتی ہے۔ علاوہ محصول ڈاک قیمت عہ

تفسیر القرآن جلد دوم

سُورۃ الٓمّٓ اٰل عمران

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
الٓمّٓ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ﴿۱﴾ نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَ اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ مِنۡ قَبۡلُ ہُدًی لِّلنَّاسِ وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ﴿۲﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَ اللّٰہُ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡہِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ؕ ہُوَ الَّذِیۡ یُصَوِّرُکُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴﴾ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡہُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ ہُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِہٰتٌ

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
الم، اللہ، نہیں ہے کوئی معبود بجز اس کے زندہ ہے ہمیشہ قائم رہنے والا (۱) اس نے اتاری تجھ پر کتاب سچی، سچ بتاتی ہوئی اس کو جو اس کے ہاتھوں میں ہے، اور اتاری توریت اور انجیل اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے، اور اتارا (حق اور باطل میں) فرق کرنے والا (۲) بیشک جنہوں نے اللہ کی نشانیوں سے انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے، اور اللہ بڑا ہے بدلا لینے والا (۳) بیشک اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں رہتی زمین میں کی اور نہ آسمان میں کی، وہی ہے جو تمہاری صورتیں رحموں میں بناتا ہے جس طرح چاہتا ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی بڑا ہے حکمت والا (۴) وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب، اس میں سے جو محکم آیتیں ہیں وہ تو کتاب کی جڑ ہیں اور اور متشابہ ہیں

(۵) (ایاتٌ محکماتٌ ھنّ امّ الکتاب و اُخر متشابھات) محکمات اور متشابہات کی بحث بہت دقیق اور طویل ہے، علما نے اس کے بیان میں بہت بڑی علمیت خرچ کی ہے۔ مگر مختصر بات یہ ہے کہ عربی زبان کے محاورہ میں محکم اس بات کو کہتے ہیں جو ایسی صاف ہو جس سے ایک ہی مطلب سمجھ میں آوے اور دوسرے مطلب کو نہ آنے دے، اور متشابہ اس بات کو کہتے

پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے ،	فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ زَیۡغٌ

ہیں جس کے کئی مطلب سمجھ میں آتے ہوں اور بخوبی تمیز نہ ہوسکتی ہو کہ کونسا مطلب مقصود ہے، یا جو معنی اُس کے الفاظ سے متبادر ہوتے ہوں وہ مقصود نہ ہوں، بلکہ وہ الفاظ بطور تمثیل یا بطور مجاز و استعارہ کے آئے ہوں ✦

اس پر لوگوں نے بہت بحث کی ہے کہ قرآن مجید میں آیات متشابہات کیوں لائی گئی ہیں، مگر ہر ایک سمجھدار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جب قرآن مجید انسانوں کی زبان میں نازل ہوا ہے اور اُس سے عوام و خواص سب کی ہدایت مقصود ہے تو اس میں آیات متشابہات کا نہ ہونا ناممکن ہے۔ قرآن مجید میں بہت سی ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کو انسان کے حواس خمسۂ ظاہری و باطنی نے محسوس نہیں کیا ہے اور نہ ان کی کیفیات کیا جانا ہے پس امکان نہیں ہے کہ وہ مطلب آیات محکمات میں بیان ہوسکے اور اس لئے ضرور ہے کہ وہ تمثیل کے پیرایہ میں آیات متشابہات کے ذریعہ بیان کیا جاوے علاوہ اسکے قرآن مجید تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے، اُس کا مقصود یہ ہے کہ جس طرح ذی علم و دانشمند اُس سے ہدایت پاویں اُسی طرح جاہل و نادان عوام بھیڑوں اور بکریوں اور اونٹوں کے چرانے والے بھی ویسی ہی ہدایت پاویں عوام اکثر حقایق امور کے سمجھنے کے قابل نہیں ہوتے، بلکہ بلحاظ زمانہ اور بلحاظ اُس قدر ترقی علم و معلومات کے جو اس زمانہ میں ہوئی ہوتی ہے اکثر ذی علم بھی حقایق اشیا یا حقیقۃ الامر کے سمجھنے سے عاری ہوتے ہیں۔ صاحب مذہب کو یا یوں کہو کہ روحانی ہادی یا پیغمبر کو اُن اُمور سے چنداں بحث نہیں ہوتی، اس لئے وہ روحانی اصلاح و تربیت کو مدنظر رکھ کر اُن مطالب کو ایسے الفاظ میں بیان کرتا ہے جن پر آیات متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے۔ اگر اُس کے ایک پہلو پر خیال کرو تو اُس سے وہ مطلب پایا جاتا ہے جو عوام کے خیالات یا اُس زمانہ کے اہل علم کی معلومات کے مناسب ہوتا ہے، لیکن اُس میں ایک دوسرا پہلو بھی مخفی ہوتا ہے، اور جب علم کی اور معلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے جب سمجھ میں آتا ہے۔ پس ایک ایسی کتاب میں جیسا کہ قرآن مجید ہے آیات متشابہات کا ہونا امر لازمی و ضروری ہے، بلکہ اُن کا ہونا ہی دلیل اُس کی صداقت اور منزل من اللہ ہونے کی ہے، اور قرآن مجید کا یہی بہت بڑا معجزہ ہے۔ اسی کے ساتھ بعض امور ایسے بھی ہوتے ہیں جو اصل اُصول اور دار و مدار اُس روحانی تربیت کے ہیں جن کے بغیر روحانی تربیت کا ہونا جو مقصود اصلی ہے ناممکن ہے۔ وہ امور بالضرور اس طرح پر بیان ہونے چاہئیں جن کا ایک ہی مطلب ہو اور نہایت صفائی سے سمجھ میں آسکے، اور دوسرے مطلب کو اُس میں آنے کی گنجایش نہ ہو۔ اور یہی مطالب وہ ہیں جن پر آیات محکمات کا اطلاق ہوا ہے ✦

سب سے بڑا اصول اسلامی مذہب کا توحید ہے، اور اُس کے بعد اعمال حسنہ، وہ اس خوبی

فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۵﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۶﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿۷﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿۸﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۹﴾

تو اُس میں سے متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں فتنہ چاہنے کے لئے اور اُس کی (غلط) مراد کی تلاش کرنے کے لئے اور اُس کی (صحیح) مراد کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے، اور جو لوگ علم میں پکے ہیں کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لاتے ہیں، سب کا سب ہمارے پروردگار کے پاس سے (اُترا) ہے، اور نصیحت نہیں پکڑتے مگر عقل والے ﴿۵﴾ اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو بعد اس کے کہ تو نے ہم کو ہدایت کی ہے کجی میں مت ڈال اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت دے، بیشک تو ہی دینے والا ہے ﴿۶﴾ اے ہمارے پروردگار بیشک تو لوگوں کو اُس دن میں اکٹھا کرنے والا ہے جس میں کچھ شک نہیں، بیشک اللہ وعدہ کے برخلاف نہیں کرتا ﴿۷﴾ ہاں جو لوگ کافر ہوئے اُن کو اُن کا مال اور نہ اُن کی اولاد اللہ سے کچھ بھی بے پرواہ نہ کریگی وہی لوگ آگ کے ایندھن ہیں ﴿۸﴾ جیسا فرعون والوں کا اور اُن کا جو اُن سے پہلے تھے حال ہوا ہے، انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا پھر خدا نے اُن کے گناہوں میں اُن کو پکڑا، اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے ﴿۹﴾

دھمکی اور صفائی سے قرآن مجید کی آیات محکمات میں بیان ہوئے ہیں جن میں کسی طرح دوسرا احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ سورہ انعام میں فرمایا ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود ہی نہیں، ہر چیز کا وہی خالق ہے اسی کی عبادت کرو۔ دوسری جگہ فرمایا کہ اے محمد کہہ دے کہ اُس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہی خدا ہے واحد ہے، ایک اور جگہ فرمایا کہ خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو خدا مت بناؤ۔ سورہ بقر میں کس صفائی سے بتلایا کہ جو شخص خدا پر ایمان لایا بیشک اُس نے مضبوط ذریعہ پکڑ لیا جس کے لئے ٹوٹنا ہے ہی نہیں۔ سورہ نساء میں فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اُس کا شریک مت کرو، ماں باپ کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں کے ساتھ، غریبوں کے ساتھ ہمسایہ میں جو رشتہ مند رہتے ہوں اُن کے ساتھ، ہمسایہ میں جو اور لوگ رہتے ہوں اُن کے ساتھ، جو غیر لوگ ساتھی ہوں اُن کے ساتھ، مسافر غریب الوطن کے ساتھ احسان کرو، اور ایک جگہ سورہ بقر میں فرمایا کہ غلاموں کے آزاد کرانے

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۰﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۱﴾	کہدے اُن لوگوں کو جو کافر ہوئے کہ عنقریب عاجز ہونگے اور جہنم کی طرف ہنکائے جاوینگے، اور وہ بری جگہ ہے ﴿۱۰﴾ بے شبہ تمہارے لئے نشانی ہے دو گروہوں کے مُٹ بھیڑ ہونے میں، ایک گروہ خدا کی راہ میں لڑتا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا، وہ اُن کو چشم دید اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے اور اللہ تائید کرتا ہے اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے، بیشک اس میں آنکھوں والوں کے لئے عبرت ہے ﴿۱۱﴾

میں مال خرچ کرو۔ سورہ نساء میں کتنا صاف طور پر بیان کردیا ہے کہ خدا صرف شرک کو نہیں بخشنے کا، اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں اگر چاہیگا اُن کو بخش دیگا۔ ایک اور جگہ کس خوبی سے کلیہ قاعدہ بتایا ہے کہ جس نے تابعداری سے اپنا منہ خدا کے سامنے کیا اور وہ نیکی کرنیوالا ہے، تو اُس کا ثواب اُس کے پروردگار کے پاس ہے، اُن کو کچھ خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ پس یہ تمام آیات اور اُن کی مانند اور بہت سی آیتیں آیات محکمات ہیں جن کا مطلب سوائے ایک کے کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا +

ذات باری کی تعبیر بجز اس کے کہ موجود واحد لا ند ولا شریک لہ ولیس کمثلہ شیٔ نہ آیات محکمات سے ہوسکتی ہے اور نہ آیات متشابہات سے، اس لئے قرآن مجید میں جا بجا اُس کی صفات کو بیان کیا ہے، مگر جہاں جہاں صفات باری بیان ہوئی ہیں وہ سب از قبیل آیات متشابہات کے ہیں، "حی لا یموت" کے الفاظ سے ہم کو اُسی زندگی اور موت کا خیال آتا ہے جو ہم انسانوں اور حیوانوں میں دیکھتے ہیں، حالانکہ ذات باری اُس حیات و ممات سے جس کو ہم بلتنے ہیں بری ہے۔ سمیع و بصیر و علیم ہونے کی صفات کو بجز اُس قوت اور حس کے جو ہم کو بذریعہ کانوں اور آنکھوں اور بعد وجود معلومات کے اُن کے ادراک سے حاصل ہوتی ہے اور کچھ نہیں جانتے، حالانکہ ذات باری اس قسم کی صفات سے بری ہے۔ رحم اور غضب و قہر سے ہم اُنہیں صفات کو سمجھتے ہیں جو ہمارے دل کو کسی کی حالت زار دیکھ کر لاحق ہوتی ہیں اور ہمارا دل اُس سے متاثر ہو کر مضطر و رقیق ہو جاتا ہے، یا کسی مخالف کی مخالفت یا خلاف طبع سرزد ہونے کے سبب ہمارے دل میں ایک جوش انتقام لینے کا اور ایسے فعل کے کرنے کا جس سے ہمارے جوش قلب کو تسکین ہو پیدا ہوتا ہے، مگر ذات باری اس قسم کی صفات رحم و قہر سے پاک و منزا ہے۔ خدا کی نسبت عرش پر بیٹھنا اُس کے ہاتھ ہونے اُس کا منہ ہونا بیان ہوا ہے،

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ﴿١٢﴾	خوشنما کی گئی ہے لوگوں کے لئے ہوائے نفسانی کی محبت عورتوں اور بیٹوں اور سونے و چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانوں کی اور عمدہ گھوڑوں اور چوپایوں اور کھیتی کی، یہ سامان دنیا کی زندگی کا ہے، اور خدا اُس کے نزدیک اچھی طرح سے جانا (اچھا ہے) ﴿١٢﴾

ان الفاظ سے بجز ایسے تخت کے جس کو ہم نے دیکھا ہے، اور بجز اُن ہاتوں کے جو ہمارے بدن میں ہیں، اور بجز اُس مُنہ کے جو زیادہ سے زیادہ شان و شوکت والا ہم نے دیکھا ہے اور کوئی معنی ہمارے خیال میں نہیں آ سکتے، مگر خدا تعالیٰ اس طرح سے تخت پر بیٹھنے اور ایسے ہاتوں اور ایسے مُنہ کے ہونے سے مبرا ہے۔ حشر اجساد، نعیم جنت، عذاب دوزخ کا جن آیتوں میں بیان ہوا ہے وہ سب آیتیں متشابہات میں سے ہیں۔ جسد کے موجود ہونے کا خیال بجز اُس طریقہ کے جس کو ہم دیکھتے ہیں اور طرح پر آ ہی نہیں سکتا، اور اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ حشر اجساد سے اسی معمولی و عرفی طریقہ پر محشور ہونا مقصود نہیں ہے، اور نہ موجودہ اجسام کا بعینہا محشور ہونا مُراد ہے۔ نعیم جنت و عذاب دوزخ کے لذائذ و آلام جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں اُن کی کیفیت بجز اُس کے جو ہم اپنی جسمانی حالت میں پاتے ہیں اور کچھ سمجھ نہیں سکتے، اور اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ وہ حالت اس جسمانی حالت سے مغائر ہوگی۔ پس وہ تمام آیات متشابہات ہیں جن کے کئی مطلب سمجھ میں آتے ہیں اور اصلی مقصود متعین نہیں ہو سکتا، یا اُن میں ایسے مطالب ہیں جو انسان کی حس سے خارج ہیں اور بطور تمثیل کے بذریعہ آیات متشابہات بیان ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ خرابی ڈالنے کے لئے اُن کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اور اُن کی غلط تاویل کرتے ہیں، اور جو لوگ علم میں راسخ ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سب خدا کے پاس سے آیا ہے، اس لئے وہ اس قسم کی تاویلوں کے درپے نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ:۔

وہ علۃ العلل جس کو خدا کہتے ہیں وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہی علۃ العلل تمام چیزوں کی خالق ہے، ایسی علۃ العلل کے لئے ضرور ہے کہ اُس میں ایسی چیز بھی ہو جس کو ہم زندگی کہتے ہیں، ایسی چیز نہ ہو جس کو ہم موت کہتے ہیں، اُس میں کوئی ایسی چیز بھی ہونی ضرور ہے جس کو ہم لفظ سمع و بصر و علم رحم و غضب و قہر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اُس میں کوئی ایسا امر بھی ہونا ضرور ہے کہ جن کاموں کو ہم ہاتھ پاؤں منہ وغیرہ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اُس میں بھی منسوب کر سکیں، کیونکہ اُس کے علۃ العلل و خالق جمیع اشیا کے ہونے کو ایسی چیزوں کا اُس میں ہونا لازم ہے، اس لئے

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۱۳﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۵﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ﴿۱۸﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۱۹﴾

کہ (اے محمد) کہ کیا تم کو بتا دوں اس سے بھی اچھی ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگار ہیں اُن کے پروردگار کے پاس جنتیں ہیں جن میں نہریں بہتی ہیں ہمیشہ وہ اُس میں رہینگے، اور پاکیزہ بیبیاں ہیں، اور اللہ کی رضامندی ہے، اور اللہ بندوں (کے حال) کو دیکھتا ہے ﴿۱۳﴾ (یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار بیشک ہم ایمان لائے ہیں، پھر ہمارے لئے ہمارے گناہ بخشدے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا ﴿۱۴﴾ (یہی لوگ) صبر کرنے والے، اور سچ بولنے والے، اور فرمانبرداری کرنے والے، اور نیک راہ میں مال خرچ کرنیوالے اور پچھلی راتوں میں گناہونکی معافی چاہنے والے ہیں ﴿۱۵﴾ خدا نے گواہی دی کہ بیشک کوئی خدا اُس کے سوا نہیں، اور فرشتوں نے اور علم والوں نے جو انصاف پر قائم ہیں (گواہی دی) کہ نہیں کوئی معبود بجز اُسکے، غالب ہے حکمت والا ﴿۱۶﴾ بیشک اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے اور مخالفت نہیں کی اُنہوں نے جن کو کتاب دیگئی ہے مگر بعد اس کے کہ اُن کو علم آگیا یا (مخالفت کی) آپس کے حسد سے، اور جو شخص منکر ہے اللہ کی نشانیوں سے تو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿۱۷﴾ پھر اگر تجھ سے جھگڑا کریں تو کہدے کہ میں نے اور جنہوں نے میری پیروی کی تابعدار کر دیا ہے اپنے منہ کو (یعنی اپنے آپ کو) اللہ کا ﴿۱۸﴾ اور کہدے اُن کو جن کو کتاب دی گئی ہے اور اَن پڑھوں کو کیا تم اسلام لائے ہو، پھر اگر وہ اسلام لائے تو انہوں نے ہدایت پائی اور اگر وہ پھر گئے تو تجھ پر پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں، اور اللہ بندوں کے حال کو دیکھتا ہے ﴿۱۹﴾

ہم اُس کے حی لایموت، سمیع، بصیر، علیم، رحمان و رحیم، قہار و جبار ہونے پر یقین کرتے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۱﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰی کِتٰبِ اللّٰہِ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ وَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۲﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّ غَرَّھُمْ فِیْ دِیْنِھِمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَکَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰھُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ وَوُفِّیَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۴﴾ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵﴾ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۶﴾

بیشک جنہوں نے انکار کیا ہے اللہ کی نشانیوں کا اور مار ڈالا ہے نبیوں کو ناحق، اور لوگوں میں سے اُن کو مار ڈالا ہے جنہوں نے انصاف کی بات کہی، پھر اُن کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری دیدے ﴿۲۰﴾ وہی لوگ ہیں جن کے عمل دنیا اور آخرت میں نابود ہو گئے ہیں اور اُن کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے ﴿۲۱﴾ کیا تو نے نہیں دیکھا اُن کو جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے کہ اللہ کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ اُن میں حکم دیں، پھر اُن میں سے ایک فریق پھر جاتا ہے اور وہ منہ پھیر لیتے ہیں ﴿۲۲﴾ یہ بات اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم کو آگ نہیں چھوئے گی بجز گنے ہوئے دنوں کے اور اُن کو غرہ میں کر دیا اُن کے دین میں اُن باتوں نے جن کی افترا پردازی کرتے تھے ﴿۲۳﴾ پھر کیا حال ہوگا جب کہ ہم اُن کو اُس دن اکٹھا کرینگے جس میں کچھ شک نہیں، اور ہر شخص کو پوری دیجاویگی وہ چیز جو اُس نے کمائی ہے، اور اُن پر ظلم نہ کیا جاویگا ﴿۲۴﴾ کہدے اے پرخدایا مالک ملک کے، تو دیتا ہے ملک جس کو چاہتا ہے، او چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے، اور تو عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۵﴾ ڈالتا ہے رات کو دن میں اور ڈالتا ہے دن کو رات میں، اور نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے وہ کو زندہ سے یعنی ہست سے نیست اور نیست سے ہست کرتا ہے) اور روزی دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے ﴿۲۶﴾

ہیں، مگر اس امر کی کہ اُس کی حیات کیا ہے اور عدم موت کیا ہے، اُس کا سمیع و بصیر و علیم و رحمان

۵۷ کقولہ تعالےٰ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ●

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۷﴾	نہ بناویں مسلمان کافروں کو دوست سوائے ایمان والوں کے، اور جس نے ایسا کیا تو اللہ سے اُس کے لئے کچھ نہیں مگر یہ کہ تم اُن (کے شر) سے بچنے کے لئے ایک بچاؤ کرو، اور اللہ اپنے سے تم کو ڈراتا ہے اور اللہ کے پاس جانا ہے، کہہ دے (اے پیغمبر) کہ اگر تم چھپاؤ گے جو کچھ تمہارے دل میں ہے یا اُس کو ظاہر کرو گے اس کو خدا جانتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۷﴾

ورحیم وجبار و قہار ہونا کیا ہے اور کیسا ہے کچھ تاویل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ لا یعلم تاویلہ الا اللہ، ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا سا نہیں پس ہمارے نزدیک آیات متشابہات پر ایمان لانے کے یہی معنی ہیں اور فطرت انسانی کا یہی مقتضے ہے ✤

(۲۷) (لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ) اس آیت کی نسبت مسلمان عالموں نے بہت بحث کی ہے اور متعدد محمل نکالے ہیں، مگر تمام آیت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ اس میں کافروں کے ساتھ محبت یا دوستی فی الدین ممنوع ہے، یعنی کافروں سے اس وجہ سے دوستی و محبت کرنی کہ اُن کا دین اچھا ہے منع بلکہ کفر ہے، اور اس کے سوا اَور قسم کی دوستی و محبت ممنوع نہیں ہے ✤

یہ تخصیص خود اس آیت سے ظاہر ہے کیونکہ اسی میں فرمایا ہے " ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیٔ " جس سے اُس دوستی کرنے والے کا کفر لازم آتا ہے، اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہ محبت منجر بکفر نہ ہو، اور وہ منجر بکفر نہیں ہو سکتی جب تک کہ تحسین فی الدین نہ ہو ✤

اصل یہ ہے کہ جب مسلمان کافران مکہ کے پنجے میں پھنس جاتے تھے تو وہ اُن کو ایذا دیتے تھے اور اسلام سے پھیر کر پھر اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے تھے، اس مصیبت کے سبب سے یہ حکم نازل ہوا ہے جس میں یہ ہدایت ہے کہ کافروں سے دوستی و محبت فی الدین مت کرو لیکن اگر اُن کے شر سے بچنے کے لئے بچاؤ کر لو تو کچھ گناہ نہیں ہے کیونکہ دل کی بات اور ظاہر کی بات سب خدا جانتا ہے۔ یہ آیت مثل سورہ نحل کی آیت کے ہے جہاں کافروں کے عذاب کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ " الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان " یعنی جس شخص نے جبر سے کفر کی بات کہدی ہے اور اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہے تو اُس کو کچھ عذاب نہ ہوگا ✤

علمائے مفسرین نے اگرچہ متعدد تاویلیں اس آیت کی ہیں مگر وہ مطلب بھی جو ہم نے

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (۲۸) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (۲۹)

جس دن کہ موجود پاویگا ہر شخص نیکی سے جو کچھ اُس نے کی ہے اور بدی سے جو کچھ اُس نے کی ہے چاہیگا کہ کاش اُس بدی میں اور اُس میں بہت فاصلہ ہوتا، اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے، اور اللہ بندوں پر بہت شفقت کرنے والا ہے (۲۸) کہدے اے پیغمبر کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، اللہ تم کو دوست رکھیگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخش دینے والا ہے بڑا مہربان، کہدے اے پیغمبر کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی پھر اگر پھر جاؤ تو بیشک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا (۲۹)

بیان کیا ہے اُنہوں نے تسلیم کیا ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ چند یہودیوں نے مسلمانوں سے میل جول اس غرض سے شروع کیا کہ اُن کو اُن کے دین سے پھیر دیں۔ رفاعۃ بن المنذر اور عبدالرحمان بن جبیر و سعد بن خشیمہ نے اُن مسلمانوں سے کہا کہ تم اُن سے بچے رہو کہ تم کو تمہارے دین سے نہ پھیر دیں اُس پر یہ آیت نازل ہوئی +

اُسی تفسیر میں " الا ان تتقوا منہم تقاۃ " کے ذیل میں ایک قصہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو صحابیوں کو مسیلمہ کذاب نے پکڑ لیا مسیلمہ کہتا تھا کہ قوم قریش کے لئے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہیں اور بنی حنیفہ کے لئے میں پیغمبر ہوں، اُس نے ایک صحابی سے پوچھا کہ محمد پیغمبر ہیں اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہاں ہاں، پھر اُس نے پوچھا کہ میں بھی پیغمبر ہوں انہوں نے کہا ہاں۔ جب دوسرے صحابی سے پوچھا کہ محمد پیغمبر ہیں اُنہوں نے کہا کہ ہاں، اور جب یہ پوچھا کہ میں بھی پیغمبر ہوں تو اُنہوں نے کہا کہ میں بہرا ہوں، اس پر مسیلمہ نے اُن کو مروا ڈالا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو اپنے یقین پر مارا گیا اور اُس نے رخصت پر عمل کیا +

اُسی تفسیر میں لکھا ہے کہ کافروں کی دوستی تین طرح پر ہوسکتی ہے۔ ایک یہ کہ اُس کے کفر کو پسند کرتا ہو اور اُس کے کفر کے سبب اُس سے دوستی رکھتا ہو، ایسی دوستی تو منع بلکہ کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیاوی امور میں بحسب ظاہر معاشرت جمیلہ یعنی اچھا میل جول ہو اور یہ ممنوع نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ کافروں کے ساتھ میلان ہونا اور اُن کی اعانت اور مدد و نصرت کرنا بسبب قرابت کے یا محبت کے اس اعتقاد کے ساتھ کہ اُن کا مذہب باطل ہے ممنوع ہے مگر کفر نہیں۔ مگر ممنوع ہونے کی جو وجہ لکھی ہے

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (۳۰) اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰى وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (۳۱)	بیشک اللہ نے برگزیدہ کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو عالموں پر ذریّۃ ہیں اُن میں کے بعضے بعضوں کی اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا (۳۰) جس وقت عمران کی بیوی نے کہا کہ اے پروردگار جو میرے پیٹ میں ہے میں نے اُس کو خالصاً تیری نذر کردیا پھر میری طرف سے قبول کر بیشک توہی سننے والا ہے جاننے والا پھر جب بیٹی پیدا ہوئی تو اُس نے کہا اے پروردگار میں نے تو بیٹی جنی اور خدا خوب جانتا ہے جو اُس نے جنا اور بیٹا بیٹی کی مانند نہیں ہوتا اور ہاں میں نے اُس کا نام مریم رکھا اور بیشک میں اُس کو اور اُس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں مردود شیطان سے (۳۱)

وہ محض ناکافی ہے، یعنی اُس میں لکھا ہے کہ ممنوع اس لئے ہے کہ اس طرح کا برتاؤ کبھی اُن کے کفر کی پسندیدگی پر منجر ہوجاتا ہے، مگر یہ بات محض لغو اور خود اپنے خیال سے دلیل پیدا کی ہوئی ہے جو مذہبی مسئلہ کی بنیاد نہیں ہوسکتی +

پس ان تمام روایتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کفار سے محبت اور دوستی من حیث الدین ممنوع ہے اس کے سوا کسی قسم کی دوستی اور معاشرت و محبت و وفاداری اور امداد اور کسی طرح کی راہ و رسم مذہب اسلام کے رُو سے ممنوع نہیں ہے +

(۳۰) (آل عمران) مفسرین نے اس بات پر بحث کی ہے کہ یہ عمران کون ہیں، حضرت موسیٰ و ہارون کے باپ یا حضرت مریم کے باپ، اور اس امر کے قرار دینے میں اختلاف کیا ہے، مگر جب تمام آیت پر غور کیا جاوے جس میں یہ بھی ذکر ہے کہ اُن کی ذریّت میں سے بعضے بعض کی ذریّت ہیں تو کچھ شبہ نہیں رہتا کہ اس مقام پر عمران سے موسیٰ و ہارون کے باپ مراد ہیں +

(۳۱) (اذ قالت امرأۃ عمران) یہ نام حضرت مریم کے باپ کا ہے، عیسائی مذہب کی کتابوں سے ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت مریم کے باپ کا کیا نام تھا، بعضے گمان کرتے ہیں کہ ہیلی یا عیلی اُن کے باپ کا نام تھا، اگر وہ صحیح بھی ہو تو ممکن ہے کہ ایک شخص کے دو نام ہوں +

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّ أَنۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۳۲) هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ (۳۳) أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ (۳۴)

پھر اُس کے پروردگار نے اُس کو قبول کیا اچھی طرح کا قبول کرنا اور اُس کو بڑا کرنا اچھی طرح کا بڑا کرنا اور اُس کو زکریا کے سپرد کیا جب (زکریا) اُن کے پاس حجرہ میں (یعنی جہاں حضرت مریم عبادت کرتی تھیں اور نماز پڑھتی تھیں) جاتے تو اُن کے پاس کھانے کی کوئی چیز پاتے (زکریا نے) کہا اے مریم یہ کہاں سے تیرے لئے آئی (مریم نے) کہا اللہ کے پاس سے اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے (۳۲) اسی جگہ زکریا نے اپنے پروردگار سے دُعا کی، کہا اے پروردگار دے مجھ کو اپنے پاس سے اچھی اولاد بیشک تو دُعا کا سُننے والا ہے پھر فرشتوں نے اُس کو آواز دی اور وہ اس حجرہ میں کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا (۳۳) کہ اللہ تعالےٰ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی ماننے والا اللہ کے کلمہ (یعنی اللہ کی کتاب) کا اور بردبار اور عورتوں سے پرہیز کرنے والا اور پیغمبر نیکوں میں سے (۳۴)

یہودیوں کے ہاں رواج تھا کہ اپنے کسی بیٹے کو خدا کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔ شموئیل نبی پسر القاناہ کو بھی اُن کی ماں حناہ نے اسی طرح خدا کی نذر کیا تھا اور منت مانی تھی کہ اگر اُس کے بیٹا ہو تو وہ اُس کو عمر بھر کے لئے خدا کے نام پر وقف کر دیگی اور اُس کے سر پر اُسترا نہیں لگانے کی (دیکھو کتاب اول شموئیل باب اول) اسی طرح حضرت مریم کی ماں نے اپنے پیٹ کے بچے کو خدا کی نذر کیا تھا، مگر اتفاق سے بیٹا نہ ہوا بیٹی ہوئی۔ یہ نذر کئے ہوئے لڑکے معبد کی خدمت کیا کرتے تھے، دودھ چھوٹنے کے بعد جب کسی قدر ہوشیار ہوتے تھے تو معبد میں بھیجے جاتے تھے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب وہ بالغ ہوتے تھے تو اُن کو اختیار رہتا تھا کہ چاہیں اپنے تئیں خدا کے کاموں کے لئے وقف رکھیں چاہیں معبد سے چلے جاویں۔ بیٹی اس طرح پر معبد کی خدمت گذاری پر مامور نہیں ہو سکتی تھی اس لئے جب لڑکی پیدا ہوئی تو حضرت مریم کی ماں نے افسوس کیا اور کہا کہ "لیس الذکر کالانثی"۔

جب حضرت مریم کسی قدر ہوشیار ہو گئیں جیسے کہ ان لفظوں سے پایا جاتا ہے "وانبتہا نباتا حسنا" اُس وقت حضرت زکریا نبی کے سپرد ہوئیں، معبد کی خدمت پر تو مامور نہیں

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ
وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ
عَاقِرٌ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ
مَا يَشَاۗءُ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْٓ
اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ
النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا
وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ
بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۳۶﴾ وَاِذْ قَالَتِ
الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ
اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ
عَلٰى نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ يٰمَرْيَمُ
اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ
مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِنْ
اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ
اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ
مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ
اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِذْ قَالَتِ
الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ
يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ
الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا
فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۰﴾
وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا
وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۱﴾

(زکریا نے) کہا اے پروردگار کیونکر میرے بیٹا ہوگا
مجھ کو تو بڑھاپا آگیا ہے اور میری بی بی بانجھ ہے
(اللہ نے) کہا کہ یہی ہوگا (یعنی جو کہا گیا ہے وہ ہوگا)
اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے ﴿۳۵﴾ (زکریا نے) کہا اے پروردگار
میرے لئے کوئی نشانی (یعنی حکم) مقرر کر، (خدا نے)
کہا کہ تیرے لئے نشانی (یعنی حکم) یہ ہے کہ تین دن تک
کسی آدمی سے بجز اشاروں کے بات نہ کر، اور اپنے
پروردگار کو بہت سا یاد کر، اور اپنے پروردگار کے تقدس
کو یاد کر شام کو اور صبح کو (یعنی رات دن) ﴿۳۶﴾ اور جب کہا
فرشتوں نے اے مریم بیشک اللہ نے تجھ کو برگزیدہ کیا اور
تجھ کو پاک کیا، اور تجھ کو برگزیدہ کیا عالم کی عورتوں پر ﴿۳۷﴾
اے مریم اطاعت کرتی رہ اپنے پروردگار کی، اور سجدہ کیا کر
اور رکوع کیا کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ ﴿۳۸﴾ یہ ہے غیب
کی خبروں میں سے، ہم نے اس کی وحی تجھ کو کی ہے، اور
تو اُن کے پاس نہ تھا جب کہ وہ اپنے قلموں کو (بطور قرعہ
کے) ڈالتے تھے کہ اُن میں سے کون مریم کی خبرگیری کا ذمہ
لے، اور تو اُن کے پاس نہ تھا جب کہ وہ جھگڑتے تھے
﴿۳۹﴾ جب کہ فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ
تجھ کو خوشخبری دیتا ہے ایک کلمہ کی اپنی طرف سے
اس کا نام (ہوگا) مسیح عیسٰے مریم کا بیٹا رویت دار
دنیا میں اور آخرت میں اور (خدا کے) مقربوں
سے ﴿۴۰﴾ اور کلام کریگا لوگوں سے گہوارہ
میں (یعنی بچپنے میں) اور بڑھاپے میں، اور
ہوگا نیکوں میں سے ﴿۴۱﴾

بہتی تھیں مگر ایک یا اثنا میں یا حجرہ میں اُن کو رکھا جو عابد و زاہد عورتوں کے لئے معین ہونگے۔

سے تفسیر کبیر میں ابو مسلم کا قول لکھا ہے کہ لا تکلم الناس کا مطلب یہ ہے کہ تو مامور ہوا ہے کہ تین دن تک بات نہ کرے اس لئے ہم نے اس کا ترجمہ بھی نہی کیا ہے قول مذکور یہ ہے "ان المعنی اٰیتک ان لا تکلم تصیر مامورا بان لا تکلم ثلثۃ ایام" انتہی ملخصا۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (۴۲) وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِىْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۴۳)

(مریم نے) کہا اے پروردگار کہاں سے ہوگا میرے بیٹا اور نہیں چھوا ہے مجھ کو کسی آدمی نے، خدا نے کہا یہی ہوگا (یعنی جو کہا گیا ہے وہ ہوگا) اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جب کہ کوئی کام کرنا ٹھیر چکتا ہے تو اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس کو کہتا ہے، ہو، پھر ہو جاتا ہے (۴۲) اور اس کو سکھاویگا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل، اور (کریگا) پیغمبر بنی اسرائیل کا، ہاں میں لایا ہوں تمہارے پاس نشانی اپنے پروردگار سے (یعنی خدا کا حکم یا انجیل) ہاں میں پیدا کرتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی صورت کی مانند، پھر میں اس میں پھونکتا ہوں تاکہ ہو جاوے پرند اللہ کے حکم سے، اور اچھا کرتا ہوں اندھے کو اور کوڑھی کو اور زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کی اجازت سے، اور تم کو بتا دیتا ہوں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کر لیتے ہو، ہاں اس میں البتہ تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو (۴۳)

اُس میں حضرت مریم خدا کی عبادت کرتی تھیں جیسے کہ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے ”یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین“ ✽

(۳۲) (قالت ھو من عند اللہ) اس امر کی نسبت کہ جب حضرت زکریا حضرت مریم کے پاس جاتے تھے تو اُن کے پاس کھانے کی کوئی چیز دیکھتے تھے مفسرین نے عجیب عجیب روایتیں نقل کی ہیں، حالانکہ اس بات کے کہنے میں کہ اللہ کے پاس سے آیا ہے یا اللہ نے بھیجا ہے کوئی ایسی عجیب بات نہیں ہے یہ تو ایک روزمرہ کے محاورہ کی بات ہے — ابو علی جبائی نے کہ وہ معتزلی ہوا اپنی تفسیر میں ٹھیک بات لکھی ہے جس کو تفسیر کبیر میں نقل کیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ایمان والوں کے ہاتھ سے جو زاہد و عابد عورتوں کی خبرگیری کرتے تھے حضرت مریم کو رزق پہنچاتا تھا جب حضرت زکریا حضرت مریم کے پاس کوئی کھانے کی چیز دیکھتے

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (۴۴)	اور ماننے والا ہوں جو میرے ہاتھوں میں ہے یعنی توریت، اور تمہارے لئے حلال کرتا ہوں وہ بعضی چیزیں جو تم پر حرام ہوئی تھیں، اور تمہارے پاس تمہارے پروردگار سے نشانی لایا ہوں، پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو، بیشک اللہ میرا پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے پھر اُس کی عبادت کرو، یہی سیدھا رستہ ہے (۴۴)

تو پوچھتے تھے کہ کہاں سے آئی ہے۔ اس تفسیر پر جو ابو علی جبائی رحمۃ اللہ علیہ نے کی حضرت مریم کا یہ جواب کہ "ھو من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب" بالکل صحیح و درست اور روزمرہ کے محاورہ کے مطابق ہوتا ہے ✣

(۳۴) (بکلمۃ من اللہ) یہودی حضرت یحییٰ کو پیغمبر نہیں مانتے مگر عیسائی مذہب میں یہ امر تسلیم ہوا ہے کہ حضرت یحییٰ پیغمبر تھے اور وہ حضرت مسیح کی بشارت دینے کے لئے پیغمبر ہوئے تھے، علمائے اسلام کی عادت ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی ایسی باتوں کو جو اُن کے خیال کے مخالف نہ ہوں بلا عذر تسلیم کر لیتے ہیں۔ اس آیت میں کلمہ کا لفظ آیا ہے اور حضرت مسیح کی نسبت بھی کلمہ کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے، پس مفسرین نے لکھ دیا کہ "مصدقا بکلمۃ من اللہ" سے یہ مراد ہے کہ وہ حضرت عیسٰے کی بشارت دینگے یا حضرت عیسٰے کی تصدیق کرینگے، حالانکہ حضرت عیسٰے خود اُس زمانہ میں موجود تھے اور صرف چھ مہینے حضرت یحییٰ سے چھوٹے تھے اور خود حضرت عیسٰے نے اُن سے اصطباغ لیا تھا۔ ممکن ہے کہ حضرت یحییٰ نے کہا ہو کہ میرے بعد جو ہونے والا ہے یعنی حضرت عیسٰے جن کو غالباً وہ اپنا جانشین تصور کرتے ہونگے مجھ سے بھی برتر ہے، مگر اس امر کو اس آیت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے ✣

"مصدقا بکلمۃ من اللہ" کے صاف معنی یہ ہیں کہ اللہ کے حکم کی یا اللہ کی کتاب کی تصدیق کریگا۔ تمام قرآن کا محاورہ یہی ہے کہ انبیا کی نسبت کتب سابقہ کی تصدیق کا اشارہ کیا جاتا ہے نہ کسی شخص معین کی تصدیق کا۔ تفسیر کبیر میں کلمۃ اللہ کی نسبت ابی عبیدہ کا قول نقل کیا ہے کہ اُس سے مراد کتاب من اللہ ہے، اور اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اہل عرب بولتے ہیں کہ "انشد فلان کلمۃ" اور اُس سے مراد طول طویل قصیدہ کے پڑھنے کی ہوتی ہے ✣

(۴۲) (قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر) حضرت عیسٰے کی نسبت جو اُمور قرآن مجید میں مذکور ہیں بلا شبہ نہایت غور کے لایق ہیں، اُن میں سے چند اس سورہ میں

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾	پھر جب عیسے نے اُن کا کفر معلوم کیا کہا کہ کون میری مدد اللہ کی طرف کرنے والے ہیں حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں ایمان لائے ہیں اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں ﴿۴۵﴾

بیان ہوئے ہیں اور سورہ مائدہ میں مجموعًا مذکور ہیں، اور اس لئے ہم سورہ مائدہ کی تفسیر میں اُن سب سے بحث کرینگے۔ اس مقام پر صرف ولادت حضرت عیسے پر غور کرتے ہیں ٭

عیسائی اور مسلمان دونوں خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسے صرف خدا کے حکم سے عام انسانی پیدائش کے برخلاف بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اگر ایسا ہی ہونا فرض کیا جاوے تو اول اس بات پر غور کرنی ہوگی کہ بن باپ کے پیدا کرنے میں حکمت الہی کیا ہو سکتی ہے۔ ایسے واقعات جو خلاف عادت یا مافوق الفطرت تسلیم کئے جاتے ہیں اُن سے یا تو قدرت کاملہ پروردگار کا اظہار مقصود ہونا چاہئیے یا اُن کا وقوع بطور معجزہ مانا جاوے۔ جب کہ خدا تعالے اقسام حیوانات کو بغیر توالد و تناسل کے عادۃً پیدا کرتا رہتا ہے اور خود انسان کو بھی بلکہ تمام حیوانات کو ابتداءً اُس نے اُسی طرح پیدا کیا ہے، یا یوں کہو کہ حضرت آدم کو بے ماں و بے باپ کے پیدا کیا تھا تو حضرت عیسے کے صرف بے باپ کے پیدا کرنے میں اُس سے زیادہ قدرت کاملہ کا اظہار نہ تھا۔ اگر یہ خیال کیا جاوے کہ صرف ماں سے پیدا کرنا دوسری طرح پر اظہار قدرت کاملہ تھا تو یہ بھی صحیح نہیں ہوتا، اس لئے کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے ایک امر بیّن اور ایسا ظاہر ہونا چاہئیے کہ جس میں کسی کو شبہ نہ رہے، بن باپ کے مولود کا ہونا ایک ایسا امر مخفی ہے جس کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اظہار قدرت کاملہ کے لئے کیا گیا ہے ٭

بطریق اعجاز حضرت عیسے کے بن باپ کے پیدا ہونے پر معجزہ کا بھی اطلاق نہیں ہو سکتا معجزہ بمقابلہ منکران نبوت صادر ہوتا ہے، قبل ولادت حضرت مسیح بلکہ ادعائے نبوت یا الوہیت کوئی شخص منکر نہیں ہو سکتا تھا، پھر معجزہ کیونکر کہا جا سکتا ہے معہذا اگر وہ معجزہ ہوتا تو حضرت مریم کا معجزہ ہوتا نہ حضرت مسیح کا۔ علاوہ اس کے جب کہ اُن کی ولادت ٹھیک اسی طرح پر واقع ہوئی تھی جس طرح کہ عموماً بچوں کی ہوتی ہے کہ٭ نو مہینے تک حمل میں رہے اور بروقت ولادت حضرت مریم پر وہ تمام حالات طاری ہوئے

٭ اُس کے یعنی مریم کے جننے کے دن پورے ہوئے اور وہ اپنا پہلوٹا بیٹا جنی (لوک باب ۲ درس ۶ و ۷)٭

فاجاءها المخاض الى جذع النخلة (سورہ مریم)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما انما کانت (مدۃ حملها) تسعۃ اشهر کما فی سائر النساء (تفسیر کبیر)٭

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۴۷﴾	اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ہیں اس پر جو تو نے اُتارا اور ہم نے پیروی کی رسول کی پھر ہم کو شاہدوں کے ساتھ لکھ لے ﴿۴۶﴾ اور اُنہوں نے مکر کیا (یعنی اللہ کے ساتھ) اور اللہ نے مکر کیا (یعنی اُن کے ساتھ کہ وہ کفر کی گمراہی سے نہ نکلے) اور خدا سب مکر کرنے والوں سے بہتر ہے ﴿۴۷﴾

جو عموماً عورتوں پر بچہ پیدا ہونے میں طاری ہوتے ہیں تو کسی طرح اعجازاً اُن کے پیدا ہونے کا کسی کو احتمال بھی نہیں ہو سکتا تھا +

عیسائی حضرت مسیح کے بن باپ کے پیدا ہونے کو ایک اَور حکمت الٰہی پر منسوب کر سکتے ہیں کہ وہ گنہگار انسان کی آمیزش سے پاک اور بے گناہ ہوں تا کہ گنہگار انسانوں کی طرف سے فدیہ کئے جاویں۔ مگر جب ماں کی شرکت سے وہ بری نہ تھے تو انسانی آمیزش سے پاک نہیں ہو سکتے تھے۔ لاطینی کلیسیا نے کونسل ٹرینٹ میں تسلیم کیا کہ حضرت مریم بھی بن باپ کے پیدا ہوئی تھیں، اگر یہ بھی مانا جاوے تو وہ بھی ماں کی شرکت سے بری نہ تھیں۔ انجام کار عیسائی کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے حضرت مریم کو انسانی خاصیت یعنی گنہگار ہونے کی قابلیت سے اس لئے پاک کر دیا تھا کہ اُن سے فدیہ ہونے کے لائق مولود پیدا ہو تو خدا اس طرح حضرت عیسٰے کے باپ کو بھی پاک کر سکتا تھا، اور بن باپ کے پیدا کرنے میں کوئی خاص حکمت نہیں ہو سکتی تھی +

ابتدا میں عیسائیوں کو یہ خیال نہیں تھا کہ حضرت عیسٰے بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں یا بن باپ کے پیدا ہوئے، کیونکہ مسیح کی نسبت یقین کیا جاتا تھا کہ وہ داؤد کی نسل سے ہوں گے۔ یہودیوں نے حضرت عیسٰے کو مسیح موعود نہیں مانا، مگر جنہوں نے اُن کو مسیح موعود مانا اور عیسائی یا نصارٰے کہلائے اُن سب کو کامل یقین تھا کہ وہ حضرت داؤد کی اولاد میں ہیں، چنانچہ انجیل متی میں لکھا ہے ''یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہیم'' اور لوک کی انجیل کے باب ۱ ورس ۲۷ اور متی کی انجیل باب ۱ ورس ۳۰ سے پایا جاتا ہے کہ یوسف حضرت مریم کا شوہر داؤد کی نسل سے تھا۔ مسلمان بھی قرآن کے رُو سے جیسے کہ سورۂ انعام میں لکھا ہے حضرت عیسٰے کو حضرت ابراہیم کی ذریت یعنی اولاد سمجھتے ہیں، پس اگر حضرت عیسٰے بن باپ کے پیدا ہوئے ہوں تو وہ نسل داؤد یا اولاد ابراہیم سے کیونکر قرار پا سکتے ہیں +

اگر یہ کہا جاوے کہ ماں کے سبب سے اُن کو داؤد کی نسل سے قرار دیا گیا ہے تو یہ بات دو وجہ سے غلط ہے۔ اول اس لئے کہ یہودی شریعت میں عورت کی طرف سے نسب قائم نہیں ہو سکتا

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (۴۸)	جب خدا نے کہا اے عیسٰے بیشک میں تجھ کو مارنے والا ہوں اور اپنے پاس اُٹھالینے والا ہوں اور تجھ کو پاک کرنیوالا ہوں اُن لوگوں سے جو کافر ہوئے، اور کرنے والا ہوں اُن لوگوں کو جنہوں نے تیری تابعداری کی برتر اُن پر جو کافر ہوئے قیامت کے دن تک پھر تم کو میرے پاس پھر آنا ہے تب تم میں فیصلہ کردونگا جس بات میں تم اختلاف کرتے تھے (۴۸)

دوسرے یہ کہ حضرت مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت نہیں کیتھو سیکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ "یوسیبیس جو قدیمی مذہبی مورخ ہے گو حضرت عیسٰے کے نام پر اُس نے طول طویل بحث کی ہے مگر اُس کے بیان سے اور تیز متی اور لوک کی انجیلوں سے مریم کی پیدائش اور نسب پر کوئی نئی روشنی نہیں پڑتی۔ اینی جو مریم کی ماں بیان کی گئی ہیں اُن کی نسبت جس قدر قصے ہیں وہ محض افسانے ہیں اور اُن کا کچھ ثبوت وشہادت نہیں ہے"۔ انجیل لوک باب ۱ ورس ۷ و ۲۷ سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مریم حضرت زکریا کی بیوی الیشبع کی رشتہ دار تھیں، اور الیشبع ہارون کی بیٹی تھیں، مگر نہ یہ معلوم ہے کہ مریم و الیشبع میں کیا رشتہ تھا اور نہ یہ معلوم ہے کہ ہارون کس کی اولاد میں تھے۔ قرآن مجید میں حضرت مریم کے باپ کا نام عمران لکھا ہے اُس پر استدلال کرنے سے بھی داؤد کی نسل سے حضرت مریم کا ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ۞

عیسائی مفسر جب کہ حضرت عیسٰے کو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تسلیم کر کر نسل داؤد سے ثابت کرنے میں عاجز ہوئے تو اُنہوں نے کہا کہ سینٹ لوک کی انجیل میں جو نسب نامہ یوسف کا لکھا ہے۔ درحقیقت وہ مریم کا نسب نامہ ہے تاکہ مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت کریں۔ دو انجیلوں میں حضرت عیسٰے کے نسب نامے ہیں متی کی انجیل میں حضرت عیسٰے کے باپ کا نام یوسف اور اُن کے باپ کا نام یعقوب لکھا ہے۔ اور لوک کی انجیل میں یوسف کے باپ کا نام ہیلی لکھا ہے پہلا نسب نامہ بذریعہ سلیمان کے داؤد تک پہنچتا ہے اور دوسرا نسب نامہ بذریعہ ناثان کے۔ یہ دونوں نسب نامے بلاشبہ مختلف ہیں مگر عیسائی مفسر کہتے ہیں جیسے کہ تفسیر ہنری اسکاٹ میں مندرج ہے کہ یوسف نے ہیلی کی دختر سے یعنی حضرت مریم سے شادی کی تھی، اور شاید اُس نے یوسف کو متبنے بھی کیا تھا، اور یوسف ہیلی کا بیٹا کہلاتا تھا، اور یہودیوں میں رواج تھا کہ نسب ناموں میں صرف مردوں کا نام لکھتے تھے نہ عورتوں کا اس لئے سینٹ لوک نے اُس نسب نامہ

فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ (۴۹)	پھر جو لوگ کافر ہوئے اُن کو عذاب دونگا عذاب سخت دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی اُن کا مدد کرنے والا نہ ہوگا (۴۹)

میں جو درحقیقت مریم کا ہے بجائے مریم کے یوسف کا نام لکھدیا ہے ❖

اس بیان پر بعض عیسائی علما نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ نسب نامہ داؤد تک بذریعہ ناتان کے پہنچتا ہے اور حضرت مسیح کا بذریعہ سلیمان کے داؤد کی نسل میں ہونا چاہئیے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰے سلیمان کی اولاد میں ہونے والے تھے بلکہ صرف یہ بیان ہُوا ہے کہ وہ داؤد کے بیٹے اور یشی کی نسل سے ہونگے اور سلیمان بطور ایک عمدہ نمونہ حضرت مسیح کے بیان ہوئے ہیں ❖

اگر یہ بات فرض بھی کرلی جائے کہ اس پچھلے نسب نامہ میں بجائے حضرت مریم کے یوسف کا نام لکھا گیا ہے ، اور یہ بھی فرض کرلیا جاوے کہ یوسف ہیلی کے متبنے اور داماد تھے ، اور یہ بھی فرض کیا جاوے کہ حضرت عیسٰے کا سلیمان کے ذریعہ سے داؤد کی اولاد میں ہونا کچھ ضرور نہ تھا ، تو بھی اس بات کا جواب نہیں ہوسکتا کہ یہودی شریعت میں ماں کی طرف سے نسب نہ معتبر گنا جاتا تھا اور نہ بیان کیا جاتا تھا یہاں تک کہ عورتوں کا نام بھی نسب ناموں میں داخل نہ ہوتا تھا ، پس حضرت عیسٰے مسیح کی نسبت جو پیشین گوئی تھی کہ وہ داؤد کی نسل میں سے ہونگے کسی طرح ماں کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی ، بلکہ بموجب اُس پیشین گوئی کے ضرور ہے کہ حضرت عیسٰے مسیح ایسے باپ کی اولاد ہوں جو داؤد کی نسل سے ہو ❖

پادری رچارڈ واٹسن نے تفسیر انجیل لوک میں لکھا ہے کہ ”یہ اَمر یقینی تھا کہ حضرت عیسٰے یوسف کے بیٹے ہیں اور اُن کا معجزہ کے طور سے پیدا ہونا مشہور نہیں کیا گیا تھا بلکہ یوسف اور مریم کے دلوں ہی میں مخفی تھا ، یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بات کب پہلے پہل ظاہر کی گئی - چونکہ انجیل کے حالات میں اس پر کچھ اشارہ نہیں پایا جاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات حواریوں کو بھی ظاہر نہیں کی گئی تھی ، اس لئے وہ اور نیز اَور بھی اُن کو یوسف اور مریم کا بیٹا سمجھتے تھے اور یہ امر منجملہ ان امور کے تھا جن کو مریم نے خدا کی ہدایت سے حضرت عیسٰے کے مُردوں سے جی اُٹھنے کے بعد تک اپنے دل میں چھپا رکھا تھا - اگر پیشتر سے یہ بات مشہور ہوجاتی تو حضرت عیسٰے کی تبلیغ رسالت کے بعد لوگ اکثر حضرت مریم کو تنگ کیا کرتے اور اہانت کی باتیں اُن سے پوچھا کرتے - اور جب کہ اس قدر اختلاف بابت عیسٰے کی نسبت اُن کے دشمنوں میں ہوتا تو مریم کو خطرہ پہنچنے کا اندیشہ تھا ، کم سے کم یہ ہوتا کہ وہ بہت دقت و تکلیف میں مُبتلا ہوجاتیں - ان امور کے لحاظ سے ظن قوی ہوتا ہے

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (۵۰)	اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں تو اُن کو پوری اُن کی اجرت دونگا اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظلم کرنے والوں کو (۵۰)
ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ (۵۱)	یہ باتیں جو ہم تجھ کو پڑھ سناتے ہیں نشانیوں میں سے ہیں اور گذری ہوئی ٹھیک باتوں میں سے (۵۱)
اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (۵۲)	بیشک عیسٰے کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی مثال ہے اُس کو پیدا کیا مٹی سے، پھر اُس کو کہا کہ ہو، پھر وہ ہوگیا (۵۲)

کہ یہ بات حضرت عیسٰے کی زندگی بھر کسی کو معلوم نہیں ہوئی تھی، مگر سینٹ لوک کے اس فقرہ سے کہ، جیسا کہ وہ یوسف کا بیٹا خیال کیا جاتا تھا، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد عروج مسیح یہ امر منجملہ اُن باتوں کے تھا جو پہلے پہل معلوم ہوگئی تھیں، اور بغیر کسی شبہ کے وہ مان لیا گیا تھا، اور اسی وجہ سے یہ بات انجیل متی اور انجیل لوک میں داخل ہوئی ہے" ✣

اس بات کو خود حواری حضرت عیسٰے کے اور تمام عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مریم کا خطبہ یوسف سے ہوا تھا۔ یہودیوں کے ہاں خطبہ کا یہ دستور تھا جیسے کہ کیتھو سیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ شوہر اور زوجہ میں اقرار ہو جاتا تھا کہ اس قدر میعاد کے بعد شادی کرینگے۔ یہ اقرار یا تو ایک باقاعدہ تحریر یا معاہدہ کے ذریعہ سے گواہوں کی موجودگی میں ہوتا تھا جس طرح کہ ہم مسلمانوں کے ہاں نکاح خط لکھا جاتا ہے، یا بغیر تحریر کے اس طرح پر ہوتا تھا کہ مرد عورت کو گواہوں کے سامنے ایک ٹکڑا چاندی کا دیدیتا تھا اور یہ لفظ کہتا تھا کہ یہ چاندی کا ٹکڑا اس امر کی کفالت میں قبول کر کہ اتنے دنوں بعد تو میری زوجہ ہو جاویگی ✣

یہ معاہدے حقیقت میں عقد نکاح تھے صرف زوجہ کا گھر میں لانا باقی رہ جاتا تھا، اور وہ اُس میعاد پر ہوتا تھا جو اُس معاہدہ میں قرار پاتی تھی۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسی کہ مسلمانوں میں فاتحہ خیر ہوتی ہے جو درحقیقت ایک شرعی نکاح ہے، لیکن زوجہ فی الفور گھر میں نہیں لائی جاتی۔ یا جیسے کہ اب بھی بعض دفعہ مسلمانوں میں نکاح بہ تحریر نکاح خط عمل میں آتا ہے اور زوجہ کا شوہر کے گھر بھیجنا کسی آیندہ وقت پر ملتوی رہتا ہے ✣

یہودیوں کے ہاں اس رسم کے ادا ہونے کے بعد مرد اور عورت باہم شوہر اور زوجہ ہو جاتے تھے، اور بجز اس کے کہ زوجہ اپنے شوہر کے گھر رہنے کو اس مدت کے بعد بھیجدی جاوے اور کوئی ایسی رسم جس پر جواز زوج منحصر ہو عمل میں نہیں آتی تھی یہاں تک کہ اگر بعد اس رسم کے اور قبل رخصت

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۵۴﴾	یہ ٹھیک بات ہے تیرے پروردگار سے، پھر تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو ﴿۵۳﴾ پھر جو کوئی تجھ سے اس بات میں جھگڑا کریں (یعنی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بتلاویں) بعد اس کے کہ تجھ کو بخوبی علم آگیا ہے تو تو کہہ کہ بلاویں ہم اپنے بچوں کو اور تمہارے بچوں کو، اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو، اور خود ہم بھی اور خود تم بھی (اُن میں ہوں) پھر سب عاجزی سے دعا کریں کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت پڑے ﴿۵۴﴾

کرنے کے اُن دونوں سے اولاد پیدا ہو تو وہ ناجائز اولاد تصور نہیں ہوتی تھی، بلکہ بے گناہ شرعی اولاد جائز تصور ہوتی تھی۔ شاید خلاف رسم بات ہونے سے معیوب گنی جاتی ہوگی اور دونوں کو ایک شرم اور خجالت کا باعث ہوتی ہوگی +

امر مذکورہ کا ثبوت کیتھو سیکلو پیڈیا سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ جب معاہدۂ شادی کا یہودیوں میں ہو جاتا تھا تو زن و مرد ایک دوسرے کے دیکھنے کے مجاز ہوتے تھے جس کی اُن کو پہلے اجازت نہیں ہوتی تھی۔ اُسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک نسبت شدہ باکرہ کے بطن سے خدا نے اپنے بیٹے کے پیدا ہونے میں یہ حکمتیں رکھی تھیں۔ اول یہ کہ اُن پر غیر مشروع اولاد ہونے کا طعنہ عاید نہ ہو۔ دوم یہ کہ اُن کے والدین موافق یہودی شریعت کے سزا کے مستوجب نہ ہوں۔ سوم یہ کہ یوسف کے نسب نامہ سے جن کی رشتہ دار مریم تھیں مریم کا نسب نامہ ظاہر ہو جاوے۔ چہارم یہ کہ حضرت مسیح کا ایام طفولیت میں کوئی مربی اور سرپرست ہو۔ ان تمام بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں میں اس طرح نسبت کے بعد اولاد کا پیدا ہونا شرعاً ناجائز نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہودیوں نے نعوذ باللہ حضرت مریم پر جو بہتان باندھا تھا وہ یوسف کے ساتھ نہیں باندھا تھا، بلکہ پنتھرا نالی سے ساتھ منسوب کیا تھا، کیونکہ یوسف اُن کے شرعی شوہر ہو چکے تھے پس کوئی وجہ اس بات کے خیال کرنے کی نہیں ہے کہ یوسف فی الواقع حضرت مسیح کے باپ نہ تھے متی کی انجیل میں جو یہ لکھا ہے کہ یوسف نے جب دیکھا کہ حضرت مریم حاملہ ہیں تو اُن کے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا، اگر یہ بیان تسلیم کیا جاوے تو اُس کا سبب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ عام رسم کے برخلاف حاملہ ہو جانے سے یوسف کو رنج و خجالت ہوئی ہوگی جس کے سبب سے ایسا خیال ہُوا ہوگا، گرچہ فی الحقیقت وہ پاک حمل تھا اور جو کچھ حضرت مریم کے پیٹ میں تھا وہ روح القدس اور کلمۃ اللہ تھا یوسف نے خواہ خود ہی خواہ اپنے خواب کی تائید پر جس کا ذکر سینٹ متی کی انجیل میں ہے وہ خیال

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۵۵﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾	اس میں کچھ شک نہیں کہ یہی وہ سچے قصے ہیں، اور نہیں کوئی خدا بجز اللہ کے اور بیشک اللہ وہی زبردست ہے حکمت والا ﴿۵۵﴾ پھر اگر وہ (اس طرح کو سناؤ انفے سے) پھر جاویں (جس سے ثابت ہو جاویگا کہ جو بات وہ کہتے ہیں اس کا اُن کو یقین نہیں) تو بیشک اللہ جانتا ہے مفسدوں کو ﴿۵۶﴾ کہدے (اے پیغمبر) کہ اے اہل کتاب (یعنی اے عیسائیو) آؤ ایک بات پر جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ ہم کسی کی پرستش نہ کریں بجز خدا کے، اور ہم کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور نہ ٹھیراویں آپس میں ایک دوسرے کو (اپنا) رب خدا کے سوا، پھر اگر وہ (اس بات سے) پھر جاویں تو ان سے کہدو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ﴿۵۷﴾

چھوڑ دیا ٭

اگرچہ ان چاروں مروج انجیلوں کے زمانہ تالیف میں نہایت اختلاف ہے، مگر جو زمانہ کہ علمائے عیسائی نے قریب صحت کے تسلیم کیا ہے اُس کی رُو سے پایا جاتا ہے کہ متی کی انجیل حضرت عیسے کے بعد دوسرے یا تیسرے سال میں، اور لوک کی انجیل اکتیسویں یا بتیسویں سال میں، اور یوحنا کی انجیل ترسیٹھویں یا چونسٹھویں سال، اور مارک کی انجیل اُس کے بھی بہت دنوں بعد تحریر ہوئی تھی۔ مگر متی کی انجیل کی نسبت بخوبی ثابت ہے کہ وہ دراصل عبرانی میں لکھی گئی اور موجودہ یونانی انجیل اُس کا ترجمہ ہے جس کے مترجم کا نام اور زمانہ ترجمہ اب تک تحقیق نہیں ہے پس متی کی موجودہ یونانی انجیل بھی قدیم نہیں ہے بلکہ اخیر زمانہ کی لکھی ہوئی ہے ٭

یہ تمام انجیلیں اور حواریوں کے نامے اور اعمال جو ان انجیلوں کے اخیر میں شامل ہیں یونانی زبان میں لکھے گئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتابیں عیسائی مذہب کو اُن ملکوں میں رواج دینے کے لئے لکھی گئیں تھیں جہاں یونانی زبان مروج تھی اور جہاں کے لوگ زیادہ تر یونانیوں کے سے خیالات رکھتے تھے ٭

یونانیوں میں ایک عام خیال تھا کہ نہایت مقدس اور بزرگ شخص کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ ہرکیولیس۔ ڈیاس کوری۔ رامیولس۔ فیثا غورث۔ افلاطون۔ ان سب کو یونانی خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور افلاطون کے حمل کے قصہ کو مثل قصہ حضرت عیسے بیان کرتے تھے غرضکہ جب حواریوں کو یونانی زبان کے ذریعہ سے دین عیسوی کا پھیلانا مدنظر ہوا تو حضرت عیسے کو ایسے بزرگ لقب سے

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۰﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۱﴾

اے کتاب والو تم کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم پر، اور کیا توریت اور انجیل اُس کے بعد نہیں اُتری، کیا تم سمجھتے نہیں ﴿۵۸﴾ ہاں تم وہ لوگ ہو کہ تم نے ایسی بات میں جھگڑا کیا جس کو تم جانتے تھے (یعنی اُن باتوں پر جو توریت میں موجود تھیں) پھر کیوں جھگڑتے ہو ایسی بات پر جس کو نہیں جانتے (یعنی جو توریت میں بھی نہیں ہے)، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿۵۹﴾ ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، ولیکن تھا خالص (ٹھیٹ) مسلمان، اور مشرکوں میں سے نہ تھا ﴿۶۰﴾ بلاشبہ لوگوں میں سب سے زیادہ دوست ابراہیم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اُس کی پیروی کی، اور یہ نبی (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم)، اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اور اللہ دوست ہے ایمان والوں کا ﴿۶۱﴾

ملقب کرنا پڑا ہوگا جو اُن لوگوں کے خیالات سے مناسب تھا جن کے لئے وہ انجیلیں لکھی گئی تھیں، اس لئے ہمارے نزدیک وہ انجیلیں حضرت عیسےٰ کی ولادت کی نسبت اُن خالص خیالات کے ظاہر ہونے کا ذریعہ نہیں ہوسکتیں جو حضرت عیسےٰ کے زمانہ میں اور ان انجیلوں کے تحریر ہونے سے پیشتر تھا، باانہمہ ہم انہی انجیلوں میں متعدد جگہ پاتے ہیں کہ یوسف کو حضرت مریم کا شوہر اور حضرت مسیح کو اُن کے باپ یوسف کا بیٹا تسلیم کیا ہے ✦

انجیل متی باب ۱ ورس ۱۶ میں لکھا ہے کہ یوسف مریم کا شوہر تھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ متی کی انجیل میں حضرت عیسےٰ کے نسب نامہ میں اَوروں کی نسبت یونانی لفظ "اجن نسی" بمعنی "پیدا ہوئے" استعمال ہوا ہے، جس سے خاص باپ کا بیٹا ہونا پایا جاتا ہے اور حضرت عیسےٰ کی نسبت یونانی لفظ "جنان" آیا ہے جس سے اُس ورس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ "یعقوب سے پیدا ہوا یوسف شوہر مریم جس سے عیسےٰ پیدا ہوا" مگر ویطسطین نے یونانی زبان کی سند پر ثابت کیا ہے کہ "جنان" کا لفظ بھی ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہونے پر بولا جاتا ہے، معہذا اس تغیر کا سبب وہی خیالات ہیں جو یونانیوں میں مذہب عیسوی پھیلانے کی بناء پر پیدا ہوئے تھے ✦

لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۳ ۳ کے موجودہ نسخوں میں یہ لفظ ہیں "تب یوسف اور اُس

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۲﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۶۳﴾	چاہتا تھا ایک گروہ اہل کتاب کا کہ تم کو گمراہ کرے اور وہ گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو، اور نہیں سمجھتے ﴿۶۲﴾ اے کتاب والو تم کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی نشانیوں کے ساتھ، اور تم جانتے ہو ﴿۶۳﴾

کی ماں"، مگر اس مقام پر بھی اسی خیال سے تغیر کیا ہے ڈاکٹر گریسباخ کی صحیح اور مقابلہ کر کے چھاپی ہوئی انجیل مطبوعہ لیپک شٹ ۱۸۰۵ء اور شنڈروف کی چھاپی ہوئی انجیل مطبوعہ ۱۸۴۹ء اور رومن ولگٹ کے ترجمہ انگریزی میں یوسف کا نام نہیں ہے بلکہ "اس کا باپ اور اس کی ماں" لکھا ہے اور ٹروٹوپ نے یونانی انجیل کی شرح میں اسی کی تصحیح کی ہے جس سے یوسف کا پدر مسیح ہونا تسلیم ہوتا ہے +

لوک کی انجیل کے اسی باب کے ۴۳ ورس میں بھی قدیم نسخے الکزنڈریا نوس میں بھی "گونیس" کا لفظ ہے جس کے معنی والدین کے ہیں +

لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۴۸ میں حضرت مریم نے حضرت عیسےٰ سے کہا کہ "دیکھ تیرا باپ اور میں غمگین ہو کر تجھے ڈھونڈتے تھے" +

لوک کی انجیل باب ۲ ورس ۲۷ و ۴۱ میں یوسف اور مریم کو حضرت عیسےٰ کا ماں باپ کہ کر تعبیر کیا ہے +

متی کی انجیل باب ۱۳ ورس ۵۵ میں لکھا ہے کہ لوگوں نے حضرت عیسےٰ کی نسبت کہا کہ "کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں کیا اس کی ماں مریم نہیں کہلاتی" +

اور انجیل یوحنا باب ۶ ورس ۴۲ میں ہے کہ لوگوں نے حضرت مسیح کی نسبت یہ کہا کہ "کیا یہ یسوع یوسف کا بیٹا جس کے ماں باپ کو ہم پہچانتے ہیں نہیں ہے" +

انجیل یوحنا باب ۱ ورس ۴۵ میں لکھا ہے کہ "فلپس نے نتھنیل کو کہا کہ جس کا ذکر موسےٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے ہم نے اسے پایا ہے وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے" +

اعمال حواریین باب ۲ ورس ۳۰ میں پطرس حواری نے حضرت عیسےٰ کے داؤد کی نسل میں ہونے کی نسبت کہا کہ "خدا نے اس سے (یعنی داؤد سے) قسم کر کے کہا کہ میں تیرے تخت پر بیٹھنے کے لئے جسم کے طور پر تیری کمر سے مسیح کو پیدا کرونگا" +

سینٹ پال نے اپنے خط موسومہ رومیاں باب ۱ ورس ۴ میں لکھا ہے کہ "وہ مسیح جسم کے حق میں داؤد کے تخم سے ہوا پر روح قدس کے حق میں جی اٹھنے کی قوی دلیل سے خدا کا بیٹا ثابت ہوا" +

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٦٦﴾

اے کتاب والو تم کیوں ملا دیتے ہو سچ میں جھوٹ، اور کیوں چھپاتے ہو سچ بات کو، اور تم جانتے ہو ﴿۶۴﴾ اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے (آپس میں) کہا کہ ان لوگوں پر (یعنی مسلمانوں پر) جو اُترا ہے اُس پر ایمان لے آؤ، دن چڑھتے ایمان لاؤ اور دن اُترتے انکار کرو، شاید وہ بھی (یعنی جو مسلمان ہو گئے ہیں) پھر جاویں ﴿۶۵﴾ اور (دل میں) ایمان نہ لاؤ مگر اُسی پر جو تمہارے دین کی پیروی کرے، کہدے (اے پیغمبر) کہ ہدایت اللہ کی ہدایت ہے کہ دیا جا سکتا ہے کوئی ایسی ہی جیسی تم کو دیگئی ہے (یعنی جس طرح شریعت موسوی دیگئی ہے اسی طرح شریعت محمدی دیگئی ہے) یا تم سے تمہارے پروردگار کے پاس (اس بات پر کہ موسیٰ کو شریعت کیوں دیگئی) جھگڑا کرینگے، (پھر تم محمد صلعم کو شریعت ملنے پر کیوں جھگڑتے ہو) کہدے (اے پیغمبر) بیشک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسیع نعمت والا جاننے والا ہے ﴿۶۶﴾

ان تمام سندوں سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ کے سب لوگ اور خود حواری بھی جانتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ اپنے باپ یوسف کے تخم سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ بغیر باپ کے، مگر وہ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا روحانی اعتبار سے کہتے تھے اُسی خیال سے جس سے کہ یونانی اپنے ہاں کے بزرگوں کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، اور اس بات کو نہایت صفائی سے سینٹ پال نے اپنے خط کی مذکورہ بالا آیت میں بیان کیا ہے۔ زمانہ کے گذرنے پر وہ خیال جس سے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا محو ہو گیا اور لوگ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھنے لگے، اور اُسی کے ساتھ یہ قرار دیا کہ وہ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے اور اُن کی ضد سے یہودیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ نعوذ باللہ وہ ناجائز طور پر پیدا ہوئے تھے۔ یہ اتہام سلس نے جو تیسری صدی میں تھا کیا تھا اور ظاہر یہ وہ زمانہ ہے کہ جب عیسائیوں کو اس بات میں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں اور بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں زیادہ تر غلو ہو گیا تھا۔

قرآن مجید نے اس بات میں کہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے کچھ بحث نہیں کی۔ جب قرآن نازل ہوا اُس وقت دو فرقے مخالف موجود تھے ایک فرقہ نہایت نالایقی اور بدی سے یہ

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۶۷) وَمِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْھُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَاۗىِٕمًا (۶۸)	مخصوص کرتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے (۶۷) اور اہل کتاب میں سے بعضا ایسا ہی کہ اگر تو اس کے پاس سونے کا ڈھیر امانت رکھدے تو تجھ کو پھیر دیدے، اور ان میں سے بعضا ایسا ہی کہ اگر تو اس کے پاس ایک دینار امانت رکھدے تو تجھ کو پھیر دے جب تک کہ تو اس کے سر پر کھڑا نہ رہے (۶۸)

کہتا تھا کہ حضرت مسیح بطور ناجائز مولود کے پیدا ہوئے ہیں۔ دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ خدا اور خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہیں۔ قرآن مجید نے ان دونوں فرقوں کے اعتقاد کو رد کر دیا اور حضرت مسیح کے مقدس اور روح پاک ہونے پر اور حضرت مریم کی عصمت و طہارت پر گواہی دی، اور اس بات کو کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے اور ثالث ثلاثہ ہیں جھٹلا دیا، اور بتلا دیا کہ وہ مثل اور انسانوں کے خدا کے بندے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں بیان ہوا کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے، جہاں تک کہ اشارہ ہے حضرت عیسٰے کے روح القدس اور کلمۃ اللہ ہونے کا اور حضرت مریم کی عصمت و طہارت کا اشارہ ہے، جیسا کہ ہم آگے بیان کرتے ہیں۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص حضرت مریم کی نسبت تہمت بد لگاوے وہ مسلمان نہیں ہے۔

سورہ آل عمران میں ہے کہ جب فرشتوں نے کہا اے مریم بے شک اللہ تجھ کو خوشخبری

اذ قالت الملئكة يا مريم ان الله يبشرك بكلمة منه اسمه المسيح عيسى ابن مريم وجيها في الدنيا والاخرة ومن المقربين ويكلم الناس في المهد وكهلا ومن الصلحين قالت رب انى يكون لي ولد ولم يمسسني بشر قال كذلك الله يخلق ما يشاء اذا قضى امرا فانما يقول له كن فيكون (سورہ آل عمران)

فارسلنا اليها روحنا فتمثل لها بشرا سويا قالت انى اعوذ بالرحمن منك ان كنت تقيا

دیتا ہے ایک کلمہ کی اپنی طرف سے اُس کا نام (ہوگا) مسیح عیسٰے ابن مریم کا بیٹا رویت دار دنیا میں اور آخرت میں اور (خدا کے) مقربوں سے اور کلام کریگا لوگوں سے گہوارہ میں (یعنی بچپنے میں) اور بڑاپے میں اور ہوگا نیکوں میں سے۔ مریم نے کہا اے پروردگار کہاں سے ہوگا میرے بیٹا اور نہیں چھوا ہے مجھ کو کسی آدمی نے خدا نے کہا یہی ہوگا اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے جب کوئی کام کرنا ٹھیرا چکتا ہے تو اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اُس کو کہتا ہے کہ ہو پھر ہو جاتا ہے۔ اور سورہ مریم میں ہے کہ پھر ہم نے بھیجا اُس کے (یعنی مریم کے) پاس اپنی روح کو پھر وہ بن گئی اُس کے لئے ٹھیک آدمی، مریم نے کہا کہ بیشک میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (خدا سے) ڈرتا ہے، اُس نے کہا کہ میں تو صرف تیرے خدا کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھ کو پاکیزہ لڑکا دوں، مریم نے کہا کہ کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور نہیں چھوا ہے مجھ کو کسی آدمی نے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾	یہ بات اس لیئے ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ جاہلوں کو ہم پر (دعوے کرنے کی) کوئی راہ نہیں، اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر، اور وہ جانتے ہیں ﴿۶۹﴾

قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زكيا قالت انى يكون لى غلام ولم يمسسنى بشر ولم اك بغيا قال كذلك قال ربك هو على هين ولنجعله اية للناس ورحمة منا وكان امرا مقضيا (سورہ مریم) اور نہ میں بدکار رہوں، اُس نے کہا یہی ہوگا تیرے پروردگار نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور ہم اُس کو لوگوں کے لیئے نشانی اور اپنی رحمت کرنا چاہتے ہیں اور تھی یہ بات ٹھیر چکی ✦

فرشتہ کا حضرت مریم کو بیٹا ہونے کی بشارت دینا اور اُن کا یہ کہنا کہ مجھے مرد نے نہیں چھوا ہے سینٹ لوک کی انجیل میں بھی مذکور ہے۔ تمام یہودی یقین رکھتے تھے کہ ان میں ایک مسیح پیدا ہونے والا ہے جو یہودیوں کی بادشاہت کو پھر قائم کریگا اس لیئے یہودی اور یہودی عورتیں بیٹا ہونے کی نہایت آرزو رکھتی تھیں اور دعائیں مانگتی تھیں اور عبادتیں کرتی تھیں کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو۔ ایسی حالتوں میں اُن کا اس قسم کی خوابوں کا دیکھنا یا بن بولنے والے کی آوازوں کا سننا یا متخیلہ میں کسی مجسم شے کا دکھلائی دینا ایسا امر ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے۔ بعض علما کا یہ قول ہے کہ اس سورۃ میں جو خطاب فرشتوں کا حضرت مریم سے ہے وہ بطریق الہام اور روع فی النفث اور القافی القلب کے ہے۔ مگر مجھ کو کچھ شبہ نہیں جیسے کہ سیاق کلام سے پایا جاتا ہے کہ ہر بشارت جو اس سورۃ میں اور سورہ مریم میں بیان ہوا ہے وہ ایک ہی واقعہ ہے اور رویا میں واقع ہوا تھا، اور سینٹ متی کی انجیل سے بھی ایسا ہی مستنبط ہوتا ہے، کیونکہ بموجب اُس انجیل کے یوسف کو بھی اس حمل کی خبر خواب میں بذریعہ فرشتہ کے دی گئی تھی ✦

بیٹا ہونے کی بشارت حضرت اسحٰق کو اور اُن کی بیوی کو اور حضرت زکریا کو بھی دی گئی تھی پس صرف بشارت سے تو بے باپ کے پیدا ہونا لازم نہیں آتا ہے، ہاں ان بشارتوں پر غور کرنا چاہیئے کہ ان میں کوئی ایسا لفظ تو نہیں ہے جس سے بن باپ کے بیٹا پیدا ہونے کا اشارہ نکلے، سو ایسا بھی کوئی لفظ ان بشارتوں میں نہیں ہے ✦

سب سے زیادہ غور کے لایق لفظ ،، لم یمسسنی بشر ولم اک بغیا،، ہے۔ بلاشبہ یہ دونوں کلمے نہایت صحیح ہیں، اور جس زمانہ میں بشارت ہوئی اُس زمانہ میں بلاشبہ حضرت مریم کو کسی مرد نے نہیں چھوا تھا، بلکہ غالباً اُن کا خطبہ بھی یوسف کے ساتھ نہ ہوا تھا، مگر اس سے

بَلٰی مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ وَ اتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۷۰﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَشۡتَرُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَ اَیۡمَانِہِمۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ وَ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ وَ لَا یَنۡظُرُ اِلَیۡہِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَ لَا یُزَکِّیۡہِمۡ ۪ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۱﴾	(بات یوں نہیں ہے) بلکہ جو کوئی پورا کرے اپنا اقرار اور پرہیزگاری کرے تو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو (۷۰) (اس میں کچھ شک نہیں) جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بیچتے ہیں وہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور قیامت کے دن نہ اُن سے اللہ بات کرے گا اور نہ اُن کی طرف نگاہ کرے گا، اور نہ اُن کو پاک کرے گا، اور اُن کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے (۷۱)

یہ لازم نہیں آتا کہ اُس کے بعد بھی یہ امر واقع نہیں ہوا ✦

جس طرح کہ حضرت مریم کو اس بشارت سے تعجب ہوا اُسی طرح حضرت اسحاق اور اُن کی بیوی اور حضرت زکریا کو بھی تعجب ہوا تھا، جب کہ وہ فرمانے لگیں "یا ویلتی االد وانا عجوز وھذا بعلی شیخا ان ھذا الشئ عجیب" دوسری جگہ فرمایا ہے "فاقبلت امرتہ فی صرۃ فصکت وجھا وقالت عجوز عقیم" اور حضرت زکریا نے فرمایا "انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامرأتی عاقر" اور دوسری جگہ فرمایا "وکانت امرتی عاقر وقد بلغت من الکبر عتیا"۔ حضرت مریم کی حالت اولاد ہونے سے مایوسی کی نہ تھی، اور اسحاق اور اُن کی بیوی اور زکریا اور اُن کی بیوی کی حالت مایوسی کے قریب تھی، مگر جب اُن دونوں سے بیٹے کا پیدا ہونا بغیر باپ کے تسلیم نہیں کیا گیا تو حضرت مریم کے تعجب سے جو صرف اُس وقت کی کیفیت پر پر بحالت کہ بشارت ہوئی تھی نہ آیندہ کی ہونے والی حالت پر کیونکر حضرت عیسیٰ کے بے باپ کے پیدا ہونے پر استدلال ہو سکتا ہے، اور کیا عجب ہے کہ اس خواب کے بعد ہی حضرت مریم کو اور اُن کے مربیوں کو حضرت مریم کی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا ہو جو آخر کار یوسف کے ساتھ عقد ہونے سے پورا ہوا ✦

اس تعجب کے بعد فرشتہ نے حضرت مریم سے کہا "کذلك الله یخلق ما یشاء" اسی طرح حضرت زکریا سے کہا تھا کہ "کذلك الله یفعل ما یشاء"۔ حضرت مریم سے کہا "قال کذلك قال ربك ھو علی ھین" اسی طرح حضرت زکریا سے کہا کہ "قال کذلك قال ربك ھو علی ھین"۔ لفظ "کن فیکون" جو سورہ آل عمران میں ہے وہ کسی امر کے ہونے پر بلا اسباب قدرتی و فطرتی کے دلالت نہیں کرتا، کیونکہ ہر شے کے ہونے کو خدا اسی طرح

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (۷۲)	اور بے شبہ اُنہی میں سے وہ لوگ ہیں جو کتاب (یعنی توریت) پڑھنے میں اپنی زبانوں کو پلٹ دیتے ہیں تاکہ تم جانو کہ وہ (پلٹا ہوا لفظ بھی) کتاب (یعنی توریت) میں ہے اور وہ کتاب میں نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ وہ بھی اللہ کے پاس سے (نازل ہوا) ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں (نازل ہوا) ہے، اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر، اور وہ جانتے ہیں (۷۲)

فرماتا ہے " اذا اراد شیئا انما یقول لہ کن فیکون " پس ہر شے " کن " کے حکم سے ہمیشہ قانون قدرت اور قاعدہ فطرت کے مطابق ہوتی ہے۔ پس یہ الفاظ کسی طرح اس بات پر کہ حضرت مسیح کی ولادت فی الفور بلا قاعدہ فطرت اور بغیر باپ کے ہوئی تھی دلالت نہیں کرتے +

" آیۃ للناس " کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ حضرت مسیح کو بغیر باپ کے بطور ایک نشانی معجزہ کے پیدا کیا تھا محض بیجا ہے، اس لئے کہ بے باپ کے پیدا ہونا (اگر بالفرض ہوا بھی ہو) ایسا امر مخفی ہے جو کسی طرح " آیۃ للناس " نہیں ہو سکتا۔ آیۃ کا لفظ قرآن مجید میں، فرعون، اصحاب الکہف والرقیم، قوم نوح، نوح اور اصحاب سفینہ پر بھی اطلاق ہوا ہے۔ حضرت مریم بوجہ اپنی عبادت اور خدا پرستی اور نیکی کے اور حضرت عیسٰے بسبب اُس رحم دلی کے جو انجیل سے پائی جاتی ہے خدا کی عمدہ نشانی کے لقب کے مستحق تھے +

" بکلمۃ منہ " کے الفاظ یا " کلمۃ القاھا الی مریم " کے الفاظ بھی کسی طرح بن باپ کے پیدا ہونے پر دلالت نہیں کرتے۔ خدا تعالٰے نے قرآن مجید میں متعدد جگہ لفظ " کلمہ " کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ سورہ اعراف میں فرمایا ہے " وتمت کلمۃ ربک الحسنی علے بنی اسرائیل "۔ اور سورہ یونس میں فرمایا ہے " وکذلک حقت کلمۃ ربک علی الذین فسقوا " اسی طرح اور بہت سی جگہ آیا ہے۔ اور کلمۃ اللہ سے وہ امور محققہ مراد ہیں جو ہونے والے تھے اور ہوئے اور ہونگے۔ حضرت مسیح کا حضرت مریم سے پیدا ہونا ایک امر محقق اور معین تھا، یا یوں کہو کہ موعود تھا، پس اُسی امر محقق یا موعود کو کلمہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے، اور جس طرح تمام قرآن میں کلمہ کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اسی طرح اس مقام پر بھی کیا ہے۔ ان الفاظ سے بن باپ کے پیدا ہونے پر کچھ بھی اشارہ نہیں نکلتا +

سورۃ النساء میں جہاں خدا تعالٰے نے حضرت عیسٰے کی نسبت فرمایا ہے کہ " کلمۃ القاھا الی مریم " وہاں یہ بھی فرمایا ہے " وروح منہ " اس لفظ سے بھی بن باپ کے پیدا ہونا نہیں ثابت ہوتا۔ تمام جانداروں کی نسبت کیا حیوان اور کیا انسان " روح منہ " کا لفظ اطلاق

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۳﴾	کوئی انسان نہیں کر سکتا کہ خدا تو اس کو کتاب اور حکمت اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم میرے بندے ہو جاؤ سوائے خدا کے، مگر (یہ کہیگا کہ) ہو جاؤ اللہ والے کتاب (اللہ) کے سکھانے سے اور (کتاب اللہ کے) پڑھنے پڑھانے سےلہ ﴿۷۳﴾

کیا جا سکتا ہے۔ سوائے اس کے اور کسی معنی میں حضرت عیسےٰ کی نسبت اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا، خصوصاً مسلمانوں کے مذہب کے مطابق جو خدا کے یا خدا کی روح کے یا خدا کے کلمہ کے مجسم ہونے کے قائل نہیں ہیں، اور اُس کو "لم یلد ولم یولد" جانتے ہیں معہذا چند علما مفسرین نے بھی جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے "روح منہ" سے قریباً قریباً ویسے ہی معنی مراد لئے ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں ❖

اُس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ لوگوں کے لئے دینی زندگی کا سبب تھے، اس لئے اُن کو روح سے تعبیر کیا ہے۔ خدا نے قرآن کی صفت میں فرمایا ہے، "کذٰلک اوحینا الیک روحا من امرنا"، اسی طرح حضرت عیسےٰ کو بھی روح کہا گیا ہے۔ اور روح کے لفظ سے اُن کی بزرگی بھی ظاہر ہوتی ہے، جیسے کہ کہتے ہیں کہ یہ تو خدا کی نعمت ہے، اور اس سے صرف اُس نعمت کا بزرگ اور کامل ہونا مراد ہوتا ہے ❖

اور یہ بھی لکھا ہے کہ روح سے رحمت مراد ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں، "وایدھم بروح منہ"، کہا ہے، "ای برحمۃ منہ"، اور جب کہ حضرت عیسےٰ خلق کے لئے رحمت تھے تو اُن کی نسبت، "روحا منہ"، کا اطلاق کیا گیا ہے۔ سورہ مجادلہ میں تمام ایمان والوں کی نسبت کہا گیا ہے، "اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ"، پھر حضرت عیسےٰ کی نسبت ایسے الفاظ کا استعمال کسی طرح اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتا کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے ❖

سورہ مریم میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں اُن پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ اُن سے بن باپ کے پیدا ہونے کا اشارہ پایا جاتا ہے، اگرچہ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ سورہ مریم میں حضرت مریم کے رویا کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ اُنہوں نے انسان کی صورت دیکھی جس نے کہا کہ میں خدا

لہ ما، بمعنی المصدر مع الفعل والتقدیر کونوا ربانیین لسبب کونکم عالمین ومعلمین وبسبب ھو منکم الکتاب (تفسیر کبیر) ❖

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۷۴﴾	اور نہ تم کو یہ کہیگا کہ تم ٹھیراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو پروردگار کیا وہ تم کو کفر کرنے کو کہیگا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہوگئے ﴿۷۴﴾

کا بھیجا ہُوا ہوں تاکہ تم کو بیٹا دوں، اس کے بعد جو کچھ بیان ہُوا ہے اُس پر فے تعقیب کی آئی جیسے کہ نحملۃ۔ فاجاءھا المخاض، مگر اس فے سے اتصال زمانی مستنبط نہیں ہوسکتا، جیسے کہ مثال مذکورہ بالا سے ظاہر ہے، کیونکہ اُن کے حاملہ ہونے اور درد زہ شروع ہونے میں اتصال زمانی نہ تھا۔ لوک کی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ "جب مریم کے جننے کے دن پورے ہوئے وہ اپنا پہلوتا بیٹا جنی"، تفسیر کبیر میں بھی مدت حمل نو مہینے یا آٹھ مہینے یا سات مہینے لکھے ہیں ابن عباس کی روایت نو مہینے کی ہے جو صحیح معلوم ہوتی ہے۔ غرضکہ اس مقام پر جہاں فے آئی ہے اُس سے ہرگز خواہ مخواہ اتصال زمانی مستنبط نہیں ہوسکتا ہے ۞

اس بات کے سمجھنے کے بعد آیات سورہ مریم پر غور کرنا چاہیئے کہ جب حضرت مریم نے اپنے رویا میں انسان کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا، "انی اعوذ بالله منك ان كنت تقیا"، اُس نے کہا "انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زكيا" حضرت مریم نے کہا، "انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اك بغیا" اُس نے کہا، "كذلك قال ربك هو علی هین ولنجعله اية للناس و رحمة منا وكان امرا مقضيا"، اس کے بعد ہے "فحملته"، پس اس حرف فے سے جو حملتہ پر ہے لازم نہیں آتا کہ بمجرد اس گفتگو کے حضرت مریم حاملہ ہوگئی تھیں بلکہ پایا جاتا ہے کہ اس گفتگو کے کسی زمانہ مابعد میں وہ حاملہ ہوئیں جس وقت کی یہ گفتگو ہے بلاشبہ حضرت مریم کو کسی بشر نے نہیں چھوا تھا لیکن اُس کے بعد اُن کا خطبہ یوسف سے ہُوا اور وہ حسب قانون فطرت انسانی اپنے شوہر یوسف سے حاملہ ہوئیں ۞

اسی طرح "فاتت به قومها تحمله" کی فے کا حال ہے کہ وہ ولادت کے زمانہ سے متصل نہیں ہے، بلکہ امر مذکورہ ولادت کے بعد کسی زمانہ میں واقع ہُوا ہے۔ تفسیر ابن عباس میں لکھا ہے کہ ولادت کے چالیس دن بعد یہ واقعہ ہُوا ہے۔ اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ یعنی قوم کے پاس لانے کا اور حضرت عیسیٰ کے کلام کرنے کا حضرت عیسیٰ کی صغر سنی میں واقع ہوا تھا، اور ابو القاسم بلخی کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ جوان ہونے کے قریب تھے جب یہ واقعہ ہُوا تھا، چنانچہ تفسیر کبیر کی یہ عبارت ہے، "اختلف الناس فيه فالجمهور على انه قال هذا الكلام حال صغره وقال ابو القاسم البلخي انه كما قال ذلك حين كان كالمراهق الذي يفهم و ان لم يبلغ حد التكليف"، (تفسیر کبیر) غرضکہ علمائے مفسرین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تکلم

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۷۵﴾	اور جب کہ اللہ نے نبیوں سے پکا عہد لیا[1] جس وقت کہ میں نے (یعنی اللہ نے) تم کو (نبیوں کو) کتاب و حکمت دی۔ پھر (اے اہل کتاب) تمہارے پاس رسول آیا سچ بتاتا ہوا اُس کو جو تمہارے پاس ہے تو چاہئے کہ تم اُس پر ایمان لاؤ اور چاہئے کہ اُس کی مدد کرو۔ خدا نے (نبیوں سے) کہا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور تم نے اس بات پر میرے عہد کو بوجھ اُٹھا لیا بولے کہ ہم نے اقرار کیا (خدا نے) کہا کہ تم شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہدوں میں ہوں ﴿۷۵﴾

حضرت عیسےٰ ولادت کے متصل نہ تھا +

قرآن مجید سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ایسے وقت میں واقع ہوا تھا جب حضرت عیسےٰ نبی ہو چکے تھے، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ ،، انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا ،،۔ تاریخ پر اور انجیلوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کی بارہ برس کی عمر تھی (دیکھو انجیل لوک باب ۲) جب اُنہوں نے بیت المقدس میں یہودی عالموں سے گفتگو کی، اسی بات پر یہودی عالم ناراض ہوئے اور اُنہوں نے آکر حضرت مریم سے کہا کہ تیرے ماں باپ تو بڑے نیک تھے تو نے یہ کیسا عجیب یعنی بد مذہب لڑکا جنا ہے۔ حضرت مریم نے خود اُس کا جواب نہیں دیا اور حضرت عیسےٰ کو اٹھا لائیں، اُس وقت اُنہوں نے فرمایا کہ ،، انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا۔ اور ممکن ہے کہ یہ واقعہ اُس کے بھی بعد ہوا ہو، یعنی جب کہ حضرت یحییٰ شہید ہو چکے تھے اور حضرت عیسےٰ نے یہودیوں کو سمجھانا اور اُن کی بدیوں کو وعظ میں بُرا کہنا شروع کیا تھا +

غرض اس قدر تو جمہ علماے مفسرین تسلیم کرتے ہیں کہ یہ واقعہ ولادت کے زمانہ کے متصل واقع نہیں ہوا تھا اُس کے بعد ہوا، کوئی مدت مابعد کے زمانہ کی چالیس دن اور کوئی قریب عمر مراہق یعنی بارہ برس کے قرار دیتا ہے، اور ہم باستدلال قرآن مجید زمانہ نبوت قرار دیتے ہیں +

قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسےٰ نے ایسی عمر میں جس میں حسب فطرت انسانی کوئی بچہ کلام نہیں کرتا کلام کیا تھا۔ قرآن مجید کے یہ لفظ ہیں ،، کیف نکلم من کان فی المھد صبیا ،، اس میں لفظ ،، کان ،، کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے سے ہم کیونکر

[1] لما اتیتکم یقول حین اعطیتکم (تفسیر ابن عباس) +

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾	پھر جو کوئی اُس سے پھر جاوے تو وہی لوگ فاسق ہیں ﴿۷۶﴾ پھر کیا خدا کے دین کے سوا (کوئی دوسرا دین) چاہتے ہیں اور اسی کی فرمانبرداری کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں چار یا ناچار اور اُسی کے پاس پھر جاوینگے ﴿۷۷﴾

کلام کریں جو مہد میں تھا یعنی کم عمر لڑکا ہماری گفتگو کے لایق نہیں۔ یہ اسی طرح کا محاورہ ہے جیسے کہ ہمارے محاورہ میں ایک بڑا شخص ایک کم عمر لڑکے کی نسبت کہے کہ ابھی ہونٹ پر سے تو اُس کے دودھ بھی نہیں سوکھا کیا یہ ہم سے مباحثہ کے لایق ہے۔ "کان" کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ اُس وقت وہ نہ مہد میں تھے نہ مہد کے لایق تھے۔ اور اُس کے بعد کی آیت سے اس مراد کی اور بھی تائید ہوتی ہے۔ اور بالفرض حضرت عیسیٰ نے اگر مہد میں کلام بھی کیا ہو تو اُس سے اُن کے بن باپ کے پیدا ہونے پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے +

یہودیوں کے اس قول سے بھی کہ "یا مریم لقد جئت شیئا فریا یا اخت ھارون ما کان ابوک امرسوء وما کان امک بغیا" حضرت عیسیٰ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اُس زمانہ میں جب کہ یہودیوں نے حضرت مریم سے یہ بات کہی کوئی بھی حضرت مریم پر بدکاری کی تہمت نہیں کرتا تھا، اور نہ اس آیت میں اس قسم کی تہمت کا اشارہ ہے، "فری" کے معنی بدیع وعجیب کے ہیں۔ اس لفظ سے غالباً یہودیوں نے مراد لی ہوگی "شیئا عظیما منکرا" مگر اس سے یہ بات کہ اُنھوں نے اُس وقت حضرت عیسیٰ کی نسبت ناجائز مولود ہونے کی تہمت کی تھی لازم نہیں آتی، بلکہ قرینہ اُس کے برخلاف ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ نے اس کے جواب میں اُس تہمت سے بری ہونے کا کوئی لفظ بھی نہیں کہا، اگر اُس وقت یہودیوں کی مراد اُس سے تہمت بدنسبت حضرت مریم کے اور ناجائز مولود ہونے کی نسبت حضرت عیسیٰ کے ہوتی تو ضرور حضرت عیسیٰ اپنے جواب میں اپنی اور اپنی ماں کی بریت اُس تہمت سے ظاہر کرتے +

صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کی تلقین سے جو خلاف عقاید یہودتھی علمائے یہود ناراض ہو کر حضرت مریم پاس آئے جس سے اُن کی غرض یہ ہوگی کہ وہ حضرت عیسیٰ کو اُن باتوں سے باز رکھیں، اور کہا کہ تیرا باپ اور تیری ماں تو بڑے نیک تھے تو نے یہ کیسا عجیب بچہ جنا ہے جو تمام عقاید کے برخلاف باتیں کرتا ہے، حضرت مریم نے کہا کہ اُسی سے ہی پوچھو، اُس پر یہودی بول

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (۷۸)	کہہ دے (اے پیغمبر) کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اُس پر جو ہم پر اُتارا گیا اور اُس پر جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اُس کے پوتوں پر اُتارا گیا اور اُس پر جو موسےٰ و عیسےٰ اور تمام نبیوں کو اُن کے پروردگار کے پاس سے دیا گیا ہم فرق نہیں کرتے کسی میں اُن میں سے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں (۷۸)

کہا کہ وہ کل کا بچہ ہمارے مُنہ لگنے کے لایق نہیں، اُس پر حضرت مریم حضرت عیسےٰ کو اُٹھا لائیں اور اُنہوں نے کہا کہ مَیں خدا کا نبی ہوں۔ یہ ایسا معاملہ ہے جو فطرت انسانی کے موافق واقع ہُوا اور اب بھی واقع ہوتا ہے۔ شوخ و شریر لڑکے کی ماں سے اُس کی شکایت کی جاتی ہے، جو شوخی کہ اُس نے کی ہو اُس کی نسبت اُس کی ماں کہتی ہے کہ اُسی سے پوچھو، پس ان الفاظ سے جو قرآن مجید میں ہیں حضرت عیسےٰ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر کسی طرح استدلال نہیں ہو سکتا۔ اُٹھا لانے کا لفظ اس مقام پر مجازاً بولا گیا ہے، اُس سے خواہ نخواہ گود میں اُٹھا لانا لازم نہیں آتا ٭

سورۂ انبیا میں حضرت مریم کی نسبت خدا نے فرمایا ہے "والتی احصنت فرجھا فنفخنا فیھا من روحنا وجعلناھا وابنھا اٰیۃ للعالمین" اس سے بھی حضرت عیسےٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اول تو کوئی مسلمان خدا کی روح کے مجسم ہونے پر اعتقاد نہیں کر سکتا، "احصنت فرجھا" کے یہ معنی نہیں کہ احصنت فرجھا من کل رجل، بلکہ یہ معنی ہیں کہ احصنت فرجھا من غیر زوجھا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے "احصنت ای عن الفواحش لانھا قذفت بالزنا" اس کی نظیر خود قرآن میں موجود ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حصان کے معنی عفیفہ عورت کے ہیں اور اُس کی مثال میں حضرت مریم کی نسبت جو لفظ "احصنت فرجھا" کا آیا ہے وہی لکھا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اس لفظ سے حضرت مریم کا تہمت بد سے بری ہونا نکلتا ہے نہ

الحصان بالفتح المرءۃ العفیفۃ لمنعھا فرجھا من الفساد قال تعالےٰ ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا۔

حضرت عیسےٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا محصنات کے معنی عفاف کے اور جگہ بھی قرآن میں آئے ہیں جیسے کہ "محصنات غیر مسافحات" "محصنین غیر مسافحین" اور شوہر دار عورت کے بھی آئے ہیں جیسے کہ "والمحصنات من النساء" تفسیر کبیر میں لکھا ہے "یقال امرءۃ

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۷۹) كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (۸۰)	اور جو شخص سوائے اسلام کے دوسرا دین چاہیے تو ہرگز اُس سے قبول نہ کیا جاویگا اور وہ قیامت میں ٹوٹے والوں میں ہوگا (۷۹) کیونکر اللہ ہدایت کرے ایسی قوم کو کہ کافر ہوگئی اپنے ایمان لانے کے بعد اور گواہی دی کہ بیشک رسول برحق ہے اور اُن کے پاس صریح نشانیاں بھی آچکیں اور اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو (۸۰)

محصنۃ اذا کانت ذات زوج " پس حضرت مریم کی نسبت احصنت کا لفظ زیادہ تر صاحب زوج ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔

نفخ روح حضرت عیسیٰ میں کچھ دلیل اُن کے بن باپ ہونے کی نہیں ہوسکتی ۔ تمام انسانوں کی نسبت خدا تعالیٰ نے نفخ روح کہا ہے ، جیسے کہ سورۂ تنزیل میں فرمایا ہے " خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مھین ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ " پس جس طرح کہ اور تمام انسانوں میں اللہ اپنی روح نفخ کرتا ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ میں بھی کی تھی ۔

سورہ آل عمران میں ہے " ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون " اس آیت سے بھی حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا مفسرین نے لکھا ہے کہ وفد نجران جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ حضرت عیسیٰ ابن اللہ ہونے پر یہ دلیل لاتے تھے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس لئے خدا کے بیٹے ہیں اس دلیل کے رد کرنے کو یہ آیت نازل ہوئی ۔ اگر یہ روایت صحیح مانی جاوے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا تسلیم کرلیا ہو کیونکہ یہ دلیل بطور دلیل الزامی کے ہے ، دلیل الزامی میں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ جو مقدمہ مخالف نے قائم کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ، بلکہ اُس کے مقابلہ میں ایک اور مقدمہ مسلمہ پیش کیا جاتا ہے جس سے مخالف کی دلیل باطل ہوجاتی ہے پس اس مقام پر دلیل الزامی اس طرح پر قائم ہوتی ہے کہ اگر بالفرض تم بوجہ بن باپ کے پیدا ہونے کے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہو تو حضرت آدم کو جو بن ماں باپ کے پیدا ہوئے ہیں بدرجہ اولیٰ خدا کا بیٹا ماننا چاہیئے ، اور جب کہ تم حضرت آدم کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے تو حضرت عیسیٰ کو صرف بن باپ کے پیدا ہونے سے کیوں خدا کا بیٹا مانتے ہو ۔

معہذا اگر لفظ مثل سے حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ میں مماثلت مراد ہے تو وہ مماثلت دونو

أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (۸۱) خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ (۸۲)	وہی ہیں جن کی سزا یہ ہے کہ اُن پر ہے لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی (۸۱) ہمیشہ اُسی میں رہینگے اُن سے عذاب کی تخفیف نہ ہوگی اور نہ اُن کو مہلت دی جاویگی (۸۲)

کی خلقت میں تو ہو نہیں سکتی، کیونکہ حضرت آدم مٹی سے یا پانی سے پیدا ہوئے تھے، اور وہ نو مہینے کسی عورت کے پیٹ میں رہے اور نہ مثل ایسے انسانوں کے جو نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اُن کا حالت نطفہ سے جنین ہوتے تک نشو و نما ہوا، برخلاف حضرت عیسےٰ کے پس حضرت عیسےٰ اور حضرت آدم کی پیدایش میں تو کسی طرح مماثلت نہیں ہوسکتی، اور اگر یہ کہا جاوے کہ صرف باپ نہ ہونے میں مماثلت ہے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ اول یہ بات ثابت ہونی چاہیئے کہ حضرت عیسےٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے جب یہ بات ثابت ہو جاوے تو بن باپ پیدا ہونے میں مماثلت کا دعوےٰ ہوسکتا ہے، حالانکہ اُن کا بے باپ کے پیدا ہونا ابھی تک ثابت نہیں ہے - پس اگر مماثلت ہے تو یا تو نفخ روح میں ہے کہ حضرت آدم کی نسبت بھی کہا ہے کہ "نفخت فیہ من روحی" اور حضرت عیسےٰ کی نسبت کہا ہے "فنفخنا فیہ من روحنا" اور یا صرف مخلوق ہونے میں ہے کہ جس طرح آدم خدا کے بندے اور مخلوق تھے اسی طرح حضرت عیسےٰ بھی خدا کے بندے اور مخلوق ہیں، اور اس کی تائید قرآن مجید سے ہوتی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے "لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ" پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس آیت سے حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے پر استدلال کیا جاوے +

بعضے لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہر جگہ حضرت عیسےٰ کو ابن مریم کہا گیا ہے اگر اُن کے کوئی باپ ہوتا تو اُن کی ابنیت باپ کی طرف منسوب کی جاتی نہ ماں کی طرف، مگر یہ دلیل نہایت بودی ہے، کیونکہ جب قرآن نازل ہوا تو حضرت عیسےٰ یہود اور نصاریٰ دونوں میں ابن مریم کے لقب سے مشہور تھے، وہی مشہور لقب اُن کا قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہے، اس سے اُن کا بے باپ پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا +

(۴۸) حضرت مسیح کے واقعات میں جیسے کہ آپ کی ولادت کا مسئلہ بحث طلب ہے ویسا ہی آپ کی وفات کا مسئلہ بھی غور کے لایق ہے، یہودی یقین رکھتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا کر قتل کر ڈالا عیسائی یقین رکھتے ہیں کہ یہودیوں نے اُن کو صلیب پر چڑھایا اور وہ صلیب ہی پر مر گئے پھر صلیب پر سے اُتار کر قبر میں دفن کیا پھر وہ جی اُٹھے جمہور مسلمین

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۸۳﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۸۴﴾	مگر جنہوں نے اُس کے بعد توبہ کی اور نیکی کی تو بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ﴿۸۳﴾ بیشک جو کافر ہوئے اپنے ایمان کے بعد پھر زیادتی کی کفر میں ہرگز قبول نہ کی جاویگی اُن کی توبہ اور وہی ہیں گمراہ ﴿۸۴﴾

کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسےٰ پر الحاد کا اور یہودی شریعت کے مسائل مقررہ سے پھر جانے کا الزام لگایا تھا۔ انجیل یوحنا کے ساتویں باب کی بارھویں آیت میں لکھا ہے کہ "لوگوں میں اُس کی (یعنی حضرت عیسےٰ کی) بابت بہت تکرار تھی بعضے کہتے تھے کہ وہ نیک ہے اور کتنے کہتے تھے کہ نہیں بلکہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے" اور اُسی انجیل کے باب ۲۶ آیت ۶۵ میں لکھا ہے کہ "سردار امام نے اپنے کپڑے پھاڑ کر کہا کہ یہ (یعنی حضرت عیسےٰ) کفر کہہ چکا ہے اب ہم کو اور گواہوں کی کیا درکار ہے دیکھو اب تم نے اُس کا کفر بکنا سُنا"۔

یہودی شریعت میں جیسے کہ توریت کی کتاب احبار باب ۲۴ درس ۱۴ و کتاب استثناء باب ۱۳ سے پایا جاتا ہے ارتداد یا الحاد کی سزا سنگسار کرنا تھا، مگر اُس زمانہ میں رومیوں کی سلطنت تھی اور وہ یہودی شریعت سے مرتد ہونے کے جرم میں کسی کو سنگسار نہیں کرتے تھے اس لئے یہودیوں نے حضرت عیسےٰ پر بادشاہ وقت سے باغی ہونے کی تہمت لگائی اور پلاطس سے کہا کہ وہ اپنے تئیں یہودیوں کا بادشاہ کہتا ہے، لوگوں کو ورغلاتا ہے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتا ہے جرم بغاوت کی سزا صلیب پر چڑھا کر مار ڈالنا تھی، اس لئے یہودیوں نے پلاطس سے جو وہاں کا حاکم تھا درخواست کی کہ صلیب پر چڑھا دیا جاوے۔

واقعہ صلیب کے بعد مختلف فرقوں نے مختلف رائیں اُس کی نسبت قائم کیں۔ یہودی اپنی شیخی سے یہ دعوے کرتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسےٰ کو شریعت کے بموجب پہلے سنگسار کر کے قتل کر ڈالا اور پھر صلیب پر لٹکا دیا۔ عیسائی سنگسار کر کے مار ڈالنا تو تسلیم نہیں کرتے جو درحقیقت میں غلط بھی ہے، مگر صلیب پر چڑھا کر مار ڈالنا تسلیم کرتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ بعد اس کے حضرت عیسےٰ قبر میں دفن کئے گئے اور پھر مردوں میں سے جی اُٹھے اور حواریوں سے ملے، اور پھر زندہ آسمان پر چلے گئے اور اپنے باپ یعنی خدا کے دائیں ہاتھ پر جا بیٹھے۔ بعض قدیم عیسائی فرقے جن کو حضرت

لہ دیکھو انجیل متی باب ۲۲ درس ۱۶ و باب ۲۷ درس ۱۱ و ۲۷ ۔ و انجیل لوک باب ۱۵ درس ۲ و ۲۶ و باب ۲۳ درس ۲ و انجیل یوحنا باب ۱۹ درس ۱۹۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (۸۵)	بیشک جو کافر ہوئے اور کفر ہی میں مر گئے تو نہ قبول ہوگا اُن میں سے ایک کا بھی زمین بھر کر سونا اگر وہ اُس کو بدلے میں دے اُنہی لوگوں کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے اور کوئی اُن کے لئے مددگار نہیں (۸۵)

عیسٰے کا صلیب پر چڑھایا جانا نہایت ناگوار تھا حضرت عیسٰے کے صلیب پر چڑھائے جانے سے قطعًا منکر تھے، بعضے کہتے تھے کہ شمعون قرینی صلیب پر چڑھایا گیا، اور بعض کہتے تھے کہ یہوداے اسخریوطی۔ شمعون وہ شخص ہے جو صلیب لیکر چلنے کو بیگار میں پکڑا گیا تھا اور یہودا وہ شخص ہے جس نے مخبری کرکے حضرت عیسٰے کو پکڑوایا تھا ✤

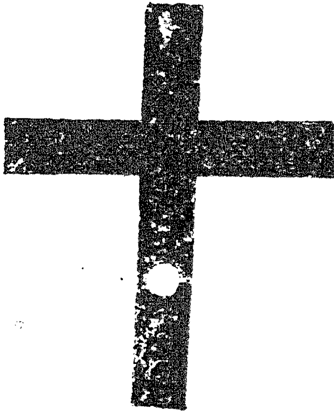
مسلمان مفسروں کی عادت ہے کہ پُرانے قصوں میں بغیر تحقیقات اصلیت کے اور بلا غور کرنے کے مقصد قرآن مجید پر جہاں تک ہو سکتا ہے یہودیوں اور عیسائیوں کی روایتوں کو لے لیتے ہیں۔ اُنہوں نے پچھلی روایت کو زیادہ موجب سمجھا اور ظاہری الفاظ قرآن مجید کو اُس کے مناسب پایا اس لئے اُنہوں نے پچھلی روایت کو اختیار کیا، اور قرآن مجید کے ایک لفظ کی بنا پر جس کو ہم آگے بیان کرینگے یہ قرار دیا کہ شمعون یا یہودا کی صورت بدل کر بعینہٖ حضرت عیسٰے کی سی صورت ہوگئی تھی اور یہودیوں نے اُس کو حضرت عیسٰے جانکر صلیب پر چڑھا دیا تھا، اور وہ زندہ آسمان پر چلے گئے تھے ✤

ظاہرًا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے کے آسمان پر جانے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے اعتقاد میں چنداں تفاوت نہیں ہے، کیونکہ دونوں حضرت عیسٰے کے زندہ آسمان پر چلے جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں، مگر درحقیقت یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو دونوں مذہبوں میں نہایت مختلف ہے عیسائی مذہب میں حضرت عیسٰے کے صلیب پر چڑھائے جانے اور صلیب ہی پر جان دینے کا اعتقاد رکن اعظم ایمان ہے، کیونکہ اُن کے اعتقاد میں انسانوں کی نجات صرف حضرت عیسٰے کے فدیہ ہونے یعنی صلیب پر جان دینے میں منحصر ہے۔ جو کوئی اس امر کا اعتقاد نہ کرے وہ موجودہ عیسائی مذہب کے مطابق عیسائی نہیں ہے اور نہ نجات کا مستحق ہے، پس مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ حضرت عیسٰے بغیر صلیب پر چڑھائے ہوئے زندہ آسمان پر چلے گئے موجودہ عیسائی مذہب کے بالکل برخلاف ہے ✤

اس واقعہ پر بحث کرنے سے پہلے ہم کو مناسب ہے کہ صلیب دینے کی نسبت کچھ بیان کریں کہ وہ کیونکر دی جاتی تھی اور کس طرح اُس پر جان نکلتی تھی۔ جاننا چاہئے کہ صلیب بطور چلیپا کے اس صورت کی ہوتی تھی ✝ اُس پر چڑھانے کا طریق یہ تھا کہ انسان کے دونوں ہاتھ اُن لکڑیوں پر جو یمین و یسار میں ہیں پھیلاتے تھے اور اُس کی ہتھیلیوں کو اُن لکڑیوں سے ملا کر آہنی کیلیں

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۛؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۸۶﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾	ہرگز نہ پہنچو گے بھلائی کو جب تک کہ خرچ کرو اس میں سے جس سے محبت رکھتے ہو (یعنی مال و دولت میں سے) اور جو کوئی چیز تم خرچ کرو گے تو بیشک اللہ اس کا جاننے والا ہے ﴿۸۶﴾ سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل پر مگر جو حرام کر لیا تھا اسرائیل نے خود اپنے پر قبل نازل کئے جانے توریت کے کہہ دے (اے پیغمبر) کہ لے آؤ توریت کو اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو ﴿۸۷﴾

ٹھوک دیتے تھے، جہاں گول نشان ہے وہاں ایک مضبوط لکڑی لگی ہوتی تھی جو دونوں ٹانگوں کے بیچ میں رہتی تھی اور انسان اس پر ٹک جاتا تھا اس سے غرض یہ تھی کہ انسان بدن کے بوجھ سے نیچے نہ کھسکنے پاوے پھر دونوں پاؤں کو اوپر تلے کر کے اور نیچے کی لمبی لکڑی پر رکھ کر ایک لوہے کی میخ اس طرح ٹھوکتے تھے کہ دونوں پاؤں کو توڑ کر لکڑی میں نکل جاتی تھی۔ اور کبھی پاؤں میں میخ نہیں ٹھوکتے تھے بلکہ رسی سے خوب جکڑ کر باندھ دیتے تھے ÷



صلیب پر چڑھا دینے سے انسان مر نہیں جاتا کیونکہ اس کی صرف ہتیلیاں اور کبھی ہتیلیاں اور پاؤں زخمی ہوتے تھے، اس کے مرنے کا سبب یہ ہوتا تھا کہ چار چار پانچ پانچ دن تک اس کو صلیب پر لٹکائے رکھتے تھے اور ہاتھ پاؤں کے چھیدوں اور بھوک اور پیاس اور دھوپ کا صدمہ اٹھاتے اٹھاتے کئی دن میں مرتا تھا۔ چنانچہ اس کی سند طیطوس کی شہادت سے جو کتاب سطیری کان صفحہ ۱۱۱ میں اور یوزبیرس کی شہادت سے جو تفسیر انجیل متی مطبوعہ گریگارٹن صفحہ ۹۳ میں مندرج ہے اور انسطریتان کی کتاب صفحہ ۲۰۹ سے جو حضرت مسیح کے حالات میں لکھی ہے اور یوسی بیس کی تاریخ کلیسا صفحہ ۲۵۱ سے بخوبی پائی جاتی ہے ÷

اب اس بات پر غور کرنی چاہیے کہ حضرت عیسے کو کس طرح صلیب پر چڑھایا تھا جس دن حضرت عیسے صلیب پر چڑھائے گئے وہ جمعہ کا دن اور یہودیوں کی عید فسح کا تہوار تھا، دوپہر کا وقت تھا جب ان کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ان کی ہتیلوں میں کیلیں ٹھوکی گئیں،

فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٨٨﴾ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٨٩﴾ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾

پھر جو کوئی خدا پر اس کے بعد جھوٹا افترا کرے تو وہی لوگ ہیں ظالم (۸۸) کہہ دے (اے پیغمبر) کہ سچ کہا خدا نے پھر پیروی کرو ابراہیم کے خالص دین کی اور (ابراہیم) مشرکوں میں سے نہ تھا (۸۹) بیشک پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا (یعنی لوگوں کے لئے خدا کی عبادت کرنے کو) وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ مبارک اور ہدایت عالموں کے لئے (۹۰)

مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ پاؤں میں بھی کیلیں ٹھونکی گئیں یا نہیں، کیونکہ انجیل یوحنا میں صرف ہتھیلیوں کے چھید دیکھنے کا ذکر ہے اور لوک کی انجیل میں ہاتھ و پاؤں دونوں کا، مگر اس اختلاف سے جو اصل امر ہے اُس میں کچھ اثر پیدا نہیں ہوتا ؛؛

عید فسح کے دن کے ختم ہونے پر یہودیوں کا سبت شروع ہونے والا تھا، اور یہودی مذہب کی رو سے ضرور تھا کہ مقتول یا مصلوب کی لاش قبل ختم ہونے دن کے یعنی قبل شروع ہونے سبت کے دفن کر دی جاوے، مگر صلیب پر انسان اس قدر جلدی نہیں مر سکتا تھا، اس لئے یہودیوں نے درخواست کی کہ حضرت مسیح کی ٹانگیں توڑ دی جاویں تاکہ وہ فی الفور مر جاویں، مگر حضرت عیسےٰ کی ٹانگیں توڑی نہیں گئیں، اور لوگوں نے جانا کہ وہ اتنی ہی دیر میں مر گئے۔ برچھی کا حضرت عیسےٰ کے پہلو میں اُن کے زندہ یا مردہ ہونے کی شناخت کے لئے چبھونا صرف یوحنا کی انجیل میں ہے اور کسی انجیل میں نہیں ہے اور نہ اُس وقت جب کہ حضرت عیسےٰ نے اپنے ہاتھوں کے چھید حواریوں کو دکھلائے پسلی کے چھید کا دکھانا کسی انجیل میں لکھا ہے، اس لئے برچھی کا چبھونا نہایت مشتبہ ہے، معہذا اگر وہ صحیح بھی ہو تو وہ بھی کوئی ایسا زخم جس سے فی الفور ہلاکت ہو متصور نہیں ہو سکتا جس طرح اُن کے ہاتھ پاؤں زخمی تھے اُسی طرح پسلی کے نیچے بھی ایک زخم تسلیم کیا جاوے ؛؛

جب کہ لوگوں نے غلطی سے جانا کہ حضرت درحقیقت مر گئے ہیں تو یوسف نے حاکم سے اُن کے دفن کر دینے کی درخواست کی، وہ نہایت متعجب ہوا کہ ایسے جلد مر گئے، اس قدر جلدی مر جانے کی خبر سے کچھ حاکم ہی کو تعجب نہیں ہوا بلکہ عیسائی بھی اس کو ناممکن سمجھتے تھے اور اس لئے تیسری صدی عیسوی میں جو عیسائی علما تھے انہوں نے حضرت عیسےٰ کا اس قدر جلد صلیب پر مرنا آخر کار ایک معجزہ قرار دیا ؛؛

غرضکہ یوسف کو دفن کرنے کی اجازت مل گئی اور حضرت عیسےٰ صرف تین چار گھنٹہ صلیب پر رہے

فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴿۹۱﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾

اُس میں صریح نشانیاں ہیں مقام ابراہیم کی اور جو کوئی وہاں آیا امن میں ہوا اور اللہ کے واسطے لوگوں پر اُس گھر کا حج کرنا ہے جس کو استطاعت ہو وہاں تک کے رستہ کی ﴿۹۱﴾ پھر جو کوئی کافر ہوا تو اللہ بے پرواہ ہے عالموں سے ﴿۹۲﴾ کہدے (اے پیغمبر) کہ اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی نشانیوں کے ساتھ اور اللہ گواہ ہے اُس پر جو تم کرتے ہو ﴿۹۳﴾ کہدے (اے پیغمبر) کہ اے اہل کتاب کیوں تم روکتے ہو اللہ کے رستہ سے اُس کو جو ایمان لایا تم اللہ کے رستہ کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو اور تم جانتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں ہے اُس سے جو تم کرتے ہو ﴿۹۴﴾

کسی کتاب سے نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز و تکفین کی حضرت عیسٰے کے ساتھ عمل میں آئی تھی بلکہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوسف نے اُن کو ایک لحد میں رکھا اور اُس پر ایک پتھر ڈھانک دیا۔ اس بات کا تصفیہ نہیں ہو سکتا کہ یوسف نے یہ کام اس لئے کیا تھا تاکہ حضرت عیسٰے کے دشمن یقین کرلیں کہ درحقیقت حضرت عیسٰے مر گئے اور وہ جانتا تھا کہ وہ مرے نہیں ہیں، یا آنکہ درحقیقت اُن کو مردہ سمجھ کر اُس نے لحد میں رکھ دیا تھا۔ بہرحال رات کو وہ اس لحد میں نہ تھے، اور اُس سے پہلی بات کی تائید ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود یہودیوں کو بھی شبہ تھا کہ وہ مر گئے ہیں یا نہیں اس لئے صبح کو یعنی بروز شنبہ اُنہوں نے حاکم کی اجازت سے وہاں پہرہ متعین کر دیا، مگر اب کیا فائدہ تھا جو کچھ ہونا وہ اس سے پہلے ہو چکا تھا۔

جب اس تمام واقعہ پر مورخانہ طور پر نظر ڈالی جاوے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ اُن پر ایسی حالت طاری ہوگئی تھی کہ لوگوں نے اُن کو مردہ سمجھا تھا۔ اس امر کی نظیریں کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اُترے ہیں تاریخ میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر کلارک نے متی کی انجیل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایسی کئی ایک مثالیں کہ شخص مصلوب کئی دن تک زندہ رہا ہے ہیروڈوٹس رومی مورخ نے لکھا ہے کہ سندوکیس دارا کے حکم سے صلیب پر چڑھا گیا اور پھر اُس کے حکم سے اُتارا گیا وہ زندہ رہا اور رہا کر دیا گیا۔ یوسی بیس مورخ نے اپنی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ طیطوس بادشاہ کے حکم سے بہت سے قیدی صلیب پر چڑھائے گئے، اُن میں سے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴿٩٥﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٩٦﴾	اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اطاعت کرو گے ایک فرقہ کی اُن میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے پھیر دینگے تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا کر ﴿٩٥﴾ اور کیونکر تم کافر ہو گے اور تم ہی ہو کہ پڑھ سنائی جاتی ہیں تم کو اللہ کی نشانیاں اور تم میں اُس کا رسول ہے اور جو کوئی اللہ کو مضبوط پکڑے تو بیشک اُس کو سیدھا رستہ بتا یا گیا ﴿٩٦﴾

تین آدمی اُس کے ملاقاتی تھے، اُس نے بادشاہ سے اُن کی سفارش کی اور وہ صلیب پر سے اُتارے گئے اور اُن کا معالجہ کیا گیا، مگر اُن میں سے دو آدمی مر گئے اور ایک شخص اچھا ہو گیا۔ حضرت عیسےٰ تین چار گھنٹہ کے بعد صلیب پر سے اُتار لئے گئے تھے اور ہر طرح پر یقین ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ تھے، رات کو وہ لحد میں سے نکال لئے گئے اور وہ مخفی اپنے مریدوں کی حفاظت میں رہے، حواریوں نے اُن کو دیکھا اور ملے اور پھر کسی وقت اپنی موت سے مر گئے۔ بلاشبہ اُن کو یہودیوں کی عداوت کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام میں دفن کر دیا ہوگا جو آج تک نامعلوم ہے، اور یہ مشہور کیا ہوگا کہ وہ آسمان پر چلے گئے۔ حضرت موسےٰ کی وفات کے وقت بھی نہایت شبہ تھا کہ بنی اسرائیل جو پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرتے پھرتے اور دشمنوں سے لڑتے لڑتے حضرت موسےٰ کے ہاتھ سے نہایت تنگ ہو گئے تھے حضرت موسےٰ کی لاش کے ساتھ کیا کرینگے اس لئے اُن کو بھی ایک پہاڑ کی کھوہ میں ایسے نامعلوم مقام میں دفن کیا تھا کہ آج تک کسی کو اُس کا پتہ معلوم نہیں ہوا۔ چنانچہ توریت کی پانچویں کتاب میں لکھا ہے کہ "پس موسےٰ بندہ خداوند در انجا بزمین موآب موافق قول خداوند وفات کرد واو را در دره زمین موآب برابر بیت یعور دفن کرد و ہیچ کس از مقبرۂ او تا با امروز واقف نیست" حضرت علی مرتضےٰ کا جنازہ بھی خوارج کے خوف سے اسی طرح مخفی طور پر دفن کیا گیا تھا حالانکہ خوارج کا خوف بہ نسبت یہودیوں کے بہت کم تھا، اور اسی طرح بعض فرق شیعہ نے حضرت علی مرتضےٰ کی نسبت بھی کہا تھا کہ وہ آسمان پر چلے گئے ✢

اب ہم کو قرآن مجید پر غور کرنا چاہیئے کہ اُس میں کیا لکھا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت عیسےٰ کی وفات کے متعلق چار جگہ ذکر آیا ہے ✢

اول تو سورہ آل عمران میں اور وہ یہی آیت ہے جس کی ہم تفسیر لکھتے ہیں کہ "جب اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی (۳ آل عمران آیت ۴۸) اللہ نے عیسےٰ سے کہا کہ بے شک میں تجھ کو

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ﴿۹۸﴾ وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ﴿۹۹﴾	اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو بجز ایسی حالت کے کہ تم مسلمان ہو ﴿۹۷﴾ اور مضبوط پکڑ لو اللہ کی رسی سب ملکر اور متفرق مت ہو اور یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اپنے پر جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر ملاپ کر دیا تمہارے دلوں میں پھر تم اس کی نعمت سے صبح کو اٹھے آپس میں بھائی بنکر ﴿۹۸﴾ اور تم آگ بھرے ہوئے گڑھے کے کنارہ پر تھے پھر تم کو اس سے بچایا اس طرح تم کو اللہ بتلاتا ہے اپنی نشانیاں تاکہ تم ہدایت پاؤ ﴿۹۹﴾

وفات دینے والا ہوں اور تجھ کو اپنی طرف رفع کرنے والا ہوں" ٭

دوم - سورہ مائدہ میں جہاں فرمایا ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ سے کہیگا

ماقلت ھم الاما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیء شھید (سورہ مائدہ آیت ۱۱۷)	کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تجھ کو اور تیری ماں کو خدا بناؤ تو حضرت عیسےٰ کہینگے کہ میں نے ان سے نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان پر شاہد تھا پھر جب تو نے مجھ کو وفات

دی تو تو ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے" ٭

سوم - سورۂ مریم میں جہاں فرمایا ہے کہ "جب حضرت مریم حضرت عیسےٰ کو علماء

واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا - والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا (سورہ مریم آیت ۳۲ و ۳۳ و ۳۴)	یہود سے کلام کرنے کو لے آئیں تو حضرت عیسےٰ نے کہا کہ میں خدا کا بندہ اور نبی ہوں مجھ کو کتاب ملی ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے نماز کا اور زکوٰۃ کا جب تک کہ میں زندہ رہوں اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا اور مجھ کو جبار وشقی نہیں بنایا ہے اور مجھ پر سلامتی ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور

جس دن کہ مرونگا اور جس دن کہ پھر زندہ ہو کر اٹھونگا (یعنی بروز حشر) ٭

چہارم - سورۂ نساء میں جہاں یہودیوں کے کفر کے اقوال بیان کئے ہیں وہاں انکا

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۱۰۰) وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۰۱)	اور تم میں ایک گروہ ہونا چاہئے کہ بُلاوے (لوگوں کو) نیکی کی طرف اور اور اچھے کام کرنے کو کہے اور بُرے کاموں سے منع کرے اور وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے (۱۰۰) اور اُن لوگوں کی مانند مت ہو جنہوں نے تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا بعد اس کے کہ اُن کے پاس نشانیاں آئیں اور وہی لوگ ہیں کہ اُن کے لئے بڑا عذاب ہے (۱۰۱)
وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه (سورہ نساء آیت ۱۵۶)	یہ قول نقل کیا ہے کہ ”یہودی کہتے تھے ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول خدا کو قتل کر ڈالا حالانکہ نہ انہوں نے اُن کو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا ولیکن اُن پر (صلیب پر مار ڈالنے کی) شبیہ کردی گئی اور جو لوگ کہ اس میں اختلاف کرتے ہیں البتہ وہ اس بات میں شک میں پڑے ہیں اُن کو اس کا یقین نہیں ہے بجز گمان کی پیروی کے اُنہوں نے اُن کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اپنے پاس اُن

کو اُٹھا لیا +

پہلی تین آیتوں سے حضرت عیسیٰ کا اپنی موت سے وفات پانا علانیہ ظاہر ہے مگر چونکہ علمائے اسلام نے بتقلید بعض فرق نصاریٰ کے قبل اس کے کہ مطلب قرآن مجید پر غور کریں یہ تسلیم کرلیا تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں، اس لئے انہوں نے ان آیتوں کے بعض الفاظ کو اپنی غیر محقق تسلیم کے مطابق کرنے کو بیجا کوشش کی ہے +

پہلی آیت میں صاف لفظ ”متوفیک“ کا واقع ہے جس کے معنی عموماً ایسے مقام پر موت کے لئے جاتے ہیں، خود قرآن مجید سے اس کی تفسیر پائی جاتی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے ”الله یتوفی الانفس حین موتها“ ابن عباس اور محمد ابن اسحٰق نے بھی جیسے کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے ”متوفیک“ کے معنی ”ممیتک“ کے لئے ہیں +

یہی حال لفظ ”توفیتنی“ کا ہے جو دوسری آیت میں ہے اور جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ جب تو نے مجھ کو موت دی یعنی جب میں مرگیا اور اُن میں نہیں رہا تو تو اُن کا نگہبان تھا +

پہلی آیت میں اور چوتھی آیت میں لفظ ”رفع“ کا بھی آیا ہے جس سے حضرت عیسیٰ

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۲﴾	جس دن کہ کچھ مُنہ سفید ہونگے اور کچھ مُنہ کالے ہونگے پھر جن کے مُنہ کالے ہونگے (اُن سے کہا جاویگا) کہ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے تھے پھر عذاب (کا مزہ) چکھو اپنے کافر ہونے پر ﴿۱۰۲﴾

کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ اُن کے جسم کو اُٹھا لینے کا - تفسیر کبیرؒ میں بھی بعض علماء کا قول لکھا ہے کہ لفظ ،، رفع ،، کا تعظیماً اور تفخیماً بولا گیا ہے +

جن علما نے ،، متوفیك ،، کے معنی ،، ممیتك ،، کے قرار دئیے تھے اُنہوں نے قرآن مجید کے ٹھیک ٹھیک معنی سمجھے تھے ، اُن کا خیال تھا کہ یہودیوں نے حضرت عیسٰے کو قتل نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی موت سے مرے مگر اُنہوں نے ،، رافعك ،، کے معنوں میں غلطی کی جو یہ خیال کیا کہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے ، کیونکہ ،، رافعك ،، کے لفظ سے جیسا ہم نے اوپر بیان کیا آسمان پر جانا لازم نہیں آتا - تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰے پر موت طبعی طاری کرنے سے مقصود یہ تھا کہ اُن کے دشمن اُن کو قتل نہ کرسکیں - وہب کا یہ قول ہے کہ وہ تین گھنٹے تک مردہ رہے اور محمد ابن اسحاق کا قول ہے کہ سات گھنٹے تک ، پھر زندہ ہوئے اور آسمان پر چلے گئے ، اور ربیع ابن انس کا قول ہے کہ اللہ تعالٰے نے آسمان پر اُٹھاتے وقت موت دی +

متوفیك اے ممیتك وهو مروی عن ابن عباس و محمد ابن اسحاق قالوا والمقصود ان لا یصل اعداؤه من الیهود الی قتله ثم انه بعد ذلك اکرمه بان رفعه الی السماء ثم اختلفوا علی ثلاثة اوجه احدها قال وهب توفی ثلاث ساعات ثم رفع وثانیها قال محمد ابن اسحاق توفی سبع ساعات ثم احیاه الله ورفعه الثالث قال الربیع بن انس انه تعالی توفاه حین رفعه الی السماء قال تعالی الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت منامها -

(تفسیر کبیر)

بہرحال ان اقوال سے اس قدر ثابت ہوا کہ بعض علما اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ حضرت عیسٰے کو موت طبعی طاری ہوئی ، اور بعض علما نے رفع کے لفظ سے حضرت عیسٰے کے جسم کا آسمان پر اُٹھا لینا مراد نہیں لیا ، بلکہ اُس سے اُن کی قدر و منزلت مراد لی ہے پس جب ان دونوں قولوں کو تسلیم کیا جاوے تو جو ہم بیان کرتے ہیں وہی پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰے کو یہودیوں نے نہ سنگسار کرکے قتل کیا نہ صلیب پر قتل کیا بلکہ وہ اپنی موت سے مرے

۵۷ قوله رافعك الی ان المراد الی محل کرامتی وجعل ذلك رفعا الیه للتفخیم والتعظیم ومثله قوله انی ذاهب الی ربی وانما ذهب ابراهیم صلعم من العراق والشام وقد یقول السلطان ارفعوا هذا الامر الی القاضی وقد یسمی الحجاج زوار الله ویسمی المجاورون جیران الله والمراد من کل ذلك التفخیم والتعظیم فکذلك ههنا +

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾	اور جن کے منہ سفید ہونگے تو اللہ کی رحمت میں ہونگے وہ اس میں ہمیشہ رہینگے ﴿۱۰۷﴾ یہ ہیں نشانیاں اللہ کی ہم تجھ کو پڑھ سناتے ہیں برحق ، اور اللہ لوگوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں کرتا ﴿۱۰۸﴾

اور خدا نے اُن کے درجہ اور مرتبہ کو مرتفع کیا ۔

ان آیتوں میں ایک لفظ بھی غور کے قابل ہے یعنی " مادمت فیھم " اس کے صاف معنی ہیں کہ جب تک میں زندہ تھا ، اور اُس کی سند خود قرآن مجید کی دوسری آیت میں موجود ہے جہاں فرمایا ہے " مادمت حیا " پس صاف ظاہر ہے کہ جو معنی " حیا " کے ہیں وہی معنی " فیھم " کے ہیں ، اس کے بعد ہے " فلما توفیتنی " تو اس سے اور بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس لفظ سے حیا ہی مراد تھی اور مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جب تک میں اُن میں تھا یعنی زندہ تھا تو میں اُس پر شاہد تھا ، اور جب تو نے مجھے موت دی تو تو اُن کا نگہبان رہا ۔ پس ان دونوں آیتوں میں اس دنیا ہی میں حضرت عیسیٰ کا زندہ رہنا اور اس دنیا ہی میں اپنی موت سے مرنا بخوبی ظاہر ہوتا ہے ۔

اب باقی رہی چوتھی آیت ، مگر جب یہ تحقیق ہو گیا کہ یہودی یہ دعوے کرتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو سنگسار کر کے قتل کیا تھا ، اور عیسائی یہ یقین کرتے تھے کہ یہودیوں نے صلیب پر حضرت عیسیٰ کو قتل کیا تھا ، حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط تھیں ، وہ سنگسار تو ہرگز نہیں ہوئے ، صلیب پر البتہ لٹکائے گئے مگر صلیب پر مرے نہیں ۔ ان دونوں اعتقادوں کے رد کرنے کو خدا نے فرمایا کہ " ماقتلوہ وماصلبوہ " پہلے " ما " نافیہ سے نفس قتل کا سلب ہوتا ہے اور دوسرے سے کمال صلیب کا ، کیونکہ صلیب پر چڑھانے کی تکمیل اُسی وقت تھی جب صلیب کے سبب موت واقع ہوتی ، حالانکہ صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی " ولکن شبہ لھم " سے اور زیادہ تشریح اس مطلب کی ہوتی ہے ۔ تشبیہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں ، ایک مشبہ ، ایک مشبہ بہ ، ایک وجہ تشبیہ ، ایک مشبہ لہ ، اس آیت میں صرف دو چیزیں بیان ہوئی ہیں ، ایک مشبہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے ۔ دوسری مشبہ لہم جو یہودی تھے اور جو دو ر پنے قتل حضرت مسیح تھے مشبہ بہ قرآن میں مذکور نہیں ہے ۔ علماے اسلام نے جب بعض عیسائی فرقوں کا قول پایا کہ شمعون یا یہودا صلیب پر چڑھایا گیا تھا اُنہوں نے جھٹ قرآن کے معنی بدل دیے ، اور یہودا یا شمعون کو مشبہ اور حضرت عیسیٰ کو مشبہ بہ ، اور یہودا یا شمعون کی تبدیل صورت کو

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۵﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾	اور اللہ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کام رجوع کئے جاتے ہیں ﴿۱۰۵﴾ تم اچھی امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے اچھے کاموں کے کرنے کو کہتے ہوئے بُرے کاموں کے کرنے سے منع کرتے ہو اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آدیں تو بلاشبہ اُن کے لئے اچھا ہے اُن میں سے بعضے ایمان والے ہیں اور اکثر اُن میں فاسق ہیں ﴿۱۰۶﴾

وجہ تشبیہ قرار دیدیا، حالانکہ یہاں صرف مشبہ بہ محذوف ہے اور وہ "موتی" ہے، اور وجہ تشبیہ وہ حالت ہے جو حضرت عیسےٰ پر طاری ہوئی تھی جس کے سبب وہ مردہ تصور ہوئے تھے - پس تقدیر آیت کی یہ ہے کہ "وما صلبوہ ولکن شبہ لھم بالموتی" - اس کی زیادہ تصریح اسی آیت کے اگلے لفظوں سے ہوتی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ "جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں اُن کو کچھ علم نہیں ہے بجز گمان کی پیروی کے" اور پھر اُس کے بعد تاکیداً اور یقیناً فرمایا کہ "اُنھوں نے عیسےٰ کو قتل نہیں کیا" اور اس مقام پر صلیب کا کچھ ذکر نہیں کیا بلکہ صرف قتل کی نفی کی، اور اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اوپر جو صلیب کی نفی کی تھی اُس سے نفی قتل بالصلیب مراد تھی نہ مطلق صلیب کی - ثم اماتہ اللہ باجل مسمی ورفعہ الیہ کما قال اللہ تعالیٰ بل رفعہ اللہ الیہ ✣

انہی باتوں پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسائی عالموں سے مباہلہ چاہا جس سے ایک نہایت عمدہ طور پر فطرت انسانی ظاہر ہوتی ہے - تمام اہل مذاہب خواہ صحیح مذہب رکھتے ہوں یا غلط دو قسم کے ہوتے ہیں جہلا اور علما - جہلا کا یقین مذہبی باتوں پر نہایت پختہ اور مستحکم ہوتا ہے، اور جو کچھ اُنھوں نے سمجھا ہے یا سیکھا ہے اُس کے سوا وہ اور کچھ نہیں جانتے، اور کوئی شبہ اُن کے دل میں نہیں ہوتا - اُن کی مثال اندھے آدمی کیسی ہے کہ وہ اُس رستہ پر جو اُس کو کسی نے بتلا دیا ہے چلا جاتا ہے اور اُس کے ٹھیک ہونے پر یقین رکھتا ہے اور خود نہیں جانتا کہ درحقیقت یہ رستہ اُسی جگہ جاتا ہے جہاں اُس کو جانا ہے یا نہیں - پھر اگر کسی نے کہدیا کہ میاں اندھے آگے گڑھا ہے یا دیوار ہے تو وہ بغیر کسی شک کے اُس پر یقین کر لیتا ہے اور ٹھیر جاتا ہے، پھر جس نے جو راہ بتائی اُس طرف ہو لیا - یہی جہلائے اہل مذہب کا حال ہے

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٠٧﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿١٠٨﴾

تم کو ضرر نہیں پہنچانے کے بجز تھوڑی سی اذیت دینے کے اور اگر تم سے لڑینگے تو تم سے پیٹھ پھیر دینگے پھر اُن کی مدد نہ کیجاویگی (۱۰۷) اُن پر ذلت ڈالی گئی ہے جہاں وہ ہوں (وہ کہیں نہیں ٹھیر سکتے) بغیر خدا کی پناہ یا آدمیوں کی پناہ لینے کے وہ پھر پڑے ہیں اللہ کے غضب میں یہ بات اس لئے ہوئی کہ وہ کفر کرتے تھے اللہ کی نشانیوں سے اور مار ڈالتے تھے نبیوں کو ناحق، یہ کام اُن کے گناہ کرنے کے سبب ہُوا اور وہ حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے (۱۰۸)

جس مذہب میں وہ ہیں اُن کو اُس پر ذرا بھی شبہ نہیں۔ مگر علما کا حال اُس کے برخلاف ہوتا ہے، گو وہ بھی مذہب کی پیروی کرتے ہیں اور جس مذہب میں وہ ہیں اُس کو سچ کہتے ہیں اور دل میں بھی اُس پر یقین رکھتے ہیں، مگر اُن کا دل شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ مذہب کے ہزاروں مسئلوں کو سچ کہتے ہیں مگر اُن کی عقل اُن کو قبول نہیں کرتی، اُن کا علم اُن کے ویسے ہی ہونے پر اُن کی تصدیق نہیں کرتا، اور جب وہ اُس پر سچا یقین نہیں کرسکتے تو اپنے دل کو سمجھاتے ہیں کہ گو یہ بات عقل سے اور سمجھ سے دور ہو مگر مذہب کی رُو سے ہم کو یونہی ماننا اور اُس پر یقین کرنا ضرور ہے۔ پس درحقیقت اُن پر اُن کو سچا یقین نہیں ہوتا، دل میں ایک کانٹا کھٹکتا رہتا ہے، اور جس پر اُن کو حقیقی یقین نہیں ہوتا، اُس پر یقین جتلانا چاہتے ہیں۔ علمائے عیسائی جو حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا اعتقاد رکھتے تھے یہ بھی ایسی ہی باتیں تھیں جن کو وہ مذہبًا مانتے تھے اور مذہبًا اُس پر اعتقاد رکھتے تھے، مگر سچائی سے دل نہیں مانتا تھا۔ فطرت انسانی میں یہ بات ہے کہ جو سچا شبہ اُس کے دل میں ہوتا ہے وہ دُور کرنے سے دُور نہیں ہوتا اور یقین جتلانے سے یقین نہیں ہوجاتا، بلکہ وہ شبہ جب ہی دور ہوتا ہے جب حقیقتًا دُور ہوجاوے، اور یقین جب ہی آتا ہے جب کہ حقیقتًا یقین آجاوے۔ ایسی حالت میں کوئی شخص ایسی بات کرنے پر فطرۃً آمادہ نہیں ہوسکتا جو اُس کے دل میں کھٹکنے والے شبہ کے برخلاف ہو۔ اسی لئے علمائے عیسائی سے نہ جہلائے عیسائی سے کہا گیا کہ اگر تم اس پر

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِىَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ ھٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْھَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَاَھْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

وہ ایک سے نہیں ہیں، اہل کتاب ہی میں لوگ ہیں سیدھے؛ وہ پڑھتے ہیں اللہ کی آیتوں کو پچھلی رات میں اور وہ سجدہ کرتے ہیں ﴿۱۰۹﴾ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور اچھے کاموں کے کرنے کو کہتے ہیں اور برے کاموں کے کرنے سے منع کرتے ہیں اور جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں اور وہ لوگ نیکوں میں ہیں ﴿۱۱۰﴾ اور جو کچھ کہ وہ بھلائیوں میں سے کرتے ہیں وہ مٹائی نہ جاویگی اور اللہ جانتا ہے پرہیزگاروں کو ﴿۱۱۱﴾ بیشک جو لوگ کافر ہوئے اُن کو اُن کا مال اور اُن کی اولاد اللہ سے کچھ بھی بے پرواہ نہیں کرنے کی اور وہ لوگ آگ میں پڑنے والے ہیں وہ اُس میں ہمیشہ رہینگے ﴿۱۱۲﴾ جو کچھ کہ وہ دنیا کی اس زندگانی میں خرچ کرتے ہیں اُس کی مثال ایسی ہوا کی مانند ہے جس میں سخت پالا ہو جو ایک قوم کی کھیتی پر پڑے جنھوں نے آپ اپنے پر ظلم کیا ہو پھر تمام کھیتی کو مار دے اور اُن پر خدا نے ظلم نہیں کیا ولیکن وہ آپ اپنے پر ظلم کرتے ہیں ﴿۱۱۳﴾

سچا یقین رکھتے ہو تو مباہلہ کرو، اور ظاہر ہو گیا کہ وہی دل میں کھٹکنے والا شبہ اُس پر آمادہ نہیں کر سکتا؛ اور ثابت ہو گیا کہ خود علماے عیسائی کو حضرت عیسےٰ کے ابن اللہ ہونے اور مر کے جی اُٹھنے پر سچا یقین نہیں تھا، اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اب بھی بجز ایسے یقین کے جو مذہبًا ہوتا ہے سچا یقین نہیں ہے ✣

ہم اہل اسلام کو بھی ان باتوں سے بری نہیں سمجھتے۔ ہزاروں مسلمان اس وقت موجود ہیں جو بہت سے مسئلوں پر صرف اس وجہ سے یقین رکھتے ہیں کہ مذہبًا اُن پر یقین رکھنا چاہئے، مگر وہ دل میں کھٹکنے والا شبہ اُن کے دل موجود ہے۔ البتہ اسلام میں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّھٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۵﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۱۶﴾ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ اِذْ ھَمَّتْ طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّھُمَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے لوگوں کے سوا کسی کو اپنا بھیدی مت بناؤ وہ تمہاری خرابی میں کمی نہیں کرتے وہ دوست رکھتے ہیں اُس چیز کو جو تمہیں رنج میں ڈالے بیشک اُن کے مُنہ کی باتوں سے دشمنی ظاہر ہوگئی ہے اور جو کچھ اُن کے دل میں چھپا ہوا ہے وہ اُس سے زیادہ ہے بلاشبہ ہم نے تم کو نشانیاں بتلادیں اگر تم سمجھتے ہو ﴿۱۱۴﴾ دیکھو جن لوگوں کو تم دوست رکھتے ہو اور وہ تم کو دوست نہیں رکھتے اور ہر ایک کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب وہ اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصہ کے مارے اُنگلیاں کاٹ کھاتے ہیں کہہ دے (اے پیغمبر) کہ مرو اپنے غصہ میں بیشک اللہ جانتا ہے دل کی باتوں کو ﴿۱۱۵﴾ اگر تم کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو اُن کو رنج دیتی ہے اور اگر تم پر کوئی بُرائی پڑتی ہے تو وہ اُس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو تم کو اُن کا فریب کچھ بھی ضرر نہ کرے بیشک اللہ اُن چیزوں پر جو وہ کرتے ہیں حاوی ہے ﴿۱۱۶﴾ اور (یاد کر) جب کہ تو اپنے لوگوں میں سے صبح کو اٹھا تا بٹھاتا تھا مسلمانوں کو کمین گاہ میں لڑنے کے لئے، اور اللہ سُننے والا ہے جاننے والا ﴿۱۱۷﴾ جب کہ تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا بزدلی کرنے کا اور اللہ اُن کا حمایتی تھا، اور چاہیے کہ ایمان والے اللہ ہی پر توکل کریں ﴿۱۱۸﴾

ایسے علما و اہل اللہ بھی گذرے ہیں جنھوں نے درحقیقت مذہب اسلام پر غور و فکر کی ہے اور حقیقۃً تمام شبہات اُن کے دل سے دور ہوئے ہیں، اور حقیقۃً اُن کے دل میں یقین آیا ہے۔ ایسے محققین کو ہمیشہ لوگوں نے کافر کہا ہے اور اب بھی کہتے ہیں، مگر کچھ شبہ نہیں

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ
اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۱۹﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ
بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا
وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ
هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ
بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ
اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ
قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۚ وَمَا النَّصْرُ
اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ
لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۲﴾
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ
اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ
فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور بیشک اللہ نے تمہاری مدد بدر (کی لڑائی) میں
کی تھی اور تم بے حقیقت (یعنی تھوڑے اور کمزور)
تھے پھر اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر کرو (۱۱۹) جب کہ تو مسلمانوں
سے کہتا کہ کیا تم کو کافی نہ ہوگا کہ تمہارا پروردگار تین
ہزار بھیجے ہوئے فرشتوں سے تمہاری
مدد کرے (۱۲۰) بلکہ اگر تم صبر کرو اور (بزدلی سے)
بچتے رہو اور ابھی وہ تم سے آبھڑیں اسی دم، تمہاری
مدد کریگا تمہارا پروردگار پانچ ہزار نشان دار فرشتوں
سے (۱۲۱) اور نہیں کیا اللہ نے اُس کو مگر بشارت
واسطے تمہارے اور تاکہ اُسے تمہارے دل مطمئن
ہوجاویں اور فتح نہیں ہے مگر اللہ کی طرف
سے جو بڑا ہے حکمت والا (بدر کی لڑائی میں تم کو
اس لئے فتح دی) تاکہ توڑ دے اُن لوگوں کے
ایک گروہ کو جو کافر ہوئے یا اُن کو ذلیل کردے
پھر وہ نامراد ہو کر الٹے پھر جاویں (۱۲۲) تجھ کو
اس سے کچھ کام نہیں یا اُن کو معاف
کرے یا اُن کو عذاب دے کیونکہ بیشک
وہ ظالم ہیں (۱۲۳)

کہ خدا کے سامنے اُن کے کفر کے مقابلہ میں دوسروں کا ایمان بجوے ہم نے ارزد ❊

(۱۱۸) (اذ ھمت طائفتان) پہلی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ در حقیقت
تمہارے دوست نہیں ہیں اُن کو اپنا بھید مت بتلاؤ، وہ ظاہر میں دوست ہیں اور باطن میں دشمن،
اُس کی مثال میں اللہ تعالےٰ نے جنگ اُحد کے واقعہ کو یاد دلایا۔ اُس لڑائی میں عبداللہ ابن اُبی
یہودی بھی تین سو آدمی لیکر شامل تھا، وہ ظاہر میں مسلمانوں سے ملا ہوا تھا مگر دل میں نفاق رکھتا
تھا، اور جس طرح پر لڑنا ٹھیرا تھا اُن بھیدوں کی اُس کو بھی خبر تھی، جب لڑائی شروع ہوئی
تو وہ معہ اپنے تین سو آدمیوں کے بھاگ نکلا۔ اُس کو بھاگتا ہوا دیکھ کر بنو سلمہ جو بنی خزرج کے
قبیلہ کے تھے اور بنو حارثہ جو اوس کے قبیلہ میں سے تھے اور یہ دونوں گروہ انصار میں سے۔ اور
سچے مسلمان تھے گھبرا گئے، اور انہوں نے بھی بھاگنے کا ارادہ کیا مگر پھر دل مضبوط کر کے قائم

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے اور عذاب دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ﴿۱۲۴﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو سود مت کھاؤ دوگنے پر دوگنا اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ ﴿۱۲۵﴾ اور بچو اس آگ سے جو طیار کی گئی ہے کافروں کے لئے اور اطاعت کرو خدا کی اور رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جاوے ﴿۱۲۶﴾ اور دوڑو اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف اور جنت کی جس کی چوڑان آسمانوں اور زمین کی مانند ہے طیار کی گئی ہے پرہیزگاروں کے لئے ﴿۱۲۷﴾ وہ لوگ وہ ہیں جو (اپنا مال) خرچ کرتے ہیں فراخی میں اور تنگی میں، اور غصہ کو پی جاتے ہیں، اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں، اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو ﴿۱۲۸﴾ اور وہ لوگ وہ ہیں کہ جب کوئی برا کام کرتے ہیں، یا اپنے پر آپ ظلم کرتے ہیں، تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پھر معافی چاہتے ہیں اپنے گناہوں کی، اور کون بخشتا ہے گناہوں کو بجز خدا کے اور (وہ لوگ) اپنے کئے پر ہٹ نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں ﴿۱۲۹﴾

رہے، اور لڑائی میں ایسی بے ترتیبی ہوگئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو بھی صدمہ پہنچا، آخرکار بہزار خرابی پھر سب مسلمان یکجا ہوئے اور دلیری سے لڑے اور دشمنوں کو ہزیمت دی ✣

﴿۱۱۹﴾ (ولقد نصرکم) احد کی لڑائی کی مثال تو خدا نے اس ضرر کے بتانے کی دی تھی جو غیر لوگوں کو بھید کی خبر کر دینے سے ہوتا ہے، اب یہ دوسری مثال بدر کے واقع کی دی ہے جس میں کوئی غیر شخص لڑائی کے بھیدوں سے واقف نہ تھا، اور باوجودیکہ مسلمان

أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ
مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ (۱۳۰) قَدْ
خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ
فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ (۱۳۱)
هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَ
مَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ (۱۳۲) وَلَا تَهِنُوا
وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ
إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱۳۳) إِنْ
يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ
قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ
نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ
الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ (۱۳۴)
وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ
يَمْحَقَ الْكَافِرِينَ (۱۳۵) أَمْ حَسِبْتُمْ
أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ
اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ
وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ (۱۳۶) وَلَقَدْ
كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ
أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ
تَنْظُرُونَ (۱۳۷)

وہی لوگ ہیں کہ اُن کی جزا اُن کے پروردگار سے
بخشش ہے اور جنتیں کہ اُن کے نیچے نہریں
بہتی ہیں، وہ ہمیشہ اُن میں رہینگے، اور
اچھا بدلا ہے (نیک) عمل کرنے والوں کا (۱۳۰)
بیشک تم سے پہلے (بہت سے) واقعات ہو چکے ہیں
پھر زمین کی (یعنی دنیا کی یا ملکوں کی) سیر کرو، پھر دیکھو
کہ کیونکر ہوا انجام جھٹلانے والوں کا (۱۳۱) یہ
لوگوں کے لئے (ایک) بیان ہے اور ہدایت اور
نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے (۱۳۲) تم سست مت
ہو اور رنج مت کرو اور تم ہی اعلیٰ ہو اگر تم
ایمان والے ہو (۱۳۳) اگر تم کو کوئی زخم (یعنی رنج و
مصیبت یا نقصان) پہنچے تو اگلی قوم کو بھی ایسا ہی
زخم پہنچا ہے، اور یہ زمانہ ہے کہ ہم اُس کو لوگوں
میں ادلتے بدلتے رہتے ہیں، تاکہ جان لے اللہ اُن
لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، اور ٹھہرائے تم میں سے
شاہد اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو (۱۳۴) اور
تاکہ کسوٹی پر کس لے اللہ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے
ہیں اور مٹادے کافروں کو (۱۳۵) کیا تم نے گمان کیا کہ
جنت میں جا پہنچوگے اور ابھی تک نہیں جانا اللہ نے
تم میں سے اُن لوگوں کو جو جہاد کرتے ہیں اور ابھی
تک نہیں جانا (اُن) صبر کرنے والوں کو (۱۳۶) اور ہاں بیشک
تم موت کی آرزو کرتے تھے اس سے پہلے کہ اُس سے
ملو پھر بیشک تم نے اُس کو دیکھ لیا اور تم
دیکھتے ہو (۱۳۷)

نہایت کم اور کمزور تھے اور دشمن بہت زیادہ اور قوی اُس پر بھی مسلمانوں نے فتح پائی ✤

بڑا مسئلہ بحث طلب اس آیت میں فرشتوں کا لڑائی میں دشمنوں سے لڑنے کے
لئے اُترنا ہے، میں اس بات کا بالکل منکر ہوں اور مجھے یقین ہے کہ کوئی فرشتہ لڑنے کو سپاہی

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ
خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ
مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى
اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى
عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا
وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۳۸﴾
وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا
بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ
يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا
وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ
مِنْهَا وَسَيَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۳۹﴾
وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ
رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ
اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا
ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ
الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ
اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْٓ اَمْرِنَا
وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ فَاٰتٰىهُمُ
اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ
الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۱﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى
اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

اور محمد اور کچھ نہیں ہے مگر ایک پیغمبر، بیشک اس سے
پہلے بھی پیغمبر گذرے ہیں، پھر کیا اگر وہ مرجاوے یا
مارا جاوے تو تم اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاؤ گے،
اور جو کوئی اپنی ایڑیوں پر پلٹے اللہ کو کچھ نقصان
نہیں پہنچاتا اور اللہ جزا دیگا شکر کرنے والوں
کو (۱۳۸) اور کسی جاندار کے لئے نہیں ہے کہ مرے
مگر اللہ کے حکم سے، لکھا ہوا ہے (اس کی موت
کا) وقت، اور جو کوئی دنیا کی بھلائی چاہتا
ہے اس میں اس کو ہم دینگے، اور جو کوئی آخرت
کا ثواب چاہتا ہے اس کو ہم اس میں سے
دینگے، اور جزا دینگے شکر کرنے والوں کو (۱۳۹)
اور نبیوں میں سے بہت ایسے ہوئے کہ ان کے ساتھ ہوکر
بہت سے خدا پرست لوگ (کافروں سے) لڑے پھر
وہ ان مصیبتوں سے جو ان کو خدا کی راہ میں پہنچیں سست
نہیں ہوگئے، اور نہ ناتواں ہوگئے اور نہ عاجز ہوگئے، اور اللہ
دوست رکھتا ہے صبر کرنے والوں کو (۱۴۰) ان کا قول بجز
اس کے نہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے
گناہ اور ہمارے کاموں میں ہماری زیادتیاں ہم کو معاف
کردے اور ہمارے قدموں کو (کافروں کے مقابلہ میں)
قائم رکھ اور ہم کو مدد دے کافروں کی قوم پر، پھر اللہ نے
ان کو دنیا کی بھلائی اور آخرت کا اچھا ثواب عطا کیا اور
اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو (۱۴۱)
اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اطاعت کروگے کافروں
کی تو وہ تم کو پھیر دینگے تمہاری ایڑیوں پر پھر تم ہو
جاؤ گے ٹوٹا اٹھانے والے (۱۴۲)

بن کر یا گھوڑے پر چڑھ کر نہیں آیا۔ مجھ کو یہ بھی یقین ہے کہ قرآن مجید سے بھی ان جنگ جو فرشتوں کا
اترنا ثابت نہیں ہے، مگر تمام مسلمانوں کا اعتقاد اس کے برخلاف ہے، وہ یقین کرتے ہیں

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ
النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ
قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ
يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَمَاْوٰىهُمُ
النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾
وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ
اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى
اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي
الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ﴿۱۴۵﴾ مِنْكُمْ
مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ
يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ
عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا
عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ
وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ
يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ
غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي
مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ
خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہ اچھا مدد کرنیوالا
ہے (۱۴۳) ہم جلد دہشت ڈال دینگے اُن لوگوں
کے دلوں میں جو کافر ہوئے اِس لئے کہ وہ شریک
کرتے ہیں اللہ کے ساتھ اُس چیز کو کہ اُس کے لئے
کوئی حجت نہیں اُتاری اور اُن کی جگہ آگ ہے
اور وہ بُری جگہ ہے ظالموں کے رہنے کی (۱۴۴)
اور ہاں بیشک تم سے اللہ نے اپنا سچا وعدہ کیا (یعنی اُحد کی
لڑائی میں) جب کہ تم اُن کو (یعنی اپنے دشمنوں کو) بھگاتے تھے
اُس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور تم
(اپنے متعلق) کام میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی
(یعنی پیغمبر کی) بعد اس کے کہ دکھا دیا تم کو جو تم چاہتے تھے
(یعنی دشمن پر فتح اور غلبہ) (۱۴۵) تم میں سے وہ تھے جو دنیا کو
چاہتے تھے اور تم میں سے وہ بھی تھے جو آخرت کو چاہتے تھے پھر تم کو
اُن سے شکست دلوا کر لوٹا دیا تاکہ تم کو مبتلا کرے، اور ہاں
بیشک تم کو معاف کیا اور اللہ فضل کرنے والا ہے
مسلمانوں پر (۱۴۶) جس وقت کہ تم بے تحاشا بھاگے
جاتے تھے اور کسی کی طرف مڑتے بھی نہ تھے اور پیغمبر تم
تم کو بلاتا تھا تمہاری پچھلی صف میں پھر سزا دی تم کو
غم پر غم کی (اللہ نے تم کو معاف کیا) تاکہ جو کچھ تم
نے کھو دیا اُس پر غمگین نہ ہو اور نہ اُس پر جو کچھ کہ
تم کو پہنچا اور اللہ خبر رکھتا ہے جو کچھ کہ تم کرتے ہو (۱۴۷)

کہ درحقیقت فرشتوں کا رسالہ لڑنے کو اُترا تھا، وہ نادانی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ فرشتوں کا لڑائی
کے لئے اُترنا منصوص ہے اور اُس سے انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے، مگر اُن کا یہ خیال
محض غلط ہے ✣

مجھ کو فکر تھی کہ اور کسی مسلمان نے بھی اس سے انکار کیا ہے یا نہیں، تو مجھ کو ایک مسلمان ملا
جس نے اس سے انکار کیا ہے، تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ابوبکر اصم اس سے سخت منکر تھے، اُنھوں
نے اپنے انکار کی چار دلیلیں بیان کی ہیں - ایک یہ کہ ایک فرشتہ بھی تمام دنیا کے غارت

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغۡشٰى طَآئِفَةً مِّنۡكُمۡ‌ وَطَآئِفَةٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ يَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَـقِّ ظَنَّ الۡجَـاهِلِيَّةِ‌ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَىۡءٍ‌ قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ‌ يُخۡفُوۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ مَّا لَا يُبۡدُوۡنَ لَكَ‌ يَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ كَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَىۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا هٰهُنَا‌ قُلۡ لَّوۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ لَبَرَزَ الَّذِيۡنَ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقَتۡلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمۡ‌ وَلِيَبۡتَلِىَ اللّٰهُ مَا فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ‌ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ (۱۴۸)

پھر تم پر اس غم کے بعد امن اُتارا ایسا کال
جس میں اُونگھ آجاوے چھا لیتا تھا ایک
گروہ کو تم میں سے اور ایک گروہ تھا کہ اُن کو
اُن کی جانوں ہی نے فکر میں ڈالا تھا گمان
کرتے تھے اللہ پر نا حق، کہتے تھے کہ کیا اس
کام میں ہمارے اختیار میں کچھ ہے کہدے
اے پیغمبر، کہ تمام کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں
چھپائے رکھتے ہیں اپنے دلوں میں وہ باتیں جو نہیں
ظاہر کرتے تجھ پر، کہتے ہیں کہ اگر اس کام میں ہمارے
اختیار میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے، کہدے
کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو بھی بیشک وہ لوگ
جن پر قتل ہونا لکھا تھا اپنے قتل ہونے کی جگہ پر نکل
کھڑے ہوتے، اور تاکہ امتحان کرے اللہ جو کچھ
کہ تمہارے سینوں میں ہے، اور کسوٹی پر کس لے
جو کچھ کہ تمہارے دلوں میں ہے، اور اللہ جانتا
ہے دلوں کی باتوں کو (۱۴۸)

کر دینے کو کافی تھا پھر فرشتوں کی فوج بھیجنے سے کیا فائدہ تھا۔ دوسرے یہ کہ جو کفار کہ لڑے اُن کو سب لوگ جانتے تھے اور جو صحابہ اُن کے مقابل ہوئے اُن کو بھی لوگ جانتے تھے پھر نہیں کہا جا سکتا کہ کفار کو فرشتوں نے مارا تھا۔ تیسرے یہ کہ اگر فرشتے لڑے تھے تو وہ لوگوں کو دکھائی دیتے تھے یا نہیں، اور اگر دکھائی دیتے تھے تو آدمیوں کی صورت میں دکھائی دیتے تھے یا اَور کسی صورت میں، اگر آدمیوں کی صورت میں دکھائی دیتے تھے تو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں شمار ہوتے تھے، اور اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لشکر تین ہزار یا اُس سے زیادہ ہو گیا ہوگا، اور اتنا لشکر کسی نے بیان نہیں کیا، اور قرآن کے بھی برخلاف ہے کیونکہ دشمنوں کی آنکھوں میں تھوڑا لشکر دکھائی دیتا تھا، اور اگر اور کسی صورت پر دکھائی دیتے تو تمام لوگوں کے دل پر دہشت پڑ جاتی، اور اگر وہ لوگوں کو دکھائی نہ دیتے تو کفار کو لوگ بغیر قتل کرنے والے کے قتل ہوتا ہوا دیکھتے، اور یہ واقعہ اعظم معجزات میں سے ہوتا، مگر اس طرح پر کفاروں کا مارا جانا وقوع میں نہیں آیا۔ چوتھے یہ کہ جو فرشتے آئے تھے اُن کے اجسام کثیف تھے یا لطیف

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۴۹﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۵۰﴾ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿۱۵۲﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۳﴾

بیشک جنھوں نے تم میں سے پیٹھ پھیری دو فوجوں کے بھڑ جانے کے دن اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ڈگمگا دیا اُن کو شیطان نے اُن بعض کاموں کے سبب جو اُنھوں نے کئے، اور ہاں بے شبہ اُن کو اللہ نے معاف کیا، بیشک اللہ بخشنے والا حکم والا ہے (۱۴۹) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اُن لوگوں کی مانند مت ہو جو کافر ہوئے اور اپنے بھائیوں کو کہا جب کہ وہ سفر کرنے کو چلے یا جب وہ لڑائی پر تھے کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ کرے اللہ اس کو پچھتاوا اُن کے دلوں میں اور اللہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس کو دیکھتا ہے (۱۵۰) اور اگر تم مارے جاؤ اللہ کی راہ میں یا مر جاؤ تو بلاشبہ بخشش اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اُس سے جو وہ جمع کرتے ہیں (۱۵۱) اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ بے شبہ اللہ کے پاس لیجائے جاؤ گے (۱۵۲) پھر خدا کی رحمت سے ہے کہ تو اُن کے لئے نرم (مزاج) ہوا اور اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو تیرے اردگرد سے بھاگ جاتے، پھر اُن کو معاف کر اور اُن کے لئے (خدا سے) معافی چاہ اور اس کام میں اُن سے مشورہ کر پھر جب تو مصمم ارادہ کرلے تو اللہ پر توکل کر، بیشک اللہ دوست رکھتا ہے توکل کرنے والوں کو (۱۵۳)

اگر کثیف تھے تو اُن کو سب لوگ دیکھتے حالانکہ اُن کو کسی نے نہیں دیکھا، اور اگر اُن کے اجسام ہوا کی طرح لطیف تھے تو گھوڑے پر سوار ہو کر نہیں آسکتے تھے ÷

امام فخر الدین رازی نے ان شبہوں میں سے کسی کا جواب نہیں دیا اور ملانوں کی طرح یہ بات کہی کہ ایسے شبہے کرنا اُس شخص کو لائق ہے جو قرآن اور نبوت کا منکر ہو، مگر جو شخص کہ قرآن اور نبوت

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۵۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۵۵﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللّٰهِ وَمَأْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۱۵۶﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۱۵۷﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُبِينٍ ﴿۱۵۸﴾

اگر تمھاری مدد خدا کرے تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں، اور اگر تم کو خوار کرے تو پھر کون ایسا ہے جو اُس کے بعد تمھاری مدد کرے اور اللہ پر توکل کرتے ہیں ایمان والے ﴿۱۵۴﴾ اور کسی نبی کے لائق نہیں ہے کہ (غنیمت کے مال میں) غبن کرے اور جو کوئی غبن کریگا آویگا اُس چیز سمیت جس کو غبن کیا ہے قیامت کے دن پھر پوری دیجاویگی (سزا) ہر ایک شخص کو اُس کی جو اُس نے کمایا ہے اور اُن پر ظلم نہ کیا جاویگا ﴿۱۵۵﴾ پھر کیا وہ شخص جس نے تابعداری کی اللہ کی رضامندی کی اُس شخص کی مانند ہوگا جس نے کمایا غصہ اللہ کا اور اُس کی جگہ جہنم ہے اور بُری جگہ جانے کی ہے ﴿۱۵۶﴾ اُن کے درجے ہیں اللہ کے پاس اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ﴿۱۵۷﴾ بیشک اللہ نے احسان کیا ہے ایمان والوں پر جب بھیجا اُن میں رسول اُنہی میں سے پڑھ سُناتا ہے اُن کو اُس کی نشانیاں اور پاک کرتا ہے اُن کو اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب اور حکمت اور بیشک وہ تھے اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں ﴿۱۵۸﴾

کو مانتا ہے اُس کو ایسے شبہے کرنے لائق نہیں، پس ابوبکر اصم کو لائق نہ تھا کہ ان باتوں کا انکار کرتا باوجود اس کے کہ نص قرآن سے اُن کا ہونا پایا جاتا ہے اور ایسی حدیثوں میں جو تواتر کے قریب ہیں اُن کا بیان ہے ٭

امام صاحب نے اخیر بات تو یقینی غلط کہی ہے، کیونکہ تواتر تو درکنار کسی صحیح اور قوی حدیث سے بھی ان باتوں کا ثبوت نہیں ہے، تمام ضعیف اور موضوع حدیثیں ہیں جن میں ایسی باتیں مذکور ہیں علمائے محققین ایسی حدیثوں پر اعتبار نہیں کرتے اور اصول حدیث سے بھی اُن کی تقویت نہیں ہوتی۔ پہلی بات بھی امام صاحب کی صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید سے فی الواقع سپاہی بنکر فرشتوں کا اُترنا پایا نہیں جاتا، بلکہ صرف وہ ایک بشارت تھی مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرنے اور لڑائی میں ثابت قدم رہنے کی، جیسے کہ خود خدا نے اس جگہ اور سورہ انفال

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۵۹) وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّااتَّبَعْنٰكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ (۱۶۰) يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ (۱۶۱)

کیا جب تم کو پہنچی مصیبت (احد کی لڑائی میں) بیشک پہنچے تھے تم اُن سے دو چند کو (بدر کی لڑائی میں) تم نے کہا کہ یہ کہاں سے ہے (یعنی بدر کی لڑائی کی مصیبت) کہدے کہ وہ خود تمہیں میں سے ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۵۹) اور جو کچھ تم کو پہنچا دو گروہوں کی مٹھ بھیڑ کے دن پھر اللہ کے حکم سے تھا اور تاکہ جان لے ایمان والوں کو اور تاکہ جان لے اُن لوگوں کو جنہوں نے نفاق کیا اور کہا گیا اُن کو آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا (کافروں کے حملے کو) دفع کرو کہنے لگے کہ اگر ہم لڑنا جانتے تو بیشک تمہاری پیروی کرتے وہ کفر کے لئے اُس دن قریب تر تھے بہ نسبت اس کے کہ اُن میں سے (کوئی) واسطے ایمان کے (۱۶۰) کہتے ہیں اپنے منہوں سے جو نہیں ہے اُن کے دلوں میں اور اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں (۱۶۱)

میں فرمایا ہے "وما جعله الله الا بشری لکم ولتطمئن قلوبکم بہ" مگر اس سورہ میں جنگ بدر کے واقعہ کا جس سے یہ آیت متعلق ہے بہت ہی تھوڑا بیان ہے، اور سورہ انفال میں وہ واقعہ بالاستیعاب بیان ہوا ہے اور اُس میں ہزار فرشتوں کی مدد کا ذکر ہے، پس ہم اس کی زیادہ تفصیل اور فرشتوں کی امداد کی حقیقت اور تین ہزار و پانچ ہزار اور ایک ہزار کے عدد کے کہنے کی وجہ خدا نے چاہا تو سورہ انفال کی تفسیر میں بیان کرینگے ✢

(۱۴۸) (امنة نعاسا) یہ مضمون دو آیتوں میں آیا ہے ایک اسی آیت میں اور دوسرے سورہ انفال کی آیت میں جہاں فرمایا ہے "اذ یغشیکم النعاس امنة منه" پہلی آیت جنگ احد سے متعلق ہے اور دوسری جنگ بدر سے۔ جنگ احد میں یہ امر پیش آیا تھا کہ لڑائی شروع ہونے پر مسلمانوں کی فتح اور دشمنوں کی شکست ہوئی شروع ہوئی مسلمانوں کا ایک گروہ تو بدستور لڑنے کی جگہ قائم رہا اور لڑا کیا مگر ایک گروہ نے لوٹ کے لالچ سے اُن مقاموں کو جہاں وہ متعین تھے چھوڑ دیا اور لوٹ پر جا پڑے، دشمن اس بے ترتیبی کو دیکھ کر پھر پڑے اور خوب مارا یہاں تک کہ فتح کی شکست ہوگئی اور وہ لوگ جو لوٹ کے لالچ میں پڑے تھے اور اُن کی دیکھا دیکھی وہ لوگ بے تحاشا بھاگ نکلے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک پتھر جا لگا جس سے دندان مبارک کو

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۶۲) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (۱۶۳) فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۶۴)	جن لوگوں نے کہا اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے کہ دے کہ ہٹا دو اپنے آپ پر سے موت کو (۱۶۲) اور نہ گن اُن لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مرے ہوئے بلکہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک رزق دیئے جاتے ہیں (۱۶۳) خوش ہیں اُس چیز سے جو دیا ہے اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے خوشخبری دیتے ہیں (ایک دوسرے کو) اُن لوگوں سے جو اُن کے بعد (ابھی تک) اُن سے آکر نہیں ملے (یعنی ابھی تک شہید نہیں ہوئے) کہ اُنکو کچھ خوف نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے (یعنی شہید ہونے کے بعد) (۱۶۴)

سخت صدمہ پہنچا اور آپ بھی ایک گڑھے میں گر پڑے مگر پھر سنبھل کر لوگوں کو پکارا اور اکٹھا کیا اور اُن کے دلوں کو تقویت دی اور دشمنوں پر حملہ کیا وہ بھاگ نکلے اور اخیر کو مسلمانوں کی فتح ہوئی شکست کے بعد جو لوگوں کے دل کو تقویت اور دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت ہوئی اُس کا ذکر خدا تعالےٰ نے اس آیت میں ان لفظوں سے کیا ہے کہ ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا ✤

دوسری آیت جو جنگ بدر سے متعلق ہے اُس میں یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ مسلمان نہایت اقل قلیل تھے تین سو تک بھی اُن کی تعداد نہ تھی اور ہتھیار بھی نہایت کم معدودے چند تھے اُن کا دفعۃً مقابلہ دشمن کے گروہ کثیر سے جو بخوبی مسلح تھے ہوگیا مسلمانوں پر نہایت مایوسی اور دہشت طاری ہوئی دل چھوٹ گئے دشمنوں کی کثرت سے گھبرا گئے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے دلوں کو تقویت دلائی خدا کے بھروسہ پر لڑنے کو آمادہ کیا سب کے دل میں طمانیت اور جرأت پیدا ہوئی دشمنوں سے مقابلہ کیا اور ایسی بہادری و دلیری سے مقابلہ کیا کہ دشمنوں کا دل چھوٹ گیا وہ بھاگ نکلے اور بہت سے مارے گئے ایک قلیل گروہ کو خدا نے جم غفیر پر فتح دی۔ اس پہلی ہراس و مایوسی اور دہشت کے بعد جو تقویت و طمانیت و جرأت مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوئی اُس کا ذکر خدا نے دوسری آیت میں ان لفظوں سے کیا ہے ،، اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ ✤

ان دونوں آیتوں میں جو نعاس کا لفظ ہے اُس پر لوگوں نے روایتیں گھڑنی شروع کیں اور

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶۶﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۶۷﴾	خوشخبری دیتے ہیں (اپنے آپ کو) اللہ کی نعمت سے اور فضل سے اور بیشک اللہ نہیں ضائع کرتا اجر ایمان والوں کا ﴿۱۶۵﴾ جن لوگوں نے قبول کیا (حمراء اسد میں ابوسفیان کے حملہ کو روکنے کے لئے جانا) اللہ و رسول کے لئے بعد اس کے کہ اُن کو زخم پہنچا تھا (اُحد کی لڑائی میں) تو اُن میں سے اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے اچھے کام کئے اور پرہیزگاری کی بہت بڑا اجر ہے ﴿۱۶۶﴾ وہ لوگ جن لوگوں نے کہا تھا کہ بیشبہ بیت لوگ تم سے لڑنے کو جمع ہوئے ہیں (بدر صغریٰ کے مقام میں) پھر اُن ڈر واس کہنے نے اُن کے ایمان کو زیادہ کردیا اور اُنہوں نے کہا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور اچھا کارساز ﴿۱۶۷﴾

کہا کہ درحقیقت اُس لڑائی میں وہ گروہ جس نے فتح حاصل کی اُونگھ گئے تھے، ایک راوی نے ابوطلحہ کا قول نقل کیا کہ ہم ایسے اُونگھ گئے تھے کہ ہمارے ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑتی تھی پھر ہم اُس کو اُٹھاتے تھے اور پھر اُونگھ کے مارے چھوٹ پڑتی تھی، پھر ان بے اصل روایتوں پر علما نے طبع آزمائی شروع کی اور کہا کہ ایسے خوف کی حالت میں اُونگھ کا آجانا ایک معجزہ تھا اور یہ معجزہ اس لئے ہوا تھا کہ مسلمانوں کا ایمان اور خدا کی قدرت پر یقین اور زیادہ بڑھ جاوے، اور نیند آجانے سے کسل وضعف رفع ہوجاوے، اور جن لوگوں کو دشمن قتل کر رہے تھے اُن کا قتل ہونا نہ دیکھیں، کیونکہ اگر وہ لوگ جو قتل ہونے سے بچ گئے اُونگھ نہ جاتے اور اپنے عزیز و اقارب کو قتل ہوتے دیکھتے تو اُن پر خوف و بزدلی چھا جاتی اور جو لوگ باوجود اُونگھ جانے کے قتل ہونے سے بچ گئے اُن کو خدا کی حفاظت پر زیادہ یقین ہوگیا۔ یہ ایسے بیہودہ خیالات ہیں کہ جو کوئی اُن کو پڑھتا ہے افسوس کرتا ہوگا +

ہمارے علمائے مفسرین کی عادت ہے کہ ضعیف و موضوع اور بے اصل روایتوں کو اپنی تفسیروں کا زیور سمجھتے ہیں اور کیسی ہی ضعیف و بے اصل روایت اُن کے کان تک پہنچے قرآن مجید کے اصل مطلب پر غور کئے بغیر قرآن کی آیتوں کو توڑ مروڑ کر اُن بے اصل روایتوں کے مطابق کرنا چاہتے ہیں، اُسی اپنی عادت کے مطابق اُنہوں نے ان دونوں آیتوں کو بھی توڑا مروڑا ہے +

پہلی آیت میں اُنہوں نے ”امنة نعاسا“ کو بدل و مبدل منہ قرار دیا ہے یعنی امنة کو مبدل منہ اور نعاسا کو بدل اور جو کہ بدل و مبدل منہ میں مقصود بدل ہوتا ہے اس لئے اُنہوں نے قرار دیا کہ خدا نے فی الحقیقت نیند ہی کو مسلط کیا تھا۔ مگر اس مقام پر بدل کل تو صحیح نہیں ہوسکتا

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ (۱۶۸) اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۶۹)	پھر وہ وہاں سے پھر آئے اللہ کی طرف سے نعمت اور فضل کے ساتھ اُن کو کسی بُرائی نے چھوا تک نہیں اور اُنہوں نے پیروی کی اللہ کی رضامندی کی اور اللہ بڑا فضل والا ہے (۱۶۸) اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ یہ کہنے والا شیطان تھا ڈراتا تھا اللہ کے دوستوں کو پھر تم اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو (۱۶۹)

اِس لئے بدل کل اور مبدل منہ میں اتحاد ذاتی ضرور ہے اور امن اور نعاس میں اتحاد ذاتی نہیں۔ اور بدل بعض بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس میں بدل مبدل منہ کا جزو ہونا چاہیئے اور نعاس امن کا جزو نہیں ہے اور عام طور سے بدل اشتمال بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس میں بدل کا مبدل منہ سے ایک ایسا تعلق ہونا چاہیئے کہ اُس کا تصور مبدل منہ کے تصور کا مستلزم ہو شاید اُنہوں نے امنۃ نعاسا کو بدل اشتمال کی وہ قسم قرار دیا ہو جس میں مبدل منہ بدل کا جزو ہوتا ہے اور اُنہوں نے امن کو نعاس کا جزو قرار دیا ہوگا کہ وہ بغیر امن کے نہیں ہوسکتی ✤

سورہ انفال کی آیت سے یہ مطلب حاصل ہونا نہایت مشکل بلکہ درحقیقت ناممکن ہے مگر ہمارے مفسرین نے اُس سیدھی صاف آیت کو بھی توڑ مروڑ ڈالا ہے۔ اُنہوں نے نعاس کو یغشی فعل متعدی کا مفعول بہ اور امنۃ کو مفعول لہ قرار دیا ہے، مگر امنۃ مفعول لہ نہیں ہوسکتا تھا اس لئے کہ مفعول لہ ہونے کے لئے ضرور ہے کہ فعل جو عامل ہے اُس کا اور مفعول لہ دونوں کا فاعل واحد ہو اس جگہ یغشی فعل متعدی کا فاعل تو خدا تھا اور امنۃ جو باب لازمی سے ہے وہ ایک صفت ہے جو خود مخاطبین میں قائم تھی، اب ہمارے مفسرین نے خواہ نخواہ قرآن مجید کو اُن بے اصل کہانیوں سے مطابق کرنے کے لئے جن کو قبل از غور معانی قرآن بطور سچ کے تسلیم کرلیا تھا اور امنۃ کو مفعول لہ ٹھیرانے کے لئے تمام سیاق قرآن مجید کو بدل دیا۔ صاحب بیضاوی فرماتے ہیں " وھو مفعول لہ باعتبار المعنی فان قولہ یغشیکم النعاس متضمن معنی تنعسون " یعنی امنۃ کے لفظوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ معنوں کے اعتبار سے مفعول لہ ہے کیونکہ خدا کا یہ کہنا کہ چھا دیا (یعنی اللہ نے)، تم پر اُونگھ کو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اُونگھ گئے۔ اُونگھ جانا بھی ایک صفت ہے جو مخاطبین میں قائم تھی پس گویا دونوں کے فاعل مخاطبین ہوگئے اور امنۃ کا مفعول لہ ہونا درست ہوگیا ✤

مگر ہر شخص انصاف سے دیکھ سکتا ہے کہ اس طرح آیت کے معنی قرار دینا بالکل نظم قرآنی کو بدل دینا ہے۔ اول۔ یغشی جو متعدی ہے اُس کو باعتبار معنی مفروضہ لازمی قرار دینا ہے۔ دوسرے

اور تجھ کو غمگین نہ کرینگے (اے پیغمبر) وہ لوگ جو بڑھے جاتے ہیں کفر میں بیشک وہ کچھ بھی اللہ کو ضرر نہیں پہنچا سکتے خدا چاہتا ہے کہ اُن کے لیئے کوئی حصہ آخرت میں نہ کرے اور اُن کے لیئے بڑا عذاب ہے (۱۷۰) بیشک جن لوگوں نے خریدا کفر کو ایمان کے بدلے اور وہ کچھ بھی اللہ کو ضرر نہ پہنچاوینگے (۱۷۱)	وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۱۷۰) اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۱۷۱)

تمام سیاق قرآنی اس مقام پر اس طرح واقعہ ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے احسانوں کو یاد دلاتا ہے اور اپنے تئیں اُن کا فاعل بیان کرتا ہے۔ اس آیت کے قبل بیان فرمایا ہے" واذ یعدکم اللہ" پھر فرمایا" اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم" پھر اس آیت کے بعد فرمایا" اذ یوحی ربک" پس اگر اذ یغشیکم النعاس کو بمعنی تنعسون لیا جاوے اور فعل متعدی کو بمعنی لازمی قرار دیا جاوے تو تمام سیاق قرآنی اُلٹ جاتا ہے بلکہ سلسلہ عطف و معطوف کا درست نہیں رہتا، ان تمام خرابیوں کا سبب یہ ہے کہ اُن بے اصل روایتوں پر پہلے سے دل میں یقین بٹھالیا ہے کہ درحقیقت لڑائی میں لوگ سو رہے تھے اور پھر اس کی مطابقت کرنے کو اس قدر تکلف کیا ہے ✽

قرآن مجید کی دونوں آیتوں کے معنی نہایت صاف ہیں، کوئی شخص لڑائی میں نہ سویا تھا نہ اونگھا تھا، بلکہ" امنۃ نعاسا" سے کنایہ غایت امن اور کامل امن سے ہے۔ انسان اُسی وقت سوتا ہے جب کہ اُس کو پورا امن ہو اس لئے نعاسا سے غایت امن یا کامل امن کنایہ کیا گیا ہے پس پہلی آیت میں" امنۃ" موصوف ہے اور" نعاسا" اُس کی صفت ہے، مصادر میں تانیث و تذکیر ضروری امر نہیں ہے پس تقدیر کلام کی یوں ہے کہ" امنۃ کامنۃ النعاس" یعنی نیند کا سا امن۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شکست ہونے کے بعد لوگوں کا دل بڑھایا اور ہمت دلائی تو خدا نے اُن کے دلوں پر کامل اور نہایت درجہ کا امن اور تسلی و طمانیت ڈالی کہ وہ شکست کے بعد پھر پڑے اور دشمنوں پر فتح پائی ✽

تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس آیت میں" نعاس" کے لفظ سے کنایہ غایت امن کا ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بغیر کسی دلیل کے لفظ نعاس کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لئے جاتے ہیں، مگر یہ اعتراض اُن کا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس جگہ لفظ نعاس کو مجازی معنوں میں لینے کے لئے خود سورۂ انفال کی آیت دلیل موجود ہے جیسے کہ ہم بیان

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (۱۷۲) مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (۱۷۳) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ (۱۷۴)

اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہمارا اُن کو مہلت دینا اُن کے حق میں بہتر ہے اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اُن کو اس لئے مہلت دیتے ہیں تاکہ گناہوں میں زیادہ ہوجاویں اور اُن کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے (۱۷۲) نہ چھوڑیگا اللہ ایمان والوں کو اس حالت پر جس پر کہ تم اب ہو یہاں تک کہ جدا کرے پاک کو ناپاک سے (۱۷۳) اور نہ مطلع کریگا تم کو اللہ غیب پر ولیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پھر ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے (۱۷۴)

کرتے ہیں ÷

اور جب کہ ہم نعاس کو امن کامل سے کنایہ کہتے ہیں تو اگر ،، امنۃ نعاسا ،، کو بدل مبدل منہ ہے قرار دیں تو بھی کچھ ہرج نہیں ہے ، کیونکہ امن کامل اور امن میں اتحاد ذاتی ہے اس صورت میں ،، امنۃ نعاسا ،، بدل کل ہوجاویگا جیسے کہ سورہ انفال کی آیت میں ہے ÷

جو معنی کہ مفسرین نے سورہ انفال کی آیت کے لئے تھے اُن کی غلطی اور بے ترتیبی ہم نے اوپر بیان کردی ہے ، اور وہ بے ترتیبی اس لئے کی گئی تھی کہ جو غلط معنی سورۂ آل عمران کی آیت کے قرار دئے تھے اُسی کے مطابق سورہ انفال کی آیت کے معنی ہوجاویں ، لیکن جب اُن تمام خیالات کو جو پہلے سے دل میں بٹھالئے ہیں دور کردیا جاوے تو سورہ انفال کی آیت کے معنی صاف ہوجاتے ہیں اور سورہ آل عمران کی آیت کے معنی اُس مطلب کے بالکل مطابق ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے ÷

سورہ انفال کی آیت کے یہ لفظ ہیں ،، اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ ،، یعنی جب کہ چھا دیا تم پر خدا نے اونگھ کو کہ وہ امن تھا خدا کی طرف سے ۔ اس آیت میں ،، نعاس ،، کا لفظ مبدل منہ ہے اور ،، امنۃ ،، موصوف ہے اور ،، منہ ،، جار مجرور نازلہ کے متعلق ہوکر صفت ہے موصوف کی اور موصوف صفت دونوں ملکر بدل ہیں مبدل منہ سے جیسے کہ آیت ،، بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ ،، میں ہے ۔ بدل و مبدل منہ میں مبدل منہ مقصود بالذات نہیں ہوتا بلکہ بدل

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ (۱۷۵)	اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اُس میں جو دیا ہے اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے کہ وہ (بخل) اُن کے لئے اچھا ہے بلکہ وہ اُن کے لئے بُرا ہے (۱۷۵)

مقصود بالذات ہوتا ہے، پس ظاہر ہے کہ نعاس مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ امن من اللہ مقصود بالذات ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت نعاس نازل نہیں ہوا تھا بلکہ امن نازل ہوا تھا اور نعاس کا لفظ صرف امن کامل سے کنایہ ہے۔ امن کامل سے امن من اللہ زیادہ تر افضل ہے اس لئے اُس کا بدل "امنۃ منہ" لایا گیا ہے، یہ معنی ایسے صاف ہیں جن کو ہر شخص ادنے غور کے بعد تسلیم کرسکتا ہے اور دونوں آیتوں میں بلا کسی تکلف کے مطابقت ظاہر ہوتی ہے اور پہلی آیت میں نعاس کے لفظ کو کنایہ غایت امن سے قرار دینے کو خود دوسری آیت بطور دلیل کے موجود ہے، فافہم وتدبر +

(۱۶۴) (ولا تحسبن الذین) اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں مفسرین کے تمام رطب ویابس اقوال نقل کئے ہیں، اُن میں سے صرف قول ابو مسلم بلخی کا صحیح و درست ہے جس کو ہم اس آیت کی تفسیر میں کافی سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ "مرے ہوئے شخص کا جب دین کے لحاظ سے بہت بڑا درجہ ہو اور قیامت میں اُس کو خوشی اور بزرگی اور سعادت نصیب ہونے والی ہو تو اُس کی نسبت یہ کہنا کہ وہ زندہ ہے مرا نہیں صحیح ہے، جیسے کہ ایک جاہل کی نسبت جس سے نہ اُس کی ذات کو نفع پہنچتا ہو نہ کسی دوسرے کو یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ مردہ ہے زندہ نہیں ہے، اور جیسے کہ احمق آدمی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ گدھا ہے، اور موذی آدمی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ درندہ ہے"۔ کہتے ہیں کہ جب عبد الملک بن مروان زہری سے ملے اور اُن کے تفقہ اور تحقیق کو جانا تو اُن کے باپ کی نسبت جو مر چکے تھے کہا کہ "وہ شخص نہیں مرا جس نے تجھ سا بیٹا چھوڑا" غرض کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان جب کہ مر جاوے اور کوئی اچھا کام اور کوئی اچھی یادگاری چھوڑ جاوے تو اس کی نسبت بطریق مجاز کہا جاتا ہے کہ وہ مرا نہیں بلکہ زندہ ہے، اسی طرح اس آیت میں شہدا کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں +

تمام الفاظ جو اس آیت میں آئے ہیں وہ اسی مطلب پر دلالت کرتے ہیں جو ابو مسلم بلخی نے بیان کیا ہے، مثلاً اس آیت میں ہے کہ "بل احیاء عند ربھم" یعنی بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک، اس لفظ سے کہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں ثابت ہوتا ہے کہ اُن کی زندگی زندہ انسانوں کی سی زندگی نہیں ہے، اور نہ اُس زندگی کو ابدان سے کچھ

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۷۶﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَھُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۷۷﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۷۸﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ﴿۱۷۹﴾

جس چیز کا کہ انہوں نے بخل کیا ہے اُسکا طوق قیامت کے دن اُن کو پہنایا جاویگا اور اللہ کے لئے ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ خبر رکھتا ہے اُس کی جو تم کرتے ہو (۱۷۶) بیشک اللہ نے سُنا اُن لوگوں کا کہنا جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں ہم لکھ رکھتے ہیں جو کچھ کہ اُنہوں نے کہا اور (لکھ رکھتے ہیں) اُن کا نبیوں کا مارنا ناحق اور ہم کہینگے (یعنی قیامت کے دن) کہ چکھو جلانے والا عذاب (۱۷۷) یہ اُس کا بدلا ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور بیشک اللہ ظلم کرنے والا نہیں ہے بندوں پر (۱۷۸) وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم نہ ایمان لاویں کسی رسول پر جب تک کہ ہمارے پاس ایسی قربانی لاوے کہ اُس کو آگ کھالے (۱۷۹)

کچھ تعلق ہے۔ "یرزقون فرحین" کے بعد آیا ہے "بما اتاھم اللہ" یعنی اُن رزق دیا جانا اور خوش ہونا اُن اشیاء یا اسباب سے نہیں ہے جس سے ایسے زندے جن کو تعلق ابدان سے ہوتا ہے رزق دئے جاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، بلکہ اُن کا رزق دیا جانا اور خوش ہونا اُس چیز سے ہے جو خدا نے اُن کو دی ہے۔ پھر آگے اُس کا بیان کیا ہے کہ وہ چیز کیا ہے وہ اللہ کا فضل ہے۔ پس معنی یہ ہوئے کہ وہ اللہ کے فضل اور کرم و رحمت سے رزق دئے جاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں نہ مثل زندہ انسانوں کے اشیاء خوردنی و نوشیدنی سے ۔

تفسیر کبیر میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ "قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک رات خدا کے پاس مہمان رہا وہ مجھ کو کھلاتا تھا اور مجھ کو پلاتا تھا۔ اس پر امام رازی ارقام فرماتے ہیں کہ کچھ شک نہیں کہ اس کھانے اور پینے سے معرفت و محبت الٰہی اور انوار عالم غیب سے اکتساب نور مراد ہے۔ ہم اس وقت نہ اس حدیث کی صحت و عدم صحت پر بحث کرتے ہیں، نہ اُس کے معنوں پر بلکہ اس مقام پر اُس کو صرف اس لئے نقل کیا ہے کہ علمائے اسلام نے منعٔ و جگہ طعام و شراب سے یعنی رزق سے وہ معنی مراد لئے ہیں جو ارواح سے متعلق ہوتے ہیں نہ ابدان سے ۔

قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ
قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ
فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ (۱۸۰) فَاِنْ كَذَّبُوْكَ
فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ
جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ
الْمُنِيْرِ (۱۸۱) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ
الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَ
كُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ
عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ
فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا
مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (۱۸۲) لَتُبْلَوُنَّ
فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَ
لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ
مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۱۸۳) وَاِذْ
اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا
تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ
ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ
ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ (۱۸۴)

کہدے (اے پیغمبر) کہ بیشک تمہارے پاس رسول آئے تو
مجھ سے پہلے صریح (نشانیوں) کے ساتھ اور اُس کے
ساتھ جو تم نے کہا پھر کس لئے تم نے اُن کو مار ڈالا
اگر تم سچے ہو (۱۸۰) پھر اگر تجھ کو جھٹلاویں تو بیشک
جھٹلائے گئے ہیں رسول تجھ سے پہلے آئے
تھے صریح نشانیوں اور صحیفوں اور روشن کتابوں
کے ساتھ (۱۸۱) ہر جاندار موت کا ذائقہ چکھنے
والا ہے، اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہاری
مزدوریاں قیامت کے دن پوری دیجاوینگی،
پھر جو کوئی آگ سے بچا دیا گیا۔ اور جنت میں داخل
کیا گیا تو بیشک مراد کو پہنچا، اور دنیا کی زندگی
کچھ ہی نہیں مگر پونجی فریب دینے والی (۱۸۲)
البتہ تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنی
جانوں میں، اور البتہ تم سنو گے اُن لوگوں سے جن
کو کتاب دیگئی ہے اور اُن لوگوں سے جو مشرک
ہیں بہت ہی ایذا دینے والی باتیں اور اگر تم صبر کرو گے
اور پرہیزگاری کرو گے تو بیشک یہ ہمت کے
کاموں میں سے ہے (۱۸۳) اور جس وقت وعدہ
لیا اللہ نے اُن لوگوں سے جن کو کتاب دیگئی
تھی کہ بتا دینگے اُس کو لوگوں کو اور اُس کو
نہ چھپاوینگے پھر پھینک دیا اُس کو اُنہوں نے اپنی
پیٹھوں کے پیچھے اور لیا اُس کے بدلے میں مول تھوڑا پھر
بُری ہے وہ چیز جو وہ لیتے ہیں (۱۸۴)

اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ مرنے کے بعد کیا چیز باقی رہتی ہے، جس کی نسبت کہا جاتا
ہے کہ "یرزقون فرحین من فضلہ" اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ چیز باقی رہتی ہے جس کو
روح کہتے ہیں۔ روح کی اور اُس کی بقا کی اور اُس کی فرحت والم کی بحث نہایت دقیق وطویل
ہے ہم اُس کو اس مقام میں مخلوط کر دینا نہیں چاہتے، بلکہ اس بحث کو جہاں تک کہ ہماری سمجھ

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ
بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا
بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ
بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۸۵) وَلِلّٰهِ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۸۶) اِنَّ فِيْ
خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ
لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (۱۸۷) الَّذِيْنَ
يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا
وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ
فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا
سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۸۸)
رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ
فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ
مِنْ اَنْصَارٍ (۱۸۹) رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا
مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ
اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا (۱۹۰) رَبَّنَا
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا
سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (۱۹۱)

مت گمان کر اُن لوگوں کو جو خوش ہوتے ہیں اُس
کام سے جو اُنہوں نے کیا اور پسند کرتے ہیں کہ
اُن کی تعریف کی جاوے اُس پر جو اُنہوں نے نہیں کیا
پھر مت گمان کر اُن کو عذاب سے چھٹکارے میں اور اُن کیلئے
عذاب ہی دُکھ دینے والا (۱۸۵) اور اللہ ہی کے لئے ہے
بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ
ہر چیز پر قادر ہے (۱۸۶) بیشک آسمانوں اور
زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے
اختلاف میں البتہ نشانیاں ہیں عقلمندوں
کے لئے (۱۸۷) جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے
اور بیٹھے اور اپنی کروٹ پر لیٹے اور سوچتے ہیں
آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور کہتے
ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار یہ جو کچھ تونے پیدا
کیا ہے بیفائدہ نہیں ہے تو پاک ہے پھر بچا
ہم کو آگ کے عذاب سے (۱۸۸) اے ہمارے
پروردگار بیشک تو جس کو دوزخ میں ڈالدے تو بیشک
تو نے اس کو ذلیل کیا اور ظالموں کے لئے کوئی
مددگار نہیں (۱۸۹) اے ہمارے پروردگار بیشک
ہم نے سُنا منادی کرنے والے کو ایمان کے لئے منادی
کرتا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ پھر ہم ایمان لائے (۱۹۰)
اے پروردگار ہمارے پھر ہمارے لئے ہمارے گناہ بخشدے اور ہم سے ہمارے گناہ دور
کردے اور ہم کو نیکیوں کے ساتھ موت دے (۱۹۱)

اور ہمارے خیال کی رسائی ہے، اور جہاں تک کہ قرآن مجید سے اُس کو ہم مستنبط کر سکے ہیں اور
جو ایک ایسی بحث ہے کہ انسان کی زندگی میں تجربہ میں نہیں آسکتی سورۂ بنی اسرائیل کی اُس آیت
آیت کی تفسیر میں بیان کرینگے جس میں خدا نے فرمایا ہے "قل الروح من امر ربی"۔

(۱۷۹) (یاتینا بقربان تاکلہ النار) یہودی جس جانور کی قربانی بنظر تقرب الی اللہ
یا بطور کفارہ گناہ کرتے تھے اُس کو ذبح کرنے کے بعد آگ میں جلا دیتے تھے، توریت سے

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۲﴾	اے ہمارے پروردگار اور ہم کو وہ دے جس کا تو نے ہم سے رسولوں کی زبان پر وعدہ کیا ہے اور ہم کو قیامت کے دن ذلیل مت کر بیشک تو وعدے کے برخلاف نہیں کرتا ﴿۱۹۲﴾
فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ﴿۱۹۳﴾	پھر قبول کر لیا اُن کے لئے اُن پروردگار نے دُاُن کی دعا کو اور کہا کہ) بیشک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے مرد یا عورت کا عمل ضائع نہ کرونگا ایک تم میں سے ایسا ہے جیسے دوسرا ﴿۱۹۳﴾
فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴿۱۹۴﴾	پھر جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے ملک سے نکالے گئے اور میری راہ میں ایذا دیئے گئے اور لڑے اور مارے گئے البتہ دور کرونگا میں اُن سے اُن کے گناہ اور بیشک داخل کرونگا میں اُن کو جنتوں میں بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں ﴿۱۹۴﴾

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم حضرت آدم اور حضرت نوح کے وقت سے چلی آتی تھی، تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بت پرست لوگوں میں اور یونانی بت پرستوں میں بھی یہ رسم تھی، مذہب اسلام اس قسم کی قربانیوں کے بالکل برخلاف تھا۔ اس پر یہودیوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "توریت میں حکم ہے کہ کسی نبی پر جب تک کہ وہ ایسی قربانی نہ کرے جس کو آگ جلائے ایمان نہ لاؤ"۔ خدا نے اُن پر حجت الزامی قائم کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمہارے پاس انبیاء صریح نشانیاں لے کر آئے اور جس طرح کہ تم کہتے ہو اُسی طرح کی قربانی بھی اُنہوں نے کی، پھر تم نے کیوں اُن کو مار ڈالا اگر تم سچے ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمہارا یہ بیان کہ توریت میں ایسا حکم ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ جو نبی ایسی قربانی کرے اُس پر ایمان لاؤ گے یہ دونوں باتیں سچ نہیں ہیں۔

ہمارے علمائے مفسرین نے اس مقام پر بڑی غلطی کی ہے، اُنہوں نے یہودیوں کی بعض بیہودہ روایتوں سے یہ سُن لیا کہ جو قربانی آگ سے جلائی جاتی تھی اُس کے جلانے کو آسمان پر سے ایک سفید آگ بغیر دھوئیں کے ایک سنسناہٹ کے ساتھ اُترتی تھی، اور قربانی کئے ہوئے جانور کو جلا کر خاکستر کر جاتی تھی۔ اُنہوں نے سمجھا کہ انبیائے بنی اسرائیل کا یہ معجزہ تھا اور یہودیوں نے یہی معجزہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے طلب کیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ معجزہ تو نہیں دکھایا مگر اور دلیلوں سے اُن کو ساکت کر دیا۔

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِى الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۶﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴿۱۹۸﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

بطور ثواب کے اللہ کے پاس سے اور اللہ اُس کے پاس اچھا ثواب ہے ﴿۱۹۵﴾ تجھ کو فریب میں نہ ڈالیگا (تجارت سے فائدہ اُٹھانے کیلئے) کثرت سے آنا جانا کافروں کا شہروں میں یہ پونجی تھوڑی ہے پھر اُن کی جگہ جہنم ہے اور بُری جگہ ہے ﴿۱۹۶﴾ مگر وہ لوگ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اُن کے لئے جنتیں ہیں بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہینگے اُس میں سب چیز تیار پاوینگے اللہ کے پاس سے اور جو کچھ اللہ کے پاس بھلائی ہے نیک لوگوں کے لئے ﴿۱۹۷﴾ اور بیشک اہل کتاب میں سے وہ شخص ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو کچھ بھیجا گیا ہے تمہارے پاس اور جو کچھ بھیجا گیا ہے اُن کے پاس عاجزی کرتے ہیں اللہ کے لئے نہیں لیتے ہیں اللہ کی نشانیوں کے بدلے تھوڑا مول ﴿۱۹۸﴾ وہ لوگ ہیں کہ اُن کے لئے اُن کا ثواب ہے اُن کے پروردگار کے پاس بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿۱۹۹﴾

یہ خیال مفسرین کا محض غلط ہے۔ توریت میں کہیں یہ حکم نہیں ہے کہ جب تک کوئی نبی آگ سے جلنے والی قربانی نہ کرے اُس پر ایمان مت لاؤ۔ اور نہ توریت میں کہیں اس بات کا ذکر ہے کہ قربانی کے جلانے کو آسمان پر سے آگ اُترتی تھی +

قربانی سوختنی کا ذکر بہت جگہ توریت میں آیا ہے، حضرت موسیٰ نے اُس کے قواعد مقرر کئے ہیں اور وہ سب قواعد (جن کو پڑھ کر تعجب ہوتا ہے) توریت سفر لویان میں مندرج ہیں اُن سے ثابت ہے کہ قربانی سوختنی کو کاہن آگ جلا کر اُس میں جلا دیتا تھا، چنانچہ باب اول سفر لویان ورس ۸ و ۹ میں لکھا ہے کہ "قربانی سوختنی را پوست کندہ آنرا پارہ پارہ نماید و پسران ہارون کاہن آتش را بر مذبح بگذارند و ہیزم را بالائے آتش بچینند"، اسی طرح اور بہت سے مقام ہیں جن میں ذکر ہے کہ کاہن آگ جلا کر اُس میں قربانی سوختنی کو جلاتے تھے نہ یہ کہ آسمان پر سے آگ اُترتی تھی +

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۲۰۰)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور صبر دلاؤ اور بندھے رہو (پیغمبر کے حکم سے) اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ (۲۰۰)

انسان کے گناہوں کے کفارہ میں قربانی کرنا اور انسان کے جرم کے سبب ایک جانور کی جان مارنا اور یہ سمجھنا کہ انسان اُس گناہ سے پاک ہوگیا ایک عجیب غریب خیال ہے جو نہایت تاریکی اور جہالت کے زمانہ میں لوگوں کو پیدا ہوا تھا۔ عام جاہلوں کے خیال کا بقیہ ہر ایک زمانہ میں چلا آتا ہے، اور کیسا ہی بڑا مصلح ہو کچھ نہ کچھ اُس کا دھبہ اُس کے زمانہ میں بھی باقی رہتا ہے انبیاء علیہم السلام ایسے امور کی جو خدا کی وحدانیت اور ایمان کے برخلاف نہ تھے، اور ایسے امور کی جس نے عام جاہلوں کے خیال میں کسی قسم کا خیال تقدس وتقرب الی اللہ پیدا ہوتا تھا (گو فی نفسہ وہ بے اصل ہی ہو) کچھ پرواہ نہ کرتے تھے اور اُسی حال پر چھوڑ دیتے تھے، یہی سبب کہ حضرت موسیٰ نے اُس قدیم رسم کو جاری رہنے دیا، لیکن نبی آخر الزمان کا یہ کام تھا کہ اس قسم کے خیالات کو بھی توڑ دے۔ کسی قربانی کا حکم بطور انسانی گناہ کے کفارہ کے قرآن مجید میں نہیں آیا ہے، حج کی قربانیاں درحقیقت مذہبی قربانیاں نہیں ہیں، نہ اُن کی فرضیت قرآن مجید سے یا نص صریح سے پائی جاتی ہے، یہی سبب ہے کہ ہمارے علمائے مجتہدین نے کتب فقہ میں کسی قربانی کو فرض نہیں قرار دیا ہے، زیادہ سے زیادہ جو کوشش کی ہے تو واجب لکھا ہے اور ہم کو اُس میں بھی کلام ہے ✣

اسلام نے کوئی قربانی بطور تقرب الی اللہ یا بطور کفارہ گناہ مقرر نہیں کی، یہودی سمجھتے تھے کہ بدون قربانی سوختنی انسان پاک نہیں ہوسکتا، پھر وہ کیونکر ایسے نبی پر ایمان لاتے جس کے ہاں انسان کے گناہوں کے کفارہ کے لئے نہ قربانی تھی نہ قربانی سوختنی، وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم ایسے نبی پر ایمان لائے تو گناہوں سے کیونکر پاک ہونگے۔ مگر وہ نہ سمجھے کہ اسلام نے گناہوں سے پاک ہونے کے لئے کسی بے گناہ جانور کے مارنے کے بدلے خود گنہگار کے دل کی قربانی مقرر کی ہے جس کو مذہبی اصطلاح میں توبہ و استغفار سے تعبیر کیا ہے، اور یہی قربانی حقیقت میں حقیقی قربانی ہے ✣

سُوْرَۃُ النِّسَاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ
الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ
نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ
بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (۱) وَاٰتُوا
الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا
الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا
اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
حُوْبًا كَبِيْرًا (۲) وَاِنْ خِفْتُمْ
اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا
مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ
مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ
اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى
اَلَّا تَعُوْلُوْا ۭ وَاٰتُوا النِّسَآءَ
صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ
عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ
هَنِيْٓــــًٔـا مَّرِيْٓــــًٔـا (۳)

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
اے لوگو ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے پیدا کیا
تم کو ایک جان سے اور پیدا کیا اس سے اس کا
جوڑا اور پھیلائے دونوں سے بہت سے مرد اور
عورتیں اور ڈرو اللہ سے جس کے نام سے آپس میں
سوال کرتے ہو اور (ڈرو) کنبہ کے (چھوڑنے سے)
بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے (۱) اور
یتیموں کا مال ان کو دو اور مت بدل دو برا
بعوض اچھے کے اور نہ کھا جاؤ ان کا مال
اپنے مال میں ملا کر بے شک وہ بڑا
گناہ ہے (۲) اور اگر تم کو ڈر ہو کہ یتیم
لڑکیوں کے حق میں انصاف نہ کرو گے
تو نکاح کرو اور عورتوں سے جو تمہیں اچھی
لگیں دو دو اور تین تین اور چار چار
پھر اگر تم کو ڈر ہو کہ (ان میں) عدل نہ کرو گے
تو پھر (تمہارے لئے) ایک ہی ہے یا وہ جن
کے مالک تمہارے ہاتھ ہو چکے ہیں یہ اس سے
کم ہے تاکہ ظلم نہ کرو اور دیدو عورتوں کو ان کا
مہر خوشی بخوشی پھر اگر اپنے جی کی خوشی سے وہ
تم کو اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تو اس کو
کھاؤ رچتا پچتا (۳)

(۳) (فان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی) یتامی جمع الجمع ہے یتیم کی اور یتیم
اس کو کہتے ہیں جس کا باپ مرگیا ہو یعنی سرپرست سے تنہا رہ گیا ہو ۔ یہ لفظ لڑکوں پر اور
لڑکیوں پر اور جن عورتوں کا نکاح ہونے سے پہلے باپ مرگیا ہو اطلاق ہوتا ہے گو کہ وہ
جوان ہوگئی ہوں ۔ اس پر تفسیر کبیر میں مفصل بحث لکھی ہے مگر اس کا حاصل مطلب اسی قدر

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا (۴)	اور مت دو بے عقلوں کو اپنا مال جس کو اللہ نے تمہارے لئے وجہ معیشت کیا ہے اُس میں سے اُن کو کھلاؤ اور پہناؤ اور کہو اُن کے لئے نیک بات (۴)

ہے جو ہم نے بیان کیا اس مقام پر "یتامیٰ" سے صرف لڑکیاں اور بن بیاہی عورتیں جن کے باپ مر گئے ہیں مراد ہے ❖

اس آیت میں اور اس سے پہلی آیت میں یتیم لڑکیوں یا عورتوں کے حق میں ناانصافی کرنے کا امتناع ہے اس مقام پر بنظر مزید احتیاط یہ فرمایا ہے کہ اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں اُن کے مال اور اُن کے حقوق میں انصاف نہ کرو گے تو اور عورتوں سے نکاح کرو۔ اس سے غایت درجہ کی احتیاط یتیموں کے مال اور حقوق کی حفاظت کی پائی جاتی ہے ❖

تفسیر کبیر میں عروہ سے ایک روایت لکھی ہے کہ اُنہوں نے حضرت عایشہ سے کہا کہ یہ جو خدا نے فرمایا ہے کہ ان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمیٰ اس کے کیا معنی ہیں حضرت عایشہ نے فرمایا کہ یتیم لڑکی اپنے ولی کی حفاظت میں ہوتی ہے اور وہ اُس کے مال و جمال کی لالچ کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تھوڑے سے مہر پر اُس سے نکاح کر لے اور پھر جب نکاح کر لیتا ہے تو بدسلوکی سے پیش آتا ہے اور اُس کا کوئی ایسا سرپرست نہیں ہوتا کہ اُس کی حمایت کرے اور اُس کے خصم کی بدسلوکی سے اُس کو بچاوے اس پر خدا نے فرمایا کہ اگر تم کو ڈر ہو کہ نکاح کر لینے سے یتیم لڑکیوں پر ظلم کرو گے تو اور عورتوں سے نکاح کرو ❖

روی عن عروۃ انه قال قلت لعایشۃ ما معنی قول الله وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فقالت یا ابن اختی هی الیتیمة تکون فی حجر ولیها فیرغب فی مالها وجمالها الا انه یرید ان ینکحها بادنی من صداقها ثم اذا تزوج بها عاملها معاملة ردیة لعلمه بانه لیس لها من یذب عنها ویدفع شر ذلک الزوج عنها فقال تعالیٰ وان خفتم ان تظلموا الیتامی عند نکاحهن فانکحوا من غیرهن ما طاب لکم من النساء (تفسیر کبیر) ❖

جو تفسیر آیت کی حضرت عایشہ نے فرمائی اور سیاق کلام بھی اُسی پر دلالت کرتا ہے اُس کے لحاظ سے تقدیر کلام یوں ہے کہ "ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فلا تنکحوھن وانکحوا من غیرھن ما طاب لکم من النساء" یعنی اگر تم کو ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کرو گے تو اُن سے نکاح مت کرو اور اُن کے سوا اَور عورتوں سے جو پسند ہوں نکاح کرو۔ فلا تنکحوھن۔ گویا جزا ہے محذوف ہے اور "فانکحوا ما طاب لکم" اُس پر معطوف ہے، جزا کو محذوف

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَّبِدَارًا ⑤ أَنْ يَّكْبَرُوا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ⑥ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيبًا ⑦ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ⑧ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ⑨	اور یتیموں کو آزما تو جب کہ وہ نکاح کی حد تک پہنچیں (یعنی حد بلوغ کو) پھر اگر تم اُن میں ہوشیاری پاؤ تو اُن کو اُن کا مال دیدو اور (اُن کے مال کو) (اُن کے چھٹپن میں) اسراف اور جلدی کرکے مت کھا جاؤ ⑤ (اس ڈر سے) کہ بڑے ہو جاوینگے اور جو شخص کہ سود ہو تو وہ اُس کو (اُن کے مال سے) بچنا چاہیئے اور جو کوئی محتاج ہو تو وہ (اُس میں سے) کھاوے نیکی سے ⑥ پھر جب تم اُن کو اُن کا مال دیدو تو اُن پر گواہ کر لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا ⑦ مردوں کے لئے اُس میں سے جو اُن کے ماں باپ اور قرابت مندوں نے چھوڑا ہے حصہ ہے، اور عورتوں کے لئے بھی اُس میں سے جو اُن کے ماں باپ اور قرابت مندوں نے چھوڑا ہے حصہ ہے، اُس مال میں سے تھوڑا ہو یا بہت مقرر کیا ہوا حصہ ⑧ اور جب موجود ہوں تقسیم ہوتے وقت قرابت مند اور یتیم اور مسکین تو اُس میں سے اُن کو کچھ دیدو اور کہو اُن کو نیک بات ⑨

کرکے معطوف علی الجزا کو اُس کی جگہ فرمایا ہے اس میں ایک نہایت دقیق نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر "فلا تنکحوھن" کو محذوف نہ کیا جاتا تو یہ شبہ پیدا ہوتا کہ یتامٰے سے اُن کے اولیاء کا نکاح قطعاً ممنوع ہے حالانکہ امتناع صرف تصرف مال اور اُن کے حقوق میں ناانصافی کرنے سے متعلق تھا +

نکاح درحقیقت دو شخصوں میں ایک معاہدہ ہے مثل دیگر معاہدوں کے، مگر یہ ایک ایسا معاہدہ ہے کہ اُس کے مثل کوئی دوسرا معاہدہ نہیں ہے، اور ایک ایسا معاہدہ ہے جو فطرت انسانی کا مقتضی ہے، اور اُس سے بالتخصیص ایسے احکام بمقتضائے فطرت انسانی متعلق ہیں جو دوسرے کسی معاہدہ سے متعلق نہیں ہیں، اور وہ احکام ایک نوع کے مذہبی حکام ہوگئے ہیں، اس لئے نکاح عام معاہدوں سے خاص ہوکر ایک مذہبی معاہدہ بہ داخل ہوگیا ہے اور بلحاظ اُس کی خصوصیات کے ٹھیک ایسا ہی ہونا لازم تھا +

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ
ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ
فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا
سَدِيدًا (۱۰) إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ
أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ
فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ
سَعِيرًا (۱۱) يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي
أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ
الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ
اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ
وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ
وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ
وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَ
وَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ
فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ
مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا
أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ
لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ
نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ
كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (۱۲)

اور اُن لوگوں کو (جو قریب المرگ مریضوں کو اُن کے مال کی
نسبت صلاح دیتے ہوں صلاح دینے میں خدا سے) ڈرنا چاہیئے
کہ اگر وہ اپنے پیچھے ضعیف اولاد چھوڑ جاتے کہ اُن پر (تنگی کا)
ڈر کرتے (تو اپنے مال کی نسبت کیا کرتے) پس اُن کو خدا سے
ڈرنا چاہیئے اور کہنی چاہیئے بات پختہ (۱۰) بیشک جو لوگ یتیموں
کا مال ظلم سے کھاتے ہیں تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنے پیٹوں
میں انگارے بھرتے ہیں اور جاوینگے دوزخ میں (۱۱) بتا دیا
ہے تم کو اللہ میراث میں تمہاری اولاد کا حصہ ، مرد کا
حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے ، پھر اگر اولاد میں
عورتیں (یعنی بیٹیاں) ہوں دو سے زائد تو اُن کا حصہ
کل ترکہ میں دو ثلث ہے ، اور اگر ایک بیٹی ہو تو نصف متروکہ
اُس کا حصہ ہے ۔ اور اُس کے ماں باپ کا اُن دونوں میں سے
ہر ایک کا متروکہ میں چھٹا حصہ ہے اگر اُس کے اولاد ہو
پھر اگر اُس کے کوئی اولاد نہ ہو اور اُس کے وارث اُس کے ماں باپ
ہوں تو اُس کی ماں کا تیسرا حصہ ہے ، پھر اگر اُس کے
بھائی ہوں تو اُس کے ماں باپ کا چھٹا حصہ ہے اُس وصیت کے
جو وہ کر گیا ہو یا قرض کے ادا کرنے کے بعد ، اپنے
باپوں اور اپنے بیٹوں (میں سے) تم نہیں جانتے کہ اُن
میں سے کون تمہارے لئے نفع پہنچانے کے قریب تر
ہے ، مقرر کر دیا گیا (اُن کا حصہ) اللہ کی طرف سے بیشک
اللہ جاننے والا ہے حکمت والا (۱۲)

عورت بہ نسبت مرد کے اس معاہدہ کے نتائج کے لئے محل ہے ، اس لئے وہ مجاز نہیں
ہوسکتی کہ ایک سے معاہدہ کرنے کے بعد اور اُس معاہدہ کے فسخ ہونے کے قبل دوسرے سے
معاہدہ کرے ۔ اسی وجہ سے اسلام نے بمقتضائے فطرت انسانی عورت کو ایک وقت میں
تعدد ازدواج کی اجازت نہیں دی ، مگر مرد کی حالت اُس کے برخلاف ہے ۔ اور علاوہ

۵۱ یعنی جب کہ کوئی شخص بلا وصیت مر گیا ہو یا کسی قدر کی وصیت کی ہو اور باقی متروکہ بلا وصیت ہو کیونکہ
میری تحقیق میں ثلث مال پر وصیت محدود نہیں ہے ۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ (۱۳) وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ (۱۴) وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ (۱۵) غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ (۱۶)

اور تمہارے لئے نصف حصہ ہے تمہاری جوروں کے متروکہ میں اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کے اولاد ہو تو تمہارا چوتھائی حصہ ہے ان کے متروکہ میں، وصیت کے جو وہ کر گئی ہوں یا قرض کے ادا کرنے کے بعد (۱۳) اور ان کے لئے چوتھائی حصہ ہے تمہارے متروکہ میں اگر تمہارے کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے تمہارے متروکہ میں، وصیت کے جو تم کر گئے ہو یا قرض کے ادا کرنے کے بعد (۱۴) اگر ایک مرد ہو کہ اس کے ورثہ لینے والوں میں اس کی اولاد اور باپ کے سوا اور لوگ ہوں اور یا ایسی ہی کوئی عورت ہو تو اس کے وارثوں میں بھائی اور بہن ہوں تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ تیسرے حصہ میں شریک ہیں، وصیت کے جو وہ کی گئی ہو یا قرض کے ادا ہونے کے بعد (۱۵) بغیر مضرت پہنچانے کے، مقرر کیا گیا ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ جاننے والا ہے حلم والا (۱۶)

اس کے مرد کے ساتھ اور اقسام کے ایسے تمدنی امور متعلق ہیں جو عموماً عورت سے متعلق نہیں ہیں، اس لئے وہ عدم جواز مرد سے بعینہٖ متعلق نہیں ہو سکتا تھا۔ پس مرد کو کسی ایسی شرط کے ساتھ جو بجز خاص حالت کے اس کو بھی تعدد ازواج سے روکے مجاز رکھنا بمقتضائے فطرت نہایت مناسب تھا، ان تمام دقائق کی رعایت مذہب اسلام نے اس عمدگی سے کی ہے جس سے یقین ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ بانئ فطرت کی طرف سے ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس کو نہایت بری طرح پر استعمال کیا ہے +

فطرت اصلی جب کہ اس میں کوئی اور عوارض داخل نہ ہوں تو اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مرد کے لئے ایک ہی عورت ہونی چاہیئے، مگر مرد کو جیسے امور تمدن سے بنسبت عورت کے زیادہ تر تعلق ہے ایسے امور پیش آتے ہیں جن سے بعض اوقات اس کو اس اصلی قانون سے عدول کرنا پڑتا ہے، اور حقیقت میں وہ عدول نہیں ہوتا بلکہ دوسرا قاعدہ قانون فطرت کا اختیار کرنا

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۲۰﴾

یہ ہیں اللہ کی مقرر کی ہوئیں حدیں اور، جو کوئی اطاعت کرے اللہ کی اور اُس کے رسول کی اللہ اُس کو داخل کریگا بہشتوں میں، بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہینگے اُس میں اور یہ ہے کامیابی بڑی ﴿۱۷﴾ اور جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور اُس کے رسول کی اور توڑ دیں اُس کی مقرر کی ہوئی حدیں اللہ اُس کو ڈالدیگا آگ میں ہمیشہ رہیگا اُس میں اور اُس کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا ﴿۱۸﴾ تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کریں تو اُن پر تم میں سے چار شخص گواہ مانگو پھر اگر وہ گواہی دیں تو اُن کو بند کر رکھو گھروں میں یہاں تک کہ اُٹھالے اُن کو موت، یا مقرر کرے اللہ اُن کے لئے کوئی راہ ﴿۱۹﴾ اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں تو اُن دونوں کو ایذا دو پھر اگر (سزا بھگتنے کے بعد آیندہ کے لئے) توبہ کریں اور نیکی پر آویں تو اُن سے درگذر کرو، بیشک اللہ معاف کرنے والا ہے رحم والا ﴿۲۰﴾

ہوتا ہے۔ اگر یہ قاعدہ قرار پاتا کہ جب تک ایک عورت سے قطع تعلق نہ ہو جائے تو دوسری عورت ممنوع رہے، تو اُس میں اُن عورات پر اکثر حالت میں نہایت بے رحمی کا برتاؤ جائز رکھا جاتا، اور اگر اُس قطع تعلق کو اُس کی موت پر یا کسی خاص فعل کے سرزد ہونے پر منحصر رکھا جاتا تو مرد کو بعض صورتوں میں سنہیات پر رغبت دلاتی ہوتی اور بعض صورتوں میں اُس کی ضرورت تمدن کو روکنا ہوتا، پس مرد کو حالات خاص میں تعدد ازواج کا مجاز رکھنا فطرت انسانی کے مطابق عمدہ فوائد پر مبنی تھا +

اگر ایک عورت ایسے امراض میں مبتلا ہو جاوے کہ اُس کی حالت قابل رحم ہو مگر معاشرت کے قابل نہ رہے، کوئی عورت عقیمہ ہو جس کے سبب مرد کی خواہش اولاد پوری نہ ہو سکتی ہو اور جو ایک ایسا امر ہے کہ انبیا بھی اُس کی تمنا سے خالی نہ تھے، تو کیا یہ مناسب ہوگا کہ ایک بے رحمانہ طریقہ اُس سے قطع تعلق کا اختیار کئے بغیر دوسری عورت جائز نہ ہو، یا اُس کی موت کی انتظار میں مرد کو اُن امیدوں کے حاصل کرنے میں جو بلحاظ تمدن اُس کے لئے ضروری ہیں روکا جاوے۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (۲۱) وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (۲۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (۲۳) وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا (۲۴)

اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ پر اُن لوگوں کی توبہ قبول کرنی ہے جو بُرا کام کرتے ہیں نادانی سے پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے، تو وہی لوگ ہیں کہ اللہ اُن کو معاف کریگا اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا (۲۱) اور اُن لوگوں کے لئے معافی نہیں ہے جو بُرے کام کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی ایک کے پاس موت آموجود ہوئی تو کہا کہ بیشک میں نے اب توبہ کی اور نہ اُن لوگوں کے لئے ہے جو مر گئے اور وہ کافر تھے، یہ لوگ وہ ہیں جن کے لئے ہم نے طیار کیا ہے عذاب دکھ دینے والا (۲۲) اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ ورثہ میں عورتوں کو زبردستی سے (جورو بنانے کو) لو اور اُن کو (اور دوسرے سے نکاح کرنے سے) مت روکو تاکہ کچھ اُس میں سے لیلو جو تم نے اُن کو دیا ہے، مگر جب وہ علانیہ بدکاری کریں، اور اُن کے ساتھ گذران کرو نیکی سے پھر اگر تم اُن کو ناپسند کرو تو (چھوڑ مت دو) شاید تم ناپسند کرو ایک چیز کو اور پیدا کرے اللہ اُس میں بہت سی بھلائیاں (۲۳) اور اگر تم چاہو بدل لینا ایک جورو ایک جورو کی جگہ (یعنی ایک کو طلاق دیکر دوسری سے نکاح کرنا) اور تم نے اُن میں سے ایک کو بہت سا مال دیا ہو تو مت لو اُس میں سے کچھ کیا تم اُس کو لیتے ہو بہتان کرکے اور علانیہ گناہ کرکے (۲۴)

یہ ایسے امور ہیں کہ بمقتضائے فطرت انسانی رُک نہیں سکتے، اور جب روکے جاتے ہیں تو اُس سے زیادہ خرابیوں میں مبتلا کرتے ہیں ❖

ہاں تعدد ازدواج کے جائز رکھنے کے ساتھ اس بات کی روک ضرور تھی کہ سوائے حالت ضرورت کے کہ وہ بھی بمقتضائے فطرت انسانی ہو اس جواز کو خواہش نفسانی کے پورا کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جاوے (جیساکہ مسلمانوں نے بنایا ہے)، پس اسلام نے نہایت خوبی اور بے انتہا عمدگی

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٢١﴾ وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٣﴾

اور کیونکر تم اُس کو لو گے حالانکہ بیشک تم نے ایک دوسرے سے حاجت روائی کی ہے اور عورتوں نے تم سے مضبوط قول لیا ہے ﴿٢١﴾ اور مت نکاح کرو عورتوں میں سے اُس عورت سے جس سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہو، مگر جو ہوا سو گذر گیا، بیشک وہ بیحیائی ہے اور ناپسندیدہ اور بد راہ ﴿٢٢﴾ حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری دودھ بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری گیلڑ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں تمہاری ایسی بیویوں کے پیٹ سے جن سے تم نے صحبت کی ہے پھر اگر تم نے اُن سے صحبت نہ کی ہو تو کچھ گناہ تم پر نہیں اور (حرام کی گئیں تم پر) تمہارے بیٹوں کی جوروان جو تمہاری پیٹھ سے ہیں اور (حرام کیا گیا) کہ دو بہنوں کو اکٹھا کرو، مگر جو ہوا سو گذر گیا، بے شک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ﴿٢٣﴾

سے اُس روک کو قائم کیا ہے، جہاں فرمایا ہے کہ "فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ" یعنی اگر تم کو ڈر ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی جورو چاہیئے۔ لفظ "ان خفتم" زیادہ تر غور کے لائق ہے کیونکہ کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جس کو کسی وقت اور حالت میں بھی خوفِ عدم عدل نہ ہو۔ پس قرآن کی رُو سے تعدد ازواج کی اجازت اُسی حالت میں پائی جاتی ہے جب کہ محل عدل مقتضائے فطرت انسانی باقی نہ رہے، کیونکہ صحیح طور سے اُسی وقت عدم خوف عدل صادق آسکتا ہے۔ ایسی حالت میں بھی اسلام نے تعدد ازواج کو بلکہ نفس نکاح کو بھی لازم نہیں کیا کیونکہ اس مقام پر "فانکحوا" صیغہ امر کا (جیسا کہ اور مفسر بھی تسلیم کرتے ہیں) وجوب کے لیئے نہیں ہے بلکہ جواز کے لیئے ہے +

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۸﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ﴿۲۹﴾

اور (حرام کی گئیں تم پر) عورتوں میں سے آزاد عورتیں مگر وہ جن کے مالک ہوئے ہیں تمہارے ہاتھ (یعنی نکاح کر لینے سے) لکھ دیا اللہ نے تم پر (یہ حکم) اور حلال کیا گیا تمہارے لئے ان محرمات کے سوا، اس لئے کہ تم ڈھونڈو بعوض اپنے مال کے (آزاد عورتوں کو نکاح کر لینے کے لئے) پاک دامنی رکھنے کو نہ مستی جھاڑنے کو، پھر جو عورت کہ تم نے اُس سے فائدہ اٹھایا عورتوں میں سے تو دو اُن کو اُن کی مقرر کی ہوئی اُجرت (یعنی مہر) اور تم پر کچھ گناہ نہیں جس میں تم آپس میں اس پر راضی ہو جاؤ (مہر) مقرر کرنے کے بعد، بیشک اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ﴿۲۸﴾ اور جو کوئی تم میں سے بلحاظ مقدور کے استطاعت نہ رکھتا ہو کہ مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح کرے تو تمہاری اُن مسلمان چھوکریوں سے نکاح کرے) جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہوئے ہیں، اور اللہ جانتا ہے تمہارے ایمان کو ایک تم میں کا ایسا ہے جیسے دوسرا، پھر اُن سے نکاح کرو اُن کے صاحبوں کی اجازت سے اور اُن کو دو اُن کی اجرت (یعنی مہر) خوشی سے جب کہ وہ پاکدامن ہوں نہ مستی جھاڑنے والی اور نہ پوشیدہ آشنا رکھنے والی ﴿۳۰﴾

اس آیت میں جس لفظ پر بحث ہو سکتی ہے وہ لفظ ”عدل“ ہے علمائے اسلام نے عدل کو صرف رہنے میں باری باندھنے اور نان ونفقہ دینے میں مخصوص کیا ہے، اور میل قلبی یعنی محبت و دوستی میں اور اس امر میں جو خاص زوجیت سے متعلق ہے عدل کو متعلق نہیں کیا۔ اُنہوں نے ایک حدیث سے اس کا استنباط کیا ہے جس کے یہ لفظ ہیں ”ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائہ فیعدل ویقول اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک“ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باری باندھتے تھے اپنی بیویوں میں اور عدل کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے خدا یہ میری تقسیم ہے جس میں میں مالک ہوں پھر تو مجھ کو ملامت

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۰﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۱﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۳۲﴾ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۳۳﴾

پھر جب شوہر دار ہونے کے بعد فاحشہ پنا اختیار کریں تو ان پر اس عذاب کا آدھا ہے جو (عذاب) آزاد عورتوں پر ہے، چھوکریوں سے نکاح کرنا اس کے لئے ہے جس کو تم میں سے بدکاری کا خوف ہو، اور اگر تم صبر کرو تو تمہاری لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ﴿۳۰﴾ اللہ چاہتا ہے کہ تم کو بتاوے اور تم کو ہدایت کرے اُن لوگوں کی راہ کو جو تم سے پہلے تھے اور معاف کرے تم کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ﴿۳۱﴾ اور اللہ چاہتا ہے کہ معاف کرے تم کو اور جو لوگ خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں، چاہتے ہیں کہ تم کج روی کرو بڑی کج روی کرنی، اللہ چاہتا ہے کہ تم پر سے (بوجھ) ہلکا کرے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے ﴿۳۲﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت کھاؤ اپنے آپس کا مال دغا سے مگر یہ کہ آپس کی رضامندی سے تم میں سوداگری ہو اور مت مار ڈالو اپنے آپ کو بیشک اللہ تمہارے ساتھ رحم کرنے والا ہے ﴿۳۳﴾

مت کر اس میں جس میں تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں،، ترمذی نے لکھا ہے کہ بعض علما نے بیان کیا ہے کہ ان اخیر لفظوں سے محبت و مودت مراد ہے۔ اور لمعات میں اُس امر کو بھی جو خاص زوجیت سے متعلق ہے اسی میں داخل کیا ہے +

مگر ہم کو اس میں کلام ہے۔ اول تو اس حدیث کی صحت قابل بحث ہے اس حدیث کے دو سلسلے ہیں ایک حماد بن سلمہ سے اور ایک حماد بن زید اور اَور لوگوں سے حماد بن سلمہ نے اپنے سلسلہ کو حضرت عائشہ تک ملا دیا ہے اور حماد بن زید اور اَور لوگوں نے صرف ابی قلابہ تک چھوڑ دیا ہے یعنی ان کی حدیث مرسل ہے، ترمذی نے پہلے سلسلہ کو کافی اعتبار کے لائق نہیں سمجھا

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا
وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا
وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۴﴾
اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ
نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا
مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰي
بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
اكْتَسَبْنَ وَسْـَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۶﴾
وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا
تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ
وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ
فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۷﴾ اَلرِّجَالُ
قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ
اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ
اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ
قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا
حَفِظَ اللّٰهُ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ
نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ
فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ
فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ
سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۸﴾

اور جس شخص نے زیادتی اور ظلم سے ایسا کیا تو ہم
اُس کو جلد آگ میں ڈالینگے اور یہ اللہ پر
آسان ہے ﴿۳۴﴾ اگر تم بچوگے اُن بُری باتوں
سے جن سے (یعنی جن کے کرنے سے) منع
کئے گئے ہو تو ہم دور کر دینگے تم سے تمہارے گناہ
اور داخل کرینگے اچھی جگہ میں ﴿۳۵﴾ اور تم تمنا نہ کرو
(یعنی حسد مت کرو) اُس کی جو بزرگی کہ اللہ نے تم میں سے
ایک کو دوسرے پر دی ہے مردوں کے لئے اُس کا حصہ ہے جو اُنہوں نے کمایا اور
عورتوں کے لئے اُس کا حصہ ہے جو اُنہوں نے کمایا اور اللہ سے مانگو
اُس کا فضل بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا
ہے ﴿۳۶﴾ ہر ایک کے لئے ہم نے وارث قرار
دئیے ہیں اُس میں جو چھوڑا ہے ماں باپ
نے اور قرابت مندوں نے اور جن لوگوں سے
تم نے عہد باندھا ہے پھر تم اُن کا حصہ اُن کو
دو بیشک اللہ ہر چیز پر شاہد ہے ﴿۳۷﴾ مرد تسلط
رکھنے والے ہیں عورتوں پر بسبب اُس کے کہ بزرگی
دی ہے اللہ نے انسانوں میں سے ایک کو دوسرے
پر اور اس سبب سے کہ خرچ کیا ہے اپنے مال میں سے
پھر نیکبخت عورتیں فرمانبردار ہیں حفاظت رکھنے والی
ہیں اپنے (شوہروں کے) پیچھے اللہ کی حفاظت کے
ساتھ اور جو عورتیں کہ اُن سے تم کو سرکشی کا ڈر ہو تو اُن کو
سمجھاؤ اور اُن کو اُن کے سونے کی جگہ میں اکیلا چھوڑ دو اور
ان کو مارو پھر اگر وہ فرمانبردار ہو جاویں تو اُن پر اور کوئی
راہ مت ڈھونڈو (یعنی کوئی اور حیلہ اُن کے ایذا دینے کا یا طلاق
دینے کا مت ڈھونڈو) بیشک اللہ بڑا بلند مرتبہ والا ہے ﴿۳۸﴾

اور کہا کہ دوسرا سلسلہ یعنی حماد بن زید کا زیادہ صحیح ہے مگر جب کہ وہ خود مرسل ہے تو کافی اعتبار
کے لائق نہیں ہے ✣

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾

اور اگر تم کو اُن دونوں میں ناموافقت کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ مرد کے لوگوں میں سے اور ایک پنچ عورت کے لوگوں میں سے مقرر کرو، اگر وہ اصلاح چاہیں تو خدا اُن میں توفیق دیگا، بیشک اللہ جاننے والا ہے خبردار ﴿۳۵﴾ اور عبادت کرو اللہ کی اور مت شریک کرو اُس کے ساتھ کسی چیز کو، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور قرابت مندوں اور یتیموں اور غریبوں اور قرابت مند ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور پاس رہنے والے اور راہ چلتے کے ساتھ اور اُن کے ساتھ جس کے مالک تمہارے ہاتھ ہوئے ہیں، بیشک اللہ نہیں دوست رکھتا اُس کو جو متکبر شیخی کرنیوالا ہے ﴿۳۶﴾ جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کرنے کو کہتے ہیں اور چھپاتے ہیں اُس کو جو اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے، اور طیار کیا ہے ہم نے کافروں کے لئے عذاب ذلیل کرنے والا ﴿۳۷﴾ اور جو لوگ کہ خرچ کرتے ہیں اپنا مال لوگوں کے دکھلانے کو اور ایمان نہیں رکھتے اللہ پر اور نہ آخیر دن پر اور جو کوئی کہ ہو شیطان اُس کا مصاحب تو بُرا مصاحب ہے ﴿۳۸﴾

دوسرے یہ کہ الفاظ "فلا تلمنی فیما تملك ولا املك" سے کسی امر کی طرف کنایہ ہے اُس کو میل قلبی یعنی محبت و موانست پر مخصوص متعین کر لینے اور بالتخصیص اُس امر سے بھی متعلق کر دینے کی جو خاص زوجیت سے متعلق ہے کوئی وجہ نہیں ہے، بلکہ انبیاء علیہم السلام کی عظمت و شان اور اُن کی نیک طینت و پاکیزگیٔ طبیعت کے بالکل برخلاف ہے، کیا یہ انبیاء کی شان سے ہے جو وہ یہ کہیں کہ اے خدا جس پر میرا دل آجائے تو اُس میں تو مجھ کو معاف کر، یا جس کے ساتھ میں وہ امر نہ کروں جو خاص زوجیت سے متعلق ہے تو تو مجھ کو ملامت مت کر۔ افسوس ہے کہ بعض دفعہ اکابر بھی قدر و منزلت نفوس قدسیہ انبیاء کو بھول جاتے ہیں اور اپنے

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۶﴾

اور اُن کا کیا نقصان تھا اگر وہ اللہ پر اور اخیر دن پر ایمان لاتے اور خرچ کرتے اُس میں سے جو اُن کو اللہ نے دیا ہے، اور اللہ اُن کے (حال کو) جاننے والا ہے ﴿۴۳﴾ بیشک اللہ ظلم نہیں کرتا ذرہ بھر بھی، اور اگر نیکی ہو، تو اُس کو دوگنا کر دیتا ہے، اور اپنے پاس سے بڑا اجر دیتا ہے ﴿۴۴﴾ پھر کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر ایک اُمت سے گواہ بلائینگے اور تجھ کو اُن پر گواہ لائینگے، اُس دن چاہینگے وہ لوگ جو کافر ہوئے اور رسول کی نافرمانی کی کر کاش کے اُن پر برابر ہو جاتی زمین اور نہ چھپا سکینگے اللہ سے کوئی بات ﴿۴۵﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو نماز کے نزدیک مت جاؤ (یعنی مت پڑھو) ایسے حال میں کہ تم نشہ میں ہو، جب تک کہ تم جانو کیا کہتے ہو، اور نہ ایسے حال میں کہ تم ناپاک ہو مگر رستہ چلتے (یعنی مسافرت میں) جب تک کہ نہالو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی ضرورت رفع کر کے آوے یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو اور تم پانی نہ پاؤ تو قصد کرو پاک مٹی کا پھر مسح کرو اپنے موہوں کو اور ہاتھوں کو، بیشک اللہ معاف کرنے والا ہے بخشنے والا ﴿۴۶﴾

نفوس پر قیاس کر کے وہی خفیف و نازیبا باتیں جو اُن کے نفوس میں ہیں نفوس قدسیہ انبیاء کی کی طرف منسوب کرتے ہیں وشان الانبیاء اعلٰے واجل وارفع مما یظنون +

اگر اس حدیث کو واقعی تصور کر لیا جاوے اور اُس کے الفاظ بھی ہی تسلیم کئے جاویں، جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے تھے، جس کا یقیناً تسلیم کر لینا نہایت مشکل ہے تو ممکن ہے کہ ان الفاظ سے اُن امور کی طرف اشارہ ہو جو قضا و قدر الٰہی سے واقع ہوتے ہیں اور

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَۃَ وَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِیۡلَ ﴿۴۴﴾ وَ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِکُمۡ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا ٭۫ وَّ کَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیۡرًا ﴿۴۷﴾	کیا نہیں دیکھا تو نے اُن لوگوں کی طرف جن کو دیا گیا ہے ایک حصہ کتاب سے، مول لیتے ہیں گمراہی کو اور چاہتے ہیں کہ تم راہ سے بھٹک جاؤ، اور اللہ جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور کافی ہے اللہ دوست ہونے کو اور کافی ہے اللہ مدد دینے والا ﴿۴۷﴾
مِنَ الَّذِیۡنَ هَادُوۡا یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا وَ اسۡمَعۡ غَیۡرَ مُسۡمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَـیًّۢا بِاَلۡسِنَتِهِمۡ وَ طَعۡنًا فِی الدِّیۡنِ ﴿۴۸﴾	اُن لوگوں میں سے جو یہودی ہیں پھیر دیتے ہیں کلموں کو اُن کی جگہ سے (یعنی دو معنی لفظ کہنے سے) اور کہتے ہیں (ظاہر میں) ہم نے سنا اور اپنے گناہ سے اقرار کیا۔ اور باطن میں یہ معنی رکھتے ہیں کہ ہم نے سنا پر ہم نہ مانا۔ اور کہتے ہیں (ظاہر میں) سن اے پیغمبر تو کوئی بُری بات نہ سنایا گیا ہو (یعنی کوئی بُری بات تجھ کو نہ کہے) اور باطن میں یہ معنی رکھتے ہیں کہ سن اے پیغمبر تیری بات سُنی گئی نہ ہو (یعنی تیری بات کوئی نہ سنے) اور کہتے ہیں راعنا کا لفظ مگر اپنی زبان کو مروڑ کر جس سے راعینا سمجھا جاوے پہلے کے معنی ہیں کہ ہماری طرف متوجہ ہو اور دوسرے کے معنی ہیں کہ تو ہمارا چرواہا ہے) اور ان باتوں سے دین میں طعنہ کرتے ہیں ﴿۴۸﴾
وَ لَوۡ اَنَّهُمۡ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا وَ اسۡمَعۡ وَ انۡظُرۡنَا لَکَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ وَ اَقۡوَمَ ۙ وَ لٰکِنۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰہُ بِکُفۡرِهِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۴۹﴾	اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سُنا اور ہم نے فرمانبرداری کی اور سُن اور ہماری طرف متوجہ ہو تو اُن کے لئے اچھا اور درست تر ہوتا ولیکن خدا نے اُن پر بسبب اُن کے کفر کے لعنت کی ہے پھر وہ ایمان نہ لاویں گے مگر چند ﴿۴۹﴾

جن میں انسان کا کچھ اختیار نہیں ہے، مثلاً امراض میں سے کسی کو کسی مرض کا لاحق ہو جانا، یا ایک کا ذی ولد اور ایک کا لاولد ہونا وغیرہ ذلک، نہ اُن امور کی طرف جو خواہش نفسانی سے علاقہ رکھتے ہیں کیونکہ انبیاء کی قدر و منزلت کا ادنےٰ درجہ اُن کا خواہش نفسانی کے مطیع نہ ہونے کو یقین کرنا ہے۔

تیسرے یہ کہ باری کی اور نان و نفقہ کی تقسیم میں مساوات جس کو ایک حریص علے الازواج کر سکتا ہے کوئی ایسا امر مشکل اور مہتم بالشان نہ تھا جس کی نسبت لفظ "فان خفتم" استعمال ہوتا

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۵۱﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۵۲﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۴﴾

اے لوگو جو کتاب دیئے گئے ہو ایمان لاؤ اُس پر جو اُتارا ہم نے سچ بتانے والا اُس کا جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم بگاڑ دیں تمہارے چہروں کو پھر ہم پھیر دیں اُن کو گُدّی پر، (یعنی اُن کے دل کی بدی اُن کے چہرں پر دکھائی دے اور گُدّی پر پھر جاویں یعنی راہ راست نہ دکھائی دے) یا ہم اُن کو لعنتیں دیں جیسا کہ ہم نے لعنتیں دیں اصحاب سبت کو (یعنی اُن یہودیوں کو جو سبت کے دن ممنوع کام کرتے تھے) اور خدا کا حکم بجالایا ہوا ہوتا ہے (دیکھو تفسیر "کونوا قردۃ خاسئین") ﴿۵۰﴾ بیشک اللہ نہیں بخشتا (اُس گناہ کو) کہ اُس کے ساتھ شرک کیا جاوے اور بخشتا ہے اُس کے سوا (تمام گناہوں کو) جس کسی کو چاہتا ہے اور جو کوئی خدا کے ساتھ شرک کرے تو بیشک اس نے پیدا کیا گناہ بڑا ﴿۵۱﴾ کیا تو نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو جو اپنے آپ کو پاک ٹھیراتے ہیں، بلکہ خدا پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور نہ ظلم کئے جاویں گے باریک تاگے کی برابر بھی ﴿۵۲﴾ دیکھ کیونکر بہتان باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹا اور بس ہے یہی کھلا ہوا گناہ ﴿۵۳﴾ کیا تو نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو جن کو دیا گیا ہے ایک حصہ کتاب کا یقین کرتے ہیں خبیث روحوں اور بھوتوں پر اور کہتے ہیں اُن لوگوں کو جو کافر ہیں کہ یہی لوگ اُن لوگوں کی بہ نسبت جو ایمان لائے ہیں بہت ٹھیک رستہ پر ہیں ﴿۵۴﴾

یہ لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُس سے کوئی ایسا امر عظیم الشان مراد ہے جس کی بجا آوری بجز اُن نفوس قدسیہ کے جو فی الحقیقت نفسانی خواہشوں کے مطیع نہیں ہیں یا اُس حالت میں جب کہ بمقتضائے فطرت انسانی محل عدل باقی نہیں ہے اور کسی طرح پر ہو نہیں سکتی +

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٥﴾ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٦﴾ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٧﴾ فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٩﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا نے لعنت کی تو اُس کے لیئے تو کوئی مددگار نہ پاویگا (۵۵) کیا اُن کو حکومت کا کوئی حصہ ہے (اگر ہو) تو جب بھی نہ دینگے لوگوں کو کھجور کی گُٹھلی کی ڈراڑ برابر بھی (۵۶) کیا وہ حسد کرتے ہیں لوگوں پر جو کچھ اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے دیا ہے، تو بیشک ہم نے دی ابرہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت اور ہم نے اُن کو دی بڑی بادشاہت (۵۷) پھر اُن میں سے وہ ہیں جو اُس پر ایمان لائے اور اُن میں سے وہ ہیں جو اُس سے رُک گئے اور کافی ہے جہنم آگ بھڑکا ہُوا (۵۸) بیشک جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کے ساتھ کفر کیا ہم ڈالینگے اُن کو آگ میں جب جب پک جھینگی اُن کی کھلڑیاں بدلدینگے ہم اُن کی کھلڑیاں اُن کے سوا تاکہ چکھیں عذاب کو بے شک اللہ بڑا ہے حکمت والا (۵۹)

چوتھے یہ کہ۔ عدل کے لفظ میں میل قلبی کو داخل نہ سمجھنا ایک بڑی غلطی ہے، بلکہ جو تعلقات کہ باہم زن وشوہر کے ہیں اُن میں میل قلبی سب سے مقدم امر ہے اور اس لئے لفظ عدل بدرجۂ اولٰے اُسی امر مقدم سے متعلق ہوتا ہے اور وہ امر مقدم کسی طرح اُس سے خارج نہیں رہ سکتا اور اس لئے حدیث مذکورہ بالا کے الفاظ "لا تلمنی فیما تملک ولا املک" سے میل قلبی کی طرف اشارہ سمجھنا سراسر غلطی ہے +

خود خدا تعالٰے نے موانست ومحبت کو تعلقات زن وشوہر میں امر مقدم قرار دیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ "اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑا پیدا کیا تاکہ تم دلی میلان اُس سے کرو اور تم دونوں

ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا[1] الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون (سورہ روم)

[1] یقال سکن الیہ للسکون القلبی ویقال سکن عندہ للسکون الجسمانی (تفسیر کبیر) +

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۶۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۶۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۶۳﴾

اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کئے ہیں ہم اُن کو داخل کرینگے جنتوں میں بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہینگے اُن میں اُن کے لئے پاکیزہ جوڑے ہیں اور ہم اُن کو داخل کرینگے چھاؤں چھاؤں (۶۰) بیشک اللہ تم کو حکم کرتا ہے کہ دیدو امانتیں امانت والوں کو اور جب تم لوگوں میں حکم کرو تو حکم کرو انصاف سے، بیشک اچھی چیز ہے جس کی اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے بیشک اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا (۶۱) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں سے حکم والوں کی پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اُس کو لیجاؤ اللہ اور رسول کے پاس اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور آخیر دن پر یہ اچھا ہے اور نیک ہے آخر کو (۶۲) کیا تو نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو کہ جو گمان کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں اُس پر جو اُتارا گیا ہے تجھ پر اور جو اُتارا گیا ہے تجھ سے پہلے، چاہتے ہیں کہ فیصلہ کروادیں ناحق کرنے والوں سے اور بے شبہ اُن کو حکم دیا گیا ہے کہ اُس کو نہ مانیں اور چاہتا ہے شیطان کہ اُن کو گمراہ کرے دُور کی گمراہی (۶۳)

میں محبت و پیار پیدا کیا"، پس جو امر کہ تعلقات زن و شوہر سے مخصوص ہے وہ کیونکر لفظ عدل سے جو ایسے موقع پر بولا گیا ہے خارج رہ سکتا ہے +

پانچویں یہ کہ۔ جن کے پاس پہلے سے یعنی اس حکم کے آنے کے قبل سے متعدد جورواں تھیں اُن کی نسبت حکم بیان کرتے وقت خود خدا نے عدل کو میل قلبی سے متعلق کیا ہے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦٤﴾ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٦﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٧﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٨﴾

اور جب اُن کو کہا جاتا ہے کہ آؤ اُس کی طرف جو اُتارا ہے اللہ نے اور (آؤ) رسُول کے پاس تو تو دیکھتا ہے کہ منافق تجھ سے رُک رُک جاتے ہیں ﴿۶۴﴾ پھر کیونکر جب اُن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے اُس سبب سے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے تو پھر تیرے پاس آتے ہیں اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے بجز احسان اور موافقت کے اور کچھ نہیں چاہا تھا ﴿۶۵﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے کہ کیا اُن کے دلوں میں ہے پھر اُن سے درگذر کر اور اُن کو نصیحت کر اور کہ اُن سے اُن کے دلوں میں بیٹھ جانے والی بات ﴿۶۶﴾ ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اس لئے کہ وہ فرمانبرداری کیا جائے اللہ کے حکم سے اور اگر اُنہوں نے جب کہ ظلم کیا اپنے آپ پر آتے تیرے پاس پھر معافی چاہتے اللہ سے اور چاہتا اُن کے لئے رسول البتہ وہ پاتے اللہ کو معاف کرنے والا رحم کرنے والا ﴿۶۷﴾ پھر تیرے پروردگار کی قسم کہ وہ ایمان والے نہ ہونگے جب تک کہ تجھ کو حاکم نہ بنائیں اُس میں جس میں کہ وہ آپس میں جھگڑتے ہیں پھر نہ پائیں اپنے دلوں میں کھٹک پکڑ اُس سے جو تو نے حکم کیا اور مان لیں ٹھیک جان کر ﴿۶۸﴾

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل (سورہ نساء) جہاں فرمایا ہے کہ "ہرگز تم عدل نہ کر سکو گے عورتوں میں اور گو کہ تم کو حرص ہو پھر مت جھک پڑو (یعنی ایک پر) بالکل جھک پڑنا" اس مقام پر فرمایا ہے کہ تم عدل نہیں کر سکنے کے، اگر عدل سے صرف مساوات نان ونفقہ و باری معین کرنے سے مراد ہوتی تو یہ بات ایسی نہ تھی جس کی نسبت کہا جاتا کہ تم ہرگز نہ کر سکو گے گو کہ اُس کے کرنے کی حرص بھی کرو اُس کے بعد میل قلبی کا ذکر فرمایا ہے جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ عدل میل قلبی کو شامل تھا ممکن ہے کہ حدیث مذکورہ بالا

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا (۶۹) وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (۷۰) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا (۷۱) ذٰلِكَ فَضْلُ مِّنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (۷۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا (۷۳) وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا (۷۴) وَلَىِٕنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا (۷۵)

اور اگر ہم اُن پر لکھ دیتے کہ مار ڈالو اپنے تئیں آپ یا نکل جاؤ اپنے گھروں سے تو اُس کو نہ کرتے مگر اُن میں سے چند ، اور اگر وہ کرتے جس سے وہ نصیحت دیئے گئے ہیں تو البتہ ہوتا اُن کے لئے اچھا اور بہت زیادہ ثابت (قدم) رہنا (۶۹) اور اُس وقت البتہ ہم اُن کو دیتے اپنے پاس سے ثواب بڑا اور البتہ ہم اُن کو ہدایت کرتے رستہ سیدھا (۷۰) اور جس نے کہ اطاعت کی اللہ کی اور رسول کی تو وہ لوگ اُن لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں کے (ساتھ) اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں (۷۱) یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور کافی ہے اللہ جاننے والا (۷۲) اے لوگو جو ایمان لائے ہو لو اپنا بچاؤ پھر نکلو ٹکڑے ٹکڑے یا اکٹھے ہو کر (۷۳) اور بیشک تم میں سے وہ شخص ہیں کہ دیر کرتے ہیں پھر اگر پہنچتی ہے تم کو مصیبت کہتا ہے کہ بیشک اللہ نے مجھ پر احسان کیا جب کہ میں اُن کے ساتھ موجود نہ تھا (۷۴) اور اگر تم کو پہنچتی ہے بھلائی اللہ کی طرف سے تو کہتا ہے کہ گویا نہ تھی تم میں اور اُس میں دوستی (کہ اس کو بھی اپنے ساتھ لیجاتے) اے کاش میں ہوتا اُن کے ساتھ تو کامیاب ہوتا بڑا کامیاب ہونا (۷۵)

اس آیت سے متعلق ہو *

غرضکہ قرآن مجید سے جو حکم پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک جورو ہونی چاہیے تعدد ازواج کی اجازت اُسی وقت ہے کہ جب مقتضائے فطرت انسانی و ضروریات تمدنی کے عقل و اخلاق و تمدن اُس کی اجازت دے اور خوف عدم عدل باقی نہ رہے *

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ﴿۷۵﴾ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿۷۶﴾

پھر چاہیئے کہ لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچ ڈالتے ہیں دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے، اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جاوے یا غالب ہو تو البتہ ہم اس کو دینگے بڑا ثواب ﴿۷۴﴾ اور کیا ہوا ہے تم کو کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کے (بچانے کے لئے) مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو نکال اس شہر سے کہ ظلم کرنے والے ہیں اس کے لوگ اور کر ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی والی اور کر ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی مددگار ﴿۷۵﴾ جو لوگ ایمان لائے ہیں لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو لوگ کافر ہیں لڑتے ہیں گمراہ کرنے والوں کی راہ میں پھر لڑو شیطان کے دوستوں سے بیشک شیطان کا مکر بودا ہے ﴿۷۶﴾

لفظ "او ما ملکت ایمانکم" اُن عورات سے متعلق ہے جو قبل اس کے نکاح میں آچکی ہوں یا بموجب رسم جاہلیت کے بطور ملک یمین لوگوں کے پاس ہوں مگر بعد کو مذہب اسلام نے اُس رسم جاہلیت کو موقوف کردیا جہاں فرمایا کہ "فاما منا بعد واما فداء" پس اُس کے بعد کوئی انسان کسی انسان کا ملک یمین نہیں ہوسکتا۔ اس باب میں میرا مستقل رسالہ مسمے "بتابریة الاسلام عن شین الامة والغلام" جس کسی کو منتوجب بحث دیکھنی ہو اُس کو دیکھے اور میں اپنی اس تفسیر میں بھی مذکورہ بالا آیت کے تحت میں بالاجمال اُس کا ذکر کرونگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

﴿۲۸﴾ (ان تبتغوا باموالکم) یہ آیت بھی منجملہ ان آیتوں کے ہے جس کی تفسیر میں مجھ کو تمام مفسرین اور علمائے متقدمین سے اختلاف ہے۔ تمام مفسرین اس آیت کو آیت متعہ کہتے ہیں یعنی اس آیت میں متعہ کے جائز ہونے کا حکم ہے متعہ کے یہ معنی ہیں کہ ایک مرد ایک عورت سے

وھی ای المتعة عبارة عن ان یستاجر الرجل المرأة بمال معلوم الی اجل معین فیجامعھا۔ (تفسیر کبیر)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (۷۹) اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (۸۰) مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (۸۱)

کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کہا گیا کہ روک لو اپنے ہاتھ (یعنی مت لڑو اس لئے کہ اب لڑائی نہیں ہے) اور پڑھو نماز اور دو زکوٰۃ (تو اس بات کو خوشی خوشی قبول کرتے ہیں) پھر جب لکھا گیا اُن پر لڑنا (یعنی جب پھر لڑائی کا وقت آیا) تو ایک گروہ اُن میں سے آدمیوں سے ڈرتا ہے جیسے کہ خدا کا ڈر ہو یا خدا کے ڈر سے بھی زیادہ، اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے کیوں لکھدی ہم پر لڑائی، کیوں نہ تو تھوڑے وقت تک ہم کو اور مہلت نہ دی، کہدے (اے پیغمبر) کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت کا (فائدہ) بہتر ہے اُس شخص کے لئے جس نے پرہیزگاری کی اور نہ ظلم کئے جاؤ گے باریک تاگے کی برابر بھی (۷۹) جہاں کہیں تم ہو گے پکڑ لیگی تم کو موت اور گو کہ تم مضبوط برجوں میں ہو، اور اگر اُن کو پہنچتی ہے بھلائی تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر اُن کو پہنچتی ہے بُرائی تو کہتے ہیں کہ یہ تیرے سبب سے ہے، کہدے اے پیغمبر کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے، پھر کیا ہے اُس قوم کو کہ بات کو سمجھتی ہوئی نہیں لگتی (۸۰) جو کچھ کہ تجھ کو پہنچا ہے بھلائی سے تو اللہ کی طرف سے ہے اور جو کچھ کہ تجھ کو پہنچا ہے بُرائی سے تو خود تیری طرف سے ہے اور ہم نے بھیجا تجھ کو لوگوں کے لئے پیغام پہنچانے والا اور کافی ہے اللہ گواہی کو (۸۱)

میعاد معین کے لئے مثلاً ایک شب کے لئے بعوض مال معین کے مثلاً دس روپیہ کی اُجرت ٹھیرا لے اور اُس سے اُس میعاد تک مباشرت کرے، جیسا کہ اس زمانہ میں بے حیا عورتوں سے بے حیا مردوں کا عام دستور ہے ✦

وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ
اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ
عَلَيْهِمْ حَفِيظًا (۸۲) وَيَقُولُونَ
طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ
بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي
تَقُولُ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ
فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ
وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا (۸۳) أَفَلَا
يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ
مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا
فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (۸۴) وَإِذَا
جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ
أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ
إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ
لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ
وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا (۸۵)
فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ
إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ
عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ
تَنْكِيلًا (۸۶)

جس شخص نے اطاعت کی رسول کی تو بیشک اُس نے
اطاعت کی اللہ کی اور جو پھر گیا تو ہم نے نہیں بھیجا
تجھ کو اُن پر نگہبان (۸۲) اور کہتے ہیں فرمانبردار
ہیں پھر جب تیرے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ایک گروہ
اُن میں سے گھر میں بیٹھ کر سوچتا ہے اُس کے سوا
جو تو کہتا ہے، اور خدا لکھ لیتا ہے جو کچھ وہ گھر
میں بیٹھ کر سوچتے ہیں، پھر بے پروا ہی کر اُن سے
اور توکل کر اللہ پر اور کافی ہے اللہ کام سنوارنے والا (۸۳)
پھر کیا وہ نہیں سمجھتے قرآن کو اور اگر خدا کے سوا اور
کسی کے پاس سے ہوتا تو وہ بیشک اُس میں بہت
اختلاف پاتے (۸۴) اور جب اُن کے پاس کوئی
بات امن کی یا خوف کی آتی ہے تو اُس کو مشہور
کرتے ہیں اور اگر اُس کو رسول تک لیجاتے یا اُن
میں سے حکم والوں تک تو البتہ اُس کو جان لیتے
اُن میں سے وہ لوگ جو اُس میں سے ٹھیک بات
نکال سکتے، اور اگر خدا کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اُس کی
رحمت تو البتہ تم پیروی کرتے شیطان کی مگر چند (۸۵)
پس لڑ اے محمد اللہ کی راہ میں، تو (اوروں کے فعل کا) ذمہ دار
نہیں کیا جاتا مگر خود اپنا اور (لڑنے پر) مسلمانوں کو رغبت
دلا قریب ہے کہ اللہ اُن لوگوں کی دہشت کو کھو دیگا جو
کافر ہیں اور اللہ بہت سخت دہشت والا ہے اور بہت سخت
سزا دینے والا (۸۶)

علماء کا اتفاق ہے کہ ابتداے اسلام میں متعہ جائز تھا اور اس باب میں کہ وہ بدستور جائز
ہے یا ممنوع یا منسوخ ہوگیا ہے اختلاف ہے، گروہ کثیر امۃ کا یہ قول ہے کہ اس آیت میں تو
بلاشبہ جواز متعہ کا حکم ہے لیکن یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے، مگر جن آیتوں سے اس کے نسخ کا استدلال کرتے
ہیں وہ استدلال میری دانست میں نہایت ضعیف ہے +

اور گروہ قلیل امت کا یہ قول ہے کہ حکم جواز متعہ بدستور بحال و غیر منسوخ ہے، ابن عباس سے

وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٧﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٨﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۗ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٩﴾ فَمَا لَكُمْ فِى الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۗ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۙ ﴿٩١﴾

جو کوئی سفارش کریگا اچھی بات کی سفارش تو اُس اچھی بات میں اُس کا بھی حصہ ہوگا اور جو کوئی سفارش کریگا بُرے کام کی سفارش تو اُس بُرے کام کا اُس پر بھی بوجھ ہوگا اور اللہ ہر چیز پر طاقت والا ہے ﴿٨٧﴾ اور جب تم کو دعا دیجائے سلامتی کی دعا تو اُس سے بہتر سلامتی کی دعا دو یا اُسی دعا کو اُلٹ کر کہو بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے ﴿٨٨﴾ اللہ، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی بیشک اکٹھا کریگا تم کو قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچ بات کہنے والا ﴿٨٩﴾ پھر (اے مسلمانوں) تم کو کیا ہے کہ منافقوں (کی مدارات کرنے اور نہ کرنے) میں دو فرقے ہو گئے ہو اور اللہ نے اُن کو سرنگوں کیا اُس چیز سے جو اُنہوں نے کمایا کیا تم ارادہ کرتے ہو کہ ہدایت کرو اُس کو جس کو اللہ نے گمراہ کیا اور جس کو گمراہ کرے اللہ تو ہرگز تو نہ پاویگا اُس کے لئے کوئی رستہ ﴿٩٠﴾ چاہتے ہیں (منافق) کہ تم بھی کافر ہوتے جیسے کہ وہ کافر ہیں تو تم بھی برابر ہو تے پھر اُن میں سے کسی کو دوست مت ٹھیراؤ جب تک وہ ہجرت کریں اللہ کی راہ میں پھر اگر پھیر جاویں تو اُن کو پکڑو اور اُن کو مار ڈالو جہاں اُن کو پاؤ اور مت ٹھیراؤ اُن میں سے کسی کو دوست اور مددگار ﴿٩١﴾

اس میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت تو جواز متعہ کی ہے بلا کسی قید کے۔ اور ایک روایت میں اُس کا جواز بحالت اضطرار بیان ہوا ہے جیسے کہ مُردار و سُور کا گوشت حالت اضطرار میں کھالینا جائز ہے۔ اور ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ ابن عباس نے تسلیم کیا کہ حکم جواز منسوخ ہو گیا ہے۔ عمران بن حصین اُس کے جواز کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ جواز متعہ کی آیت قرآن میں موجود ہے اور اُس کے بعد کوئی ایسی آیت سے جس سے حکم جواز متعہ منسوخ

اِلَّا الَّذِیۡنَ یَصِلُوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍۭ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ اَوۡ جَآءُوۡکُمۡ حَصِرَتۡ صُدُوۡرُہُمۡ اَنۡ یُّقَاتِلُوۡکُمۡ اَوۡ یُقَاتِلُوۡا قَوۡمَہُمۡ ؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَسَلَّطَہُمۡ عَلَیۡکُمۡ فَلَقٰتَلُوۡکُمۡ ۚ فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡکُمۡ فَلَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ وَ اَلۡقَوۡا اِلَیۡکُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ عَلَیۡہِمۡ سَبِیۡلًا ﴿۹۲﴾

مگر اُن لوگوں کو (مت پکڑو اور مت مارو) جو اس قوم سے جا ملیں جس سے تم میں اور اُن میں قول قرار ہو گیا ہے یا تمہارے پاس آویں (اور) اُن کے دل میں یہ بات نہ رہی ہو کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں، اور اگر خدا چاہتا تو البتہ اُن کو تم پر مسلط کرتا پھر ضرور تم سے لڑتے، پھر اگر وہ تم سے (یعنی تمہارے مقابلہ سے) علیحدہ ہو جاویں اور تم سے نہ لڑیں اور تم سے صلح کا پیغام ڈالیں تو پھر اللہ نے اُن پر تمہارے لئے کوئی رستہ نہیں بنایا ہے ﴿۹۲﴾

سَتَجِدُوۡنَ اٰخَرِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّاۡمَنُوۡکُمۡ وَ یَاۡمَنُوۡا قَوۡمَہُمۡ ؕ کُلَّمَا رُدُّوۡۤا اِلَی الۡفِتۡنَۃِ اُرۡکِسُوۡا فِیۡہَا ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یَعۡتَزِلُوۡکُمۡ وَ یُلۡقُوۡۤا اِلَیۡکُمُ السَّلَمَ وَ یَکُفُّوۡۤا اَیۡدِیَہُمۡ فَخُذُوۡہُمۡ وَ اقۡتُلُوۡہُمۡ حَیۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡہُمۡ ؕ وَ اُولٰٓئِکُمۡ جَعَلۡنَا لَکُمۡ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِیۡنًا ﴿۹۳﴾

اور تم اور قوموں کو پاؤ گے کہ یہ چاہتی ہیں کہ تم سے امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں، جب کبھی وہ فساد کی طرف پھیرے جاتے ہیں تو اُس میں نگونسار ہوتے ہیں پھر اگر تمہارے مقابلہ سے علیحدہ نہ ہوویں اور تم سے صلح کا پیغام ڈالیں اور (لڑائی سے) اپنا ہاتھ نہ روکیں تو اُن کو پکڑو اور اُن کو مار ڈالو جہاں اُن کو پاؤ، اور یہی لوگ ہیں جن پر (یعنی جن کے پکڑنے یا قتل کرنے پر) ہم نے تم کو صریح حجت دی ہے ﴿۹۳﴾

ہوا ہو نازل نہیں ہوئی - اور شیعہ حضرت علی مرتضٰے سے جواز متعہ کی بہت سی روایتیں بیان کرتے ہیں، مگر اہلسنت وجماعت کے ہاں حضرت علی مرتضٰے سے کوئی معتبر روایت جواز متعہ پر منقول نہیں ہے - محمد بن جریر الطبری نے اپنی تفسیر میں حضرت علی سے یہ روایت لکھی ہے کہ ”اگر عمر لوگوں کو متعہ کرنے سے منع نہ کرتے تو بجز کسی بدبخت کے کوئی زنا نہ کرتا“ - اور محمد بن الحنیفہ سے جو حضرت علی کے بیٹے ہیں یہ روایت ہے کہ ”حضرت علی مرتضٰے ابن عباس پاس گئے جو جواز متعہ کا فتوے دیتے تھے اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع کیا ہے“ ٭

میرے نزدیک علماء مفسرین کا اس آیت سے حکم جواز متعہ پر استدلال کرنا محض غلط ہے، بلکہ اس آیت سے علانیہ متعہ کے امتناع کا حکم پایا جاتا ہے - تمام تاریخوں اور قدیم کتابوں سے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۹۴﴾ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿۹۵﴾

اور کسی مسلمان کو لائق نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو مار ڈالے مگر چوک سے، اور جو کوئی کسی مسلمان کو چوک سے مار ڈالے تو (اُس کا کفارہ ہے) آزاد کرنا مسلمان بردہ کا اور خونبہا کا دیا جانا اُس کے لوگوں کو مگر یہ کہ وہ (خونبہا کا دیا جانا) معاف کردیں، پھر اگر (وہ شخص جو مارا گیا ہے) تمہاری دشمن قوم میں سے ہو اور وہ مسلمان ہو تو (اُس کا کفارہ ہے) آزاد کرنا مسلمان بردہ کا، اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو کہ تم میں اور اُن میں قول قرار ہو گیا ہے تو (اُس کا کفارہ ہے) خونبہا کا دیا جانا اُس کے لوگوں کو اور آزاد کرنا مسلمان بردہ کا، پھر جو شخص (مسلمان بردہ) نہ پاوے تو اُس کا (بدلہ ہے) پے درپے دو مہینے کے روزے معافی چاہنے کو اللہ سے، اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا (۹۴)

اور جو کوئی مسلمان کو عمداً مار ڈالے تو اُس کی سزا جہنم ہے ہمیشہ اُس میں رہیگا خدا اُس پر غصہ ہوا اور اُس کو لعنت کی اور اُس کے لئے طیار کیا بڑا عذاب (۹۵)

پایا جاتا ہے کہ ہر ایک قوم میں قدیم زمانہ سے اس قسم کی عورتیں تھیں جو یہی پیشہ کرتی تھیں، کہ لوگوں سے اُجرت ٹھیرا کر اُن کو اپنے ساتھ مباشرت کرنے دیتی تھیں، جیسے کہ اس زمانہ میں بھی ایسی عورتیں پائی جاتی تھیں، جن کو بلحاظ اُن کے حالات کے خانگیاں اور کسبیاں کہتے ہیں، یہودیوں میں فارسیوں میں بلکہ تمام قوموں میں اس قسم کی عورتیں تھیں، عرب میں بھی قبل اسلام اور ابتدائے اسلام میں اور شاید اُس کے بعد بھی ایسی عورتوں کا وجود تھا، اور شاید اب بھی ہو یا اُس کی ظاہری صورت میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی ہو۔ یہ طریقہ بوریل فقہ اُس جہ سے نکلا تھا کہ مردوں کو اپنی مستی جھاڑنے کا موقع ملے۔ تزوج میں اور اس طرح پر یعنی اُجرت سے کام چلانے میں فی نفسہ کوئی فرق نہ تھا، اس لئے کہ مہر اور اجرت حقیقۃً ایک ہی شے ہے رضا و معاہدہ دونوں حالت میں ایک ہی حقیقت رکھتا ہے، متعہ میں میعاد کا معین ہونا اور تزوج میں تعین میعاد کا اختیار زوج کے قبضہ میں رہنا، یا میعاد کا معلوم ہونا مگر اُس کی تعداد کا نا معلوم ہونا کہ کب موت آئیگی حقیقت معاہدہ میں کوئی معتد بہ تبدیل نہیں کرتا۔ پس ان دونوں میں جو حقیقۃً

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۶﴾ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۷﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۸﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو تحقیق کر لو (مسلمانوں اور کافروں کو) اور مت کہو اُس شخص کو جس نے تم سے سلام علیک کی ہے کہ تو مسلمان نہیں ہے تم چاہتے ہو دولت دنیا کی زندگی کی تو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں، تم ایسے ہی تھے اس سے پہلے پھر مہربانی کی اللہ نے تم پر پس تحقیق کر لو، بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے خبردار ہے ﴿۹۶﴾ مسلمانوں سے بیٹھ رہنے والے سوائے ناکاروں کے، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، بزرگی دی ہے اللہ نے اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر مرتبہ میں، اور ہر ایک سے اللہ نے اچھا وعدہ کیا ہے، اور بزرگی دی ہے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم دینے سے ﴿۹۷﴾ اپنی طرف سے درجے دئے ہیں اور بخشش اور رحمت، اور اللہ بخشنے والا ہے رحم والا ﴿۹۸﴾

فرق تھا وہ یہی تھا کہ تزوج سے مقصود دراصل احصان یعنی پاکدامنی اور نیکی تھی، اور متعہ سے صرف مستی جھاڑنی، کیونکہ اُس سے اُس کے مرتکب کو بجز سفح منی کے اور کوئی مقصود نہیں ہوتا۔ پس اسی کو خدا تعالٰے نے منع کیا جہاں فرمایا کہ "ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین" یعنی تم بعوض اپنے مال کے آزاد عورتوں کو نکاح کرنے کے لئے تلاش کرو اور اُن سے نکاح کرنا پاک دامنی رکھنے کی غرض سے ہو نہ مستی جھاڑنے کی غرض سے یہ مطلب آیت کا صرف محصنین کے لفظ پر ختم ہو گیا تھا۔ غیر مسافحین کا لفظ صرف اُسی طریقہ متعہ کے منع کرنے کو کہا گیا ہے جو نہایت بے حیائی اور بد اخلاقی سے رائج تھا "انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا" پس اس آیت سے متعہ کا امتناع پایا جاتا ہے نہ اُس کا جواز

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلٰئِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (۹۹) إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا فَأُولٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا (۱۰۰) وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (۱۰۱) وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا (۱۰۲)

بیشک وہ لوگ جن کی روح فرشتے قبض کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے پر آپ ظلم کیا ہے (یعنی منافقوں نے) تو فرشتے کہتے ہیں تم کن میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس ملک میں لاچار تھے (فرشتے) کہتے ہیں کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی تاکہ تم اپنا ملک چھوڑ کر وہاں چلے جاتے، پس یہی لوگ ہیں کہ اُن کے رہنے کی جگہ جہنم ہے اور بُری جگہ ہے (۹۹) مگر مردوں اور عورتوں اور لڑکوں میں سے جو لاچار ہیں نہیں کر سکتے کوئی حیلہ اور نہ پاتے ہیں کوئی رستہ تو یہی لوگ ہیں کہ جلد اللہ اُن کو معاف کریگا اور اللہ معاف کرنے والا ہے بخشنے والا (۱۰۰) اور جو کوئی کہ ہجرت کرے اللہ کی راہ میں پاویگا زمین میں رہنے کی بہت جگہ اور کشایش، اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے اللہ کے اور اُس کے رسول کے لئے ہجرت کر کے پھر اُس کو موت لے لیوے تو بیشک اُس کا اجر دینا اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ بخشنے والا ہے رحم والا (۱۰۱) اور جب کہ تم کوچ کرو ملک میں تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ قصر کرو نماز میں سے، اگر تم کو ڈر ہو کہ فساد کرینگے تم سے وہ لوگ جو کافر ہیں بیشک کافر تمہارے لئے دشمن علانیہ ہیں (۱۰۲)

جیسے کہ غلطی سے علمائے اسلام نے خیال کیا ہے ؞

باقی رہی روایتیں، جن میں سے بعض سے بجز اس کے اور کچھ نہیں پایا جاتا کہ مکہ کی عورتیں بن سنور کر بیٹھتی تھیں جیسے اب بھی اس قسم کی عورتیں میلوں اور

روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم مکۃ فی عمرتہ تزین نساء مکۃ فشکا اصحاب الرسول صلے اللہ علیہ وسلم طول العزوبۃ فقال استمتعوا من ھذہ النساء (تفسیر کبیر)

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۳﴾

اور اے (پیغمبر) جب کہ تو اُن میں ہو اور تو نے اُن کے لئے جماعت کی نماز کھڑی کی ہو تو چاہیئے کہ ایک گروہ اُن میں سے تیرے ساتھ کھڑا رہو (یعنی ایسے موقع پر کہ کعبہ کی طرف مُنہ کرنے سے دشمن کی طرف پیٹھ ہو جاتی ہو جیسے کہ ذات الرقاع کی لڑائی کا موقع تھا) اور چاہیئے کہ لیں اپنے ہتیار پھر جب (پہلے گروہ کے لوگ) سجدہ کرلیں تو اُن کو چاہیئے کہ تمہارے یعنی دوسرے گروہ کے آگے ہو جاویں (یعنی دشمن کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہو جاویں) اور چاہیئے کہ آوے گروہ دوسری جس نے کہ نماز نہیں پڑھی تھی (اور دشمن کی طرف مُنہ کئے ہوئے کھڑے رہے تھے) پھر چاہیئے کہ وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور چاہیئے کہ لیں اپنی حفاظت اور اپنے ہتیار[51] اور جو لوگ کہ کافر ہیں چاہتے ہیں کہ اگر تم غافل ہو جاؤ اپنے ہتیاروں اور اپنے اسباب سے تو پل پڑیں تم پر پل پڑنا ایک ساتھ، اور تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اگر تم کو کچھ اذیت ہو، مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اپنے ہتیار رکھ دو، اور لو اپنی حفاظت بیشک اللہ نے طیار کیا ہے کافروں کے لئے عذاب رسوا کرنیوالا (۱۰۳)

مجمعوں میں بناؤ سنگار کر کر بیٹھتی ہیں اور اُن سے متعہ کرنے کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی، وہ سب روایتیں محض بیہودہ و لغو ہیں۔ جس قدر حدیثیں جواز متعہ پر بیان ہوئی ہیں اور جس قدر کہ اس کی منسوخی یا بحالی کی نسبت منقول ہیں اُن میں سے ایک بھی لایق التفات اور قابل تسلیم نہیں ہے۔ کیونکہ اُن میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ متعہ پر جو بحث شروع ہوئی ہے وہ اسی آیت کی بنا پر ہوئی ہے، کہ علما و مفسرین نے غلطی سے سمجھا کہ اس آیت سے جواز متعہ نکلتا ہے۔ پھر ایک گروہ اُس کا مخالف ہوا اُس نے اُس کی منسوخی ثابت کرنے پر توجہ کی،

۵۱ صف جنگ میں مقتدیوں کو اگر موقع نماز کا ہو تو صرف ایک رکعت نماز کی فرض ہے اور اگر اس کا بھی موقع نہ ہو تو صرف اشارہ ہی سے بلا لحاظ سمت قبلہ کافی ہے اور اگر اتنی بھی فرصت نہ ہو تو قضا کرنا جائز ہے ٭

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (۱۰۴) وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۱۰۵) اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۱۰۶) وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا (۱۰۷) يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا (۱۰۸)

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے، پھر جب تم کو اطمینان ہو جاوے تو قایم کرو نماز کو، بیشک نماز مسلمانوں پر لکھی گئی ہے معین وقتوں پر (۱۰۴) اور سستی مت کرو اُس قوم یعنی کافروں کے پیچھا کرنے میں اگر تم کو تکلیف ہوتی ہے تو بیشک وہ بھی تکلیف اُٹھاتے ہیں جیسے کہ تم تکلیف اُٹھاتے ہو اور تم اللہ سے امید رکھتے ہو اُس چیز کی کہ وہ اُس کی اُمید نہیں رکھتے، اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا (۱۰۵) بیشک ہم نے بھیجی ہے تجھ پر یہ کتاب برحق تاکہ تو لوگوں میں حکم کرے اُس چیز سے کہ دکھائی ہے تجھ کو اللہ نے اور نہ ہو خیانت کرنے والوں کے لئے جھگڑنے والا، اور معافی مانگ اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان (۱۰۶) اور مت جھگڑا کر اُن لوگوں کی طرف سے جو خیانت اپنے دلوں میں کرتے ہیں، بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا اُس کو جو کہ خیانت کرنے والا گنہگار ہو (۱۰۷) چھپاتے ہیں لوگوں سے اور نہیں چھپا سکتے اللہ سے اور وہ اُن کے پاس ہے جب وہ گھر میں بیٹھ کر مشورہ کرتے ہیں اُس کا جس بات کو اللہ پسند نہیں کرتا اور جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں اللہ اُس پر حاوی ہے (۱۰۸)

اور اُس کی تائید پر ناسخ حدیثیں موجود ہو گئیں اور اُس کے مؤیدین نے اُس کے جواز کی حدیثیں گھڑ بنائیں۔ شیعہ کی پشت پناہ تو جناب علی مرتضےٰ ہیں ہی اُنھوں نے سچ جھوٹ جو چاہا اب المظلوم علیہا السلام پر تہمت دھر دی۔ البتہ اگر اس آیت سے حکم امتناع متعہ تسلیم کیا جاوے جو اُس زمانہ میں عرب میں مروج تھا تو وہ روایتیں جن میں بلا ذکر نسخ صرف حکم امتناع متعہ ہے تائید اس آیت کے قابل ترجیح یا لایق اعتماد متصور ہو سکینگی اور خیال ہو سکتا ہے کہ بعد نزول اس آیت کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ مروجہ کا امتناع کیا۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا (١٠٩) وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (١١٠) وَمَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا (١١١) وَمَنْ یَّكْسِبْ خَطِیْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ بَرِیْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا (١١٢) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا (١١٣)

ہاں تم وہ لوگ ہو کہ دُنیا کی زندگی میں اُن کی طرف سے جھگڑتے ہو، پھر کون اُن کی طرف سے قیامت کے دن اللہ سے جھگڑیگا، کیا کوئی ہوگا اُن پر وکیل (١٠٩) اور جو کوئی بُرا کام کرے یا اپنے آپ پر ظلم کرے پھر اللہ سے معافی چاہے تو اللہ کو پاویگا معاف کرنے والا رحم والا (١١٠) اور جو کوئی گناہ کماتا ہے تو اُس کے سوا کچھ نہیں کہ اُس کو کماتا ہے اپنے لئے آپ اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا (١١١) اور جو شخص کوئی خطا یا گناہ کرتا ہے پھر اُس کی تہمت کسی بے گناہ پر ڈالتا ہے تو بیشک اُس نے اُٹھایا (بوجھ) علانیہ بہتان اور گناہ کا (١١٢) اور اگر خدا کا فضل تجھ پر نہ ہوتا اور اُس کی رحمت تو البتہ قصد کیا تھا اُن میں سے ایک گروہ نے کہ تجھ کو (ایک چور کا مقدمہ فیصل کرتے وقت و انصاف کرنے میں) بہکا دیویں، اور وہ نہیں بہکاتے مگر اپنے آپ کو اور تجھ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچاتے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تجھ کو وہ سکھایا ہے جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے (١١٣)

جب کہ ہم روایات متعلق متعہ کو صحیح تسلیم نہیں کرتے تو ضرورۃً یہ لازم آتا ہے کہ ہم اس بات کو بھی کہ متعہ کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواز کا حکم دیا اور ابن عباس اور عمران بن حصین نے یہ کہا اور علی مرتضے نے یہ فرمایا تسلیم نہیں کرتے، اور جو تفسیر اس آیت کی ہم نے بیان کی اُس کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُن بزرگوں کے اقوال کے برخلاف ہے۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سوائے ہمارے تمام مفسرین علمائے متقدمین آیت کے معنی اُلٹے سمجھے، مگر اس کہنے کی ہم کو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ غرض کہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ متعہ کا طریقہ اسلام نے پیدا نہیں کیا بلکہ وہ قدیم سے جاری تھا اسلام نے اُس کو منع کیا گو کہ ابتدائے زمانہ اسلام میں بھی جاری رہا ہو۔ بہت سے رواج زمانہ جاہلیت کے ایسے تھے جو زمانہ ابتدائی اسلام میں رائج تھے بعد کو ممنوع ہوئے متعہ بھی اُس میں ہے ❁

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ
إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ
أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ
ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ
فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾
وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ
مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ
سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ
وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ
بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ
لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ
فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾
إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا
وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا
مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ اللَّهُ ۘ وَقَالَ
لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا
مَّفْرُوضًا وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَ
لَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ
فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَ
لَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ
اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا
مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا
مُّبِينًا ﴿١١٨﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا
يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١١٩﴾
أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا
يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢٠﴾

کچھ بھلائی اُن کے بہت سے مشوروں میں نہیں ہے
مگر (اُس شخص کے مشورہ میں بھلائی ہے) جو خیرات
کرنے کو یا کوئی نیک بات کرنے کو کہے یا لوگوں میں
اصلاح کرائے اور جو شخص خدا کی رضامندی چاہنے
کے لئے ایسا کرے تو ہم جلد اُس کو بڑا اجر دینگے ﴿۱۱۴﴾
اور جس شخص نے مخالفت کی رسول کی اُس کو ٹھیک
راہ ظاہر ہونے کے بعد، اور پیروی کرے اُس راہ
کی جو مسلمانوں کی نہیں، تو پھیر دینگے ہم اُس کو جدھر
وہ پھرا ہے اور ہم اُس کو پہنچاوینگے جہنم میں اور وہ بُری
جگہ ہے ﴿۱۱۵﴾ بیشک اللہ نہیں معاف کرنے کا کہ شرک کیا
جاوے اُس کے ساتھ اور بخشیگا اُس کے سوا جس کو چاہیگا اور
جو کوئی شرک کرے اللہ کے ساتھ تو بیشک وہ راہ سے
بھٹک گیا بہت دُور بھٹکنا ﴿۱۱۶﴾ وہ (یعنی مشرک)
نہیں پکارتے اُس کے (یعنی اللہ کے) سوا بجز دیبیوں
کے اور نہیں پکارتے بجز سرکش شیطان
کے ﴿۱۱۷﴾ لعنت کی ہے اُس پر اللہ نے اور
اُس نے کہا کہ البتہ میں لونگا تیرے بندوں سے مقرر
کیا ہؤا حصہ اور البتہ میں اُن کو گمراہ کرونگا اور اُن کو
آرزؤں میں ڈالونگا اور البتہ اُن کو حکم دونگا تا کہ وہ
چارپایوں کے جانوروں کے کان (میری نذر کیلئے)
چیریں اور میں اُن کو حکم دونگا تا کہ (میری بھیٹ
کے لئے) خدا کی پیدائش میں تغیر کردیں، اور جس نے
خدا کے سوا شیطان کو اپنا مربی بنایا تو بیشک وہ ٹوٹے
میں پڑا علانیہ ٹوٹے میں پڑنا ﴿۱۱۸﴾ اُن کو (شیطان) وعدہ
دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان اُن کو وعدہ نہیں دیتا بجز فریب
کے ﴿۱۱۹﴾ یہی لوگ ہیں جن کی جگہ جہنم ہے اور نہ
پاوینگے اُس سے مخلصی ﴿۱۲۰﴾

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۱﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۲﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۴﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۵﴾ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاۗءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰي عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَي النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِـيْمًا ﴿۱۲۶﴾

اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کئے ہیں ہم اُن کو داخل کرینگے جنتوں میں بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہینگے اُن میں ہمیشہ ہمیش، اللہ نے سچا وعدہ کیا اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچا بات میں ﴿۱۲۱﴾ نہ تمہاری آرزوؤں سے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں سے (کچھ ہوتا ہے) جو کوئی بُرا کام کریگا اُس کا بدلا اُس کو دیا جاویگا اور نہ پاویگا اپنے لئے سوائے خدا کے کوئی مربی اور نہ کوئی مددگار ﴿۱۲۲﴾ اور جو کوئی اچھے کاموں میں سے کریگا، مردوں میں سے یا عورتوں میں سے اور وہ ایمان والا ہے تو یہی لوگ ہیں جو داخل ہونگے جنت میں اور نہ ظلم کئے جاوینگے کھجور کی گٹھلی کی ڈرار برابر بھی ﴿۱۲۳﴾ اور کون دین کی راہ سے اُس شخص سے اچھا ہے جس نے اپنے مُنہ کو خدا کی اطاعت میں لگا دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہے اور پیروی کی ہے دین ابراہیم کی جو خالص خدا کا پوجنے والا تھا، اور خدا نے ابراہیم کو دوست ٹھیرایا ہے ﴿۱۲۴﴾ اور اللہ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر محیط ہے ﴿۱۲۵﴾ تجھ سے عورتوں کے باب میں حکم پوچھتے ہیں، کہدے کہ اللہ اُن کے باب میں حکم دیگا اور جو کچھ پڑھ سنایا جاتا ہے تم کو کتاب میں یتیم عورتوں کے حق میں جن کو تم نہیں دیتے جو اُن کے لئے لکھا گیا ہے اور رغبت کرتے ہو کہ نکاح کرلو اُن سے، اور بے بس لڑکوں کے حق میں، اور اُس میں کہ تم یتیموں کے لئے انصاف سے قائم رہو اور جو کچھ کہ تم کرتے ہو نیکی سے بیشک اللہ اُس کا جاننے والا ہے ﴿۱۲۶﴾

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۷﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۸﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۱﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۲﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۳﴾

اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند سے جھگڑنے یا بے التفاتی کرنے سے تو اُن دونوں پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ وہ دونوں آپس میں صلح کرلیں کسی طرح کی صلح اور صلح اچھی ہے اور طیار کی گئی ہیں طبیعتیں بخیلی پر اور اگر تم احسان کروگے اور خدا سے ڈروگے تو بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس پر خبردار ہے ﴿۱۲۷﴾ اور ہرگز تم طاقت نہیں رکھتے کہ عدل کرو عورتوں میں اور گو کہ تم حرص کرو اور پھر مت جھک جاؤ (ایک طرف) بالکل جھک جانا تاکہ اُس کو چھوڑ دو ادھر میں اور تم صلح کرلو اور خدا سے ڈرو تو بیشک اللہ بخشنے والا ہے رحم والا ﴿۱۲۸﴾ اور اگر تم دونوں چھوٹ جاؤ تو اللہ تم دونوں کو اپنے پاس سے کشایش کرکے بے پرواہ کردیگا اور اللہ کشایش کرنے والا ہے حکمت والا ﴿۱۲۹﴾ اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور بیشک ہم نے حکم دیا اُن لوگوں جن کو تم سے پہلے کتاب دیگئی ہے اور تم کو کہ ڈرو اللہ سے اور اگر تم کفر تو بیشک اللہ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور بیشک اللہ بے پرواہ ہے تعریف کیا گیا ﴿۱۳۰﴾ اور اللہ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کام سنوارنے والا ﴿۱۳۱﴾ اگر چاہے تو تم کو نیست کردے اے لوگو اور اَوروں کو موجود کردے اور اللہ ایسا کرنے پر قادر ہے ﴿۱۳۲﴾ جو شخص دنیا کی بھلائی چاہتا ہے تو اللہ کے پاس دُنیا اور آخرت کی بھلائی ہے اور اللہ سُننے والا ہے دیکھنے والا ﴿۱۳۳﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا
قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ
لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ
اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ
اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ
اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى
اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۴﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ
نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ
الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ
بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا
بَعِيْدًا ﴿۱۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا
ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا
كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ
وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۶﴾ بَشِّرِ
الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۷﴾
الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ
الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ
فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۸﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ
فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا
وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا
فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ
اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ
فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم قائم رہو انصاف پر
خدا کے لئے (سچ بات کو) ظاہر کرنے والے اور
گو کہ وہ خود تم کو نقصان پہنچانے والی ہو یا ماں باپ
اور قرابت مندوں کو خواہ وہ دولتمند ہوں یا فقیر
پھر اللہ اُن کے ساتھ (بہ نسبت تمہارے) زیادہ مہربان
ہے اور تم اپنی خواہش کی پیروی مت کرو عدل کرنے
میں، اور اگر تم پیچ ڈالو یا منہ موڑ لو تو بیشک جو
کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس پر خبردار ہے ﴿۱۳۴﴾
اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے
رسول پر اور اُس کی کتاب پر جو بھیجی گئی ہے اُس سے پہلے
اور جس نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اُس کے فرشتوں
کے اور اُس کی کتابوں کے اور اُس کے رسولوں کے اور آخیر
دن کے تو بیشک وہ بھٹک گیا دور کے رستہ پر بھٹکنا ﴿۱۳۵﴾
بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے
پھر کافر ہوئے پھر بڑھ گئے کفر میں ہرگز نہ بخشیگا اللہ
اُن کو اور ہرگز نہ بتاویگا اُن کو رستہ ﴿۱۳۶﴾ خوشخبری دے
منافقوں کو کہ بیشک اُن کے لئے ہے عذاب دُکھ
دینے والا ﴿۱۳۷﴾ وہ لوگ (یعنی منافق) جو ٹھیراتے ہیں
کافروں کو دوست مسلمانوں کے سوا کیا وہ اُن کے
نزدیک عزت چاہتے ہیں پھر بیشک تمام عزت اللہ
کے لئے ہے ﴿۱۳۸﴾ اور بیشک ہم نے (حکم) بھیجا ہے
تم پر قرآن میں (سورۃ الانعام آیت ۶۷) کہ جب تم سنو کہ اللہ
کے احکام کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور اُن کے ساتھ ٹھٹھا کیا جاتا
ہے تو تم اُن لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ اُس کے سوا اور
کسی بات میں لگ جاویں بیشک تم اُس وقت (اگر تم اُن میں بیٹھے
رہے ہو تو) اُن کی مانند ہوگے بیشک اللہ اکٹھا کرنے والا ہے منافقوں
اور کافروں کو جہنم میں سب کو ﴿۱۳۹﴾

الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِنْ
كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا
أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ وَإِن كَانَ
لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ
نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُم
مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاللَّهُ يَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَن
يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (۱۴۰) إِنَّ الْمُنَافِقِينَ
يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ
وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ
يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا
قَلِيلًا (۱۴۱) مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ
لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ
وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا (۱۴۲)
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ
أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ
أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا (۱۴۳)
إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ
وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا (۱۴۴) إِلَّا الَّذِينَ
تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَ
أَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ
الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ
الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا (۱۴۵) مَّا يَفْعَلُ
اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ
وَآمَنتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا
عَلِيمًا (۱۴۶)

جو لوگ کہ تکتے رہتے ہیں تم کو پس اگر تمہارے لئے
فتح ہو اللہ کی طرف سے تو کہتے ہیں (تم سے) کیا
ہم نہ تھے تمہارے ساتھ اور اگر کافروں کے لئے
نصیب ہو تو کہتے ہیں (کافروں سے) کہ کیا ہم تم پر غالب
نہیں ہوئے اور کیا ہم نے تم کو بچایا نہیں مسلمانوں
سے پھر اللہ تم میں قیامت کے دن فیصلہ کریگا
اور ہرگز نہ دیگا کافروں کو مسلمانوں پر رستہ (۱۴۰)
بیشک منافق اللہ کو فریب دیتے ہیں اور اللہ
ان کو فریب دینے والا ہے اور جس وقت (منافق)
نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو کھڑے ہوتے ہیں
کاہل دکھلاتے ہیں لوگوں کو اور اللہ کو نہیں یاد
کرتے مگر تھوڑا (۱۴۱) ڈھلتے رہتے ہیں اسی میں
نہ اُن لوگوں کی طرف اور نہ اُن لوگوں کی طرف
اور جس کو اللہ گمراہ کرے تو پھر تو ہرگز نہ پاویگا
اُس کے لئے کوئی رستہ (۱۴۲) اے لوگو جو ایمان
لائے ہو مت پکڑو کافروں کو دوست مسلمانوں
کے سوا کیا تم چاہتے ہو کہ کرو اللہ کے لئے اپنے
پر کھلی ہوئی حجت (۱۴۳) بیشک منافقین آگ کے
سب سے نیچے کے درجہ میں ہونگے اور نہ تو پاویگا
اُن کے لئے کوئی مدد کرنے والا (۱۴۴) مگر جن
لوگوں نے کہ توبہ کی اور صلاحیت اختیار کی اور اللہ
کو مضبوط پکڑا اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لئے کیا
تو وہ لوگ ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور جلد دیگا اللہ
ایمان والوں کو اجر عظیم (۱۴۵) کیا کریگا اللہ تم کو عذاب
دیکر اگر تم شکر کروگے اور ایمان لاؤگے اور
اللہ شکر کرنے والا (یعنی شکر کی قدر کرنے والا)
جاننے والا ہے (۱۴۶)

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۱﴾ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۲﴾

اللہ پسند نہیں کرتا ظاہر کرنا بری بات کا مگر اُس شخص کا جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا ﴿۱۴۷﴾ اگر تم ظاہر کرو بھلائی کو یا اُس کو چھپاؤ یا درگذر کرو کسی بُرائی سے تو بیشک اللہ معاف کرنے والا ہے قدرت والا ﴿۱۴۸﴾ بیشک جو لوگ کافر ہوئے اللہ اور اُس کے رسولوں کے ساتھ اور چاہا کہ تفرقہ ڈال دیں اللہ میں اور اُس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں بعض (پیغمبروں) پر اور نہیں مانتے بعض کو اور چاہتے ہیں کہ لیویں اس کے درمیان کوئی رستہ ﴿۱۴۹﴾ وہی لوگ کافر ہیں بیشک اور ہم نے طیار کیا ہے کافروں کے لئے عذاب ذلیل کرنے والا ﴿۱۵۰﴾ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر اور اُنہوں نے فرق نہیں کیا اُن میں سے کسی ایک میں یہ لوگ ہیں کہ اُن کو جلد دیویگا (اللہ) اُن کا اجر اور اللہ معاف کرنے والا ہے رحم والا ﴿۱۵۱﴾ تجھ سے چاہتے ہیں اہل کتاب کہ تو اُتار لاوے اُن پر ایک کتاب آسمان سے پھر بیشک اُنہوں نے چاہا تھا موسیٰ سے اس سے بھی بڑا پھر کہنے لگے کہ دکھا دے ہمیں اللہ کو ظاہر میں پھر پکڑ لیا اُن کو کڑک نے بسبب اُن کے ظلم کے پھر اُنہوں نے بچھڑا بنا لیا اس کے بعد کہ اُن کے پاس کھلے ہوئے احکام آچکے تھے پھر ہم نے اُن کو اس سے معاف کیا اور دی ہم نے موسیٰ کو روشن حجت ﴿۱۵۲﴾

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿١٥٣﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥٤﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿١٥٥﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۢ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٥٦﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٧﴾

اور ہم نے اُن کے اوپر[ا] طور کو اونچا کیا اُن سے قول قرار لینے کو اور ہم نے اُن کو کہا کہ اُس دروازہ میں داخل ہو سجدہ کرتے ہوئے اور ہم نے اُن کو کہا کہ سبت کے احکام میں تجاوز نہ کرو اور ہم نے اُن سے لیا گاڑھا قول قرار ﴿١٥٣﴾ پھر بہ سبب اُن کے اپنا قول قرار توڑنے کے اور اُن کے انکار کرنے کے اللہ کی نشانیوں سے اور اُن کے قتل کر ڈالنے کے نبیوں کو ناحق اور اُن کے کہنے کے کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں بلکہ اللہ نے اُن پر بہ سبب اُن کے کفر کے مہر کر دی ہے پھر ایمان نہیں لاتے کے مگر چند ﴿١٥٤﴾ اور بہ سبب اُن کے کفر کے اور اُن کے کہنے کے مریم پر بہت بڑا بہتان ﴿١٥٥﴾ اور اُن[ٹ] کے کہنے کے کہ بیشک ہم نے قتل کر ڈالا مسیح عیسےٰ بیٹے مریم خدا کے رسول کو حالانکہ نہ اُنہوں نے اُن کو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا و لیکن اُن پر (صلیب پر مار ڈالنے کی) شبیہ کر دی گئی اور جو لوگ کہ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ البتہ اس بات میں اُس سے شک میں پڑے ہیں اُن کو اُس کا یقین نہیں ہے بجز گمان کی پیروی کے اور اُنہوں نے اُن کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اُن کو اپنے پاس اُٹھا لیا اور اللہ غالب ہے حکمت والا ﴿١٥٦﴾ اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر یہ یقین کرتا تھا اُس کے (یعنی حضرت عیسےٰ کے صلیب پر مارے جانے کے) قبل اپنے مرنے کے (یعنی بعد مرنے کے وہ جان لیگا کہ صلیب پر حضرت عیسےٰ کا مرنا غلط تھا) اور قیامت کے دن حضرت عیسےٰ اُن پر گواہ ہونگے (یعنی اہل کتاب کو اپنی زندگی میں جو عقیدہ تھا اُس کے برخلاف گواہی دینگے) ﴿١٥٧﴾

[ا] دیکھو تفسیر جلد اول +
[ٹ] دیکھو اسی جلد میں +

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا
عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ
وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
كَثِيْرًا (۱۵۸) وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا
وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ
اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا
اَلِيْمًا (۱۵۹) لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي
الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ
مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ
وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ
سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا (۱۶۰)
اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ
اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ
وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ
زَبُوْرًا (۱۶۱) وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ
عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ
عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى
تَكْلِيْمًا (۱۶۲) رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ
وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ
لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ
بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا
حَكِيْمًا (۱۶۳)

پس اُن لوگوں کے ظلم کے سبب جو یہودی ہیں
ہم نے حرام کیں اُن پر پاک چیزیں جو حلال کی
تھیں اُن کے لئے اور بہ سبب اُن کے روکنے
کے بہت لوگوں کو اللہ کے رستہ سے (۱۵۸)
اور اُن کے سود لینے سے حالانکہ بیشک اُن کو منع کیا
گیا تھا اُس سے اور اُن کے کھا لینے کے لوگوں کے
مال کو فریب سے اور طیار کیا ہے ہم نے اُن میں سے
کافروں کے لئے عذاب دُکھ دینے والا (۱۵۹) لیکن اُن میں
سے جو لوگ کہ علم میں مضبوط ہیں اور ایمان لانے والے
جو ایمان لاتے ہیں اُس پر جو بھیجا گیا ہے تجھ پر اور جو بھیجا
گیا ہے تجھ سے پہلے اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے
والے اور اللہ پر اور اخیر دن پر ایمان لانے والے وہ لوگ
ہیں کہ ہم جلد اُن کو دینگے اجر عظیم (۱۶۰) بیشک
ہم نے وحی کی تجھ کو جیسے کہ وحی کی ہم نے نوح
کو اور نبیوں کو اُس کے بعد اور وحی کی ہم نے
ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب
اور اُس کی اولاد اور عیسےٰ اور ایوب
اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو اور
دی ہم نے داؤد کو زبور (۱۶۱) اور رسول ہیں کہ
بیشک ہم نے اُن کا حال اس سے پہلے تجھ پر
بیان کیا اور رسول ہیں کہ اُن کا حال ہم نے تجھ پر بیان
نہیں کیا اور بات کی اللہ نے موسےٰ سے ایک
طرح کی باتیں کرنی (۱۶۲) رسول خوشخبری دینے
والے اور ڈرانے والے ہیں تاکہ نہ ہو
لوگوں کو اللہ پر کچھ حجت رسولوں کے
بعد اور اللہ غالب ہے حکمت
والا (۱۶۳)

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ
اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۶۵﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا
لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ
وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۶﴾
اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اَبَدًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۷﴾
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ
بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا
لَّكُمْ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا
فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ
عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۸﴾ يٰٓاَهْلَ
الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ
وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ
اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى
مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ
اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ
وَلَدٌ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِى الْاَرْضِ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ
وَكِيْلًا ﴿۱۶۹﴾

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے اُس پر جو بھیجا ہے تجھ
پر بھیجا ہے اس کو اپنے علم سے اور فرشتے گواہی
دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ گواہی دینے والا ﴿۱۶۴﴾
بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) روکا
اللہ کے رستہ سے بیشک وہ بھٹک گئے دُور کے
رستہ سے بھٹکنا ﴿۱۶۵﴾ بیشک جو لوگ کافر ہوئے
اور ظلم کیا نہیں ہوگا کہ اللہ اُن کو معاف کرے
اور نہ اُن کو ہدایت کریگا کسی رستہ کی ﴿۱۶۶﴾
مگر جہنم کے رستہ کی ہمیشہ رہینگے اُس میں ہمیشہ
اور یہ اللہ پر آسان ہے ﴿۱۶۷﴾ اے لوگو بیشک
آیا ہے تمہارے پاس رسول سچائی کے ساتھ
تمہارے پروردگار کی طرف سے پھر تم ایمان لاؤ
بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر تم کفر کرو گے تو بیشک
اللہ کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور زمین
میں اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ﴿۱۶۸﴾
اے کتاب والو اپنے دین میں غلو مت کرو اور مت
کہو اللہ پر بجز سچ کے اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ
مسیح عیسے بیٹا مریم کا رسول اللہ کا ہے اور اُس کا
کلمہ ہے کہ ڈالا اُس کو مریم کی طرف اور روح ہے
اُس کی طرف سے پھر ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے
رسولوں پر اور مت کہو کہ تین خدا ہیں (اس کہنے سے)
باز رہو بہتر ہے واسطے تمہارے اس کے سوا کچھ
نہیں کہ اللہ ایک ہی اللہ ہے وہ پاک ہے
اس سے کہ ہوئے اُس کے کوئی بیٹا اُسی کے لئے
ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
کہ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کام
سنوارنے والا ﴿۱۶۹﴾

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ﴿۱۷۱﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۷۲﴾ وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۱۷۴﴾ یَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ یَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۷۵﴾

ہرگز ننگ نہیں کرنے کا مسیح کہ ہو بندہ اللہ کا اور نہ مقرب فرشتے ﴿۱۷۰﴾ اور جو کوئی کہ ننگ کرے اُس کے بندہ ہونے سے اور تکبر کرے تو اُٹھا بلاویگا اُن کو اللہ اپنے پاس اکٹھا ﴿۱۷۱﴾ پھر ہاں جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں پھر پورا دیگا اُن کو اُن کا اجر اور زیادہ دیگا اُن کو اپنے فضل سے اور ہاں جنہوں نے ننگ کیا اور تکبر کیا تو اُن کو عذاب دیگا عذاب دکھ دینے والا ﴿۱۷۲﴾ اور وہ نہ پاوینگے اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ﴿۱۷۳﴾ اے لوگو بیشک تمہارے پاس ایک دلیل تمہارے پروردگار کے پاس سے آئی ہے اور بھیجا ہے ہم نے تمہارے پاس نور روشن (یعنی قرآن) پھر ہاں جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اُس کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے تو جلد داخل کریگا اُس کو اپنی رحمت میں اور فضل میں اور دکھاویگا اُن کو اپنی طرف کا سیدھا رستہ ﴿۱۷۴﴾ تجھ سے حکم پوچھتے ہیں کہدے کہ اللہ تم کو حکم دیگا کلالہ میں (باپ اور اولاد کے سوا جو وارث ہیں اُن کو کلالہ کہتے ہیں اور اُس شخص کو بھی کہتے ہیں جو مرگیا ہو اور اُس کا باپ اور اُس کی اولاد میں سے کوئی وارث نہ ہو بلکہ اور رشتہ دار وارث ہوں) اگر کوئی شخص مرجاوے اور اُس کی اولاد نہ ہو اور اُس کی بہن ہو تو اُس کے لئے نصف حصہ ہے اُس چیز کا جو کچھ اُس نے چھوڑا ہے اور وہ یعنی بھائی بہن کے کل مال کا وارث ہوگا اگر نہ ہو اُس کے کوئی اولاد پھر اگر دو بہنیں ہوں تو اُن کے لئے دو ثلث ہیں اُس میں سے جو اُس نے چھوڑا ہے اور اگر ہوں چند بھائی بہن مرد اور عورت تو مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر حصہ ہے ظاہر کردیتا ہے اللہ تمہارے لئے گمراہی کو (تا کہ تم اُس کو جان لو اور گمراہ نہ ہو) اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۱۷۵﴾

سُوْرَةُ الْمَائِدَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ
اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ
اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ
وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (۱)
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ
اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ
وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ
الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ
وَرِضْوَانًا (۲) وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْ
كُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا
وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا
تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ (۳) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ
الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ
وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

اے لوگو جو ایمان لائے ہو پورا کرو اقرار کو، حلال کئے گئے ہیں تمہارے لئے چرنے والے چار پائے اُن کے سوا جن کو تم سے بیان کرینگے (درحالیکہ تم) نہ حلال جاننے والے ہو شکار کو جب کہ تم احرام باندھے ہوئے ہو، بیشک اللہ حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے (۱) اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت توڑو اللہ کی مقرر کئے ہوئے حکموں کو اور نہ حرمت والے مہینے اور نہ کعبہ کو لیجانے والے جانور اور نہ گلے میں پٹہ ڈالے ہوئے جانور اور نہ حرمت والے گھر (یعنی کعبہ) کے جانیوالوں کے حکموں کو، کہ وہ چاہتے ہیں فضل اپنے پروردگار سے اور اُس کی خوشنودی (۲) اور جب کہ تم حرام سے نکلو تو شکار کرو اور تم کو برانگیختہ نہ کرے دشمنی کسی قوم کی اس لئے کہ روک دیا تھا تم کو مسجد حرام میں جانے سے، کہ تم زیادتی کرو، اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں اور ایک دوسرے کی مدد مت کرو گناہ پر اور زیادتی پر، اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ سخت عذاب کرنیوالا ہے (۳) حرام کیا گیا تم پر مردار، اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور کہ (ذبح کے وقت) اُس پر خدا کے سوا اور کسی کا نام پکارا گیا ہو

(۴) (حرمت علیکم) اس آیت میں جن چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے اُن میں سے مرے ہوئے جانور اور خون اور سور کے گوشت اور اُس جانور کی حرمت کا بیان جو خدا کے سوا اور کسی کے نام پر مارا جاوے سورہ بقر کی تفسیر میں گذرا (دیکھو تفسیر جلد اول صفحہ تا)

اور، ما اھل لغیر اللہ، ہی کے حکم میں، وما ذبح علی النصب و ان تستقسموا بالازلام، بھی داخل ہے نصب اور صنم دونوں ایک ہی چیز ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ صنم میں کوئی صورت بنی ہوئی ہوتی ہے اور نصب میں کسی صورت کا بنا ہوا ہونا ضرور نہیں اکثر بت پرستوں میں رواج ہے کہ ایک بن گھڑا پتھر کسی دیوتا کے نام پر نصب کر دیتے ہیں اور اُسی کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ اُس میں

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ﴿۴﴾	اور گلا گھُٹ کر، اور پھینکی ہوئی چیز لگ کر، اور اُوپر سے گِر کر، اور سینگ لگ کر مر گیا ہو، اور وہ جانور جس کو درندے نے کھا لیا ہو، مگر جب کہ تم نے اُس کو حلال کر لیا ہو، اور وہ جانور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو، اور تم اس لئے کہ اُسے کون لے فال نکالنے کو تیر ڈالو، یہ فسق ہے، آج کے دن وہ لوگ جو تمہارے دین سے منکر ہیں نا اُمید ہوئے پھر تم اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو ﴿۴﴾

کوئی صورت کھدی ہوئی نہیں ہوتی پس جو چیز غیر خدا کے نام پرستش کے لئے قائم کی جائے خواہ وہ صورت دار ہو یا بے صورت جیسے کہ سید کا استھان یا شہید کا استھان یا سیتلا کا استھان وہ سب نصب میں داخل ہیں +

" وما اهل لغیر الله به " کے کہنے کے بعد " وما ذبح علی النصب " کہنے سے جو فرق ان دونوں میں ہے وہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مذبوح علے النصب کی حرمت میں ذبح کے وقت اہلال لغیر اللہ مشروط نہیں ہے، اُن کا وہ فعل ہی بروقت ذبح قایم مقام اہلال لغیر اللہ کیا گیا ہے ۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگوں نے کعبہ کے گرد بن گھڑے پتھر کھڑے کر لئے تھے اور اُن پر جانوروں کو چڑھایا کرتے تھے اور ذبح کرکے اُن کا خون اُن پتھروں کو لگا دیتے تھے جیسے ٹھیک ہندوستان کے بت پرست بعض دیبیوں کے مندروں پر جانوروں کو چڑھا کر مارتے ہیں پس یہ اُن کا فعل ہی قطعی ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ ذبح تقرباً لغیر اللہ تھا اور اس لئے اُس کی حرمت کے لئے بروقت ذبح اہلال لغیر اللہ مشروط نہیں ہوا +

" وان تستقسموا بالازلام " کی تفسیر میں ہمارے مفسرین نے ایسی تفسیریں لکھی ہیں جن میں کوئی بھی اس مقام کے مناسب نہیں معلوم ہوتی ۔ ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ جو جانور علے النصب ذبح ہوتے تھے اُن کی نسبت یہ قرار دینا کہ پوجاریوں میں سے کون لیوے ازلام کے ذریعہ سے ہوتا تھا جب ذبح علے النصب کی حرمت بیان ہوئی تو اُسی کے ساتھ جو فعل کہ اُس کے ساتھ کیا جاتا تھا اُس کو بھی بیان کیا ہے اُس کو اس مقام پر فال لینے یا استعلام بالغیب سے کچھ تعلق نہیں ہے اور نہ وہ کوئی علیحدہ حکم ہے بلکہ ما ذبح علے النصب ہی کا بیان ہے اور فعل استقسام کا وہی مفعول ہے اور تقدیر کلام یوں ہے کہ حرمت علیکم ما ذبح علی النصب وان تستقسموها بالازلام +

لے اذا اختلفوا فی الشئی لمن یکون اجالوا القداح واعطوه من خرج له (شمس العلوم) +

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵)	آج کے دن میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور میں نے پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پھر جو شخص بے قرار ہو بھوک میں بغیر مائل ہوئے گناہ کی طرف تو بیشک اللہ بخشنے والا ہے رحم والا (۵)

اور موقوذة - اور متردیة - اور نطیحة - اور ما اکل السبع - کی حرمت بھی ایسی ہی ہے جیسے کہ میتہ کی اور میتہ کی حرمت کا بیان بھی سورہ بقر میں ہو چکا ہے صرف "منخنقة" پر بحث ہونی چاہئے +

خنق اور اختناق کے معنی حلق کے اس قدر گھٹنے کے ہیں جس سے جاندار مرجاوے اور وہ تین طرح پر ہو سکتا ہے - یا تو انسان جانور کا گلا گھوٹ ڈالے - یا شکار کرنے میں اس کے گلے میں اس طرح پھندا پڑ جاوے کہ وہ گھٹ کر مر جائے - یا کسی درخت کی ٹہنیوں میں گردن پھنس کر گلا گھٹ جاوے - چوپایہ جانوران تینوں طرح میں سے جس طرح پر مرجاوے یا مارا جاوے حرام ہو جاتا ہے - کیونکہ ان تینوں حالتوں میں بہ سبب نہ خارج ہونے خون کے جو چوپاؤں میں کثرت سے ہوتا ہے اور جس کو دم مسفوح کہتے ہیں اس کی موت، موت طبعی کے مشابہ ہو جاتی ہے، اور وہ بہت سی باتوں میں مثل میتہ کے ہو جاتا ہے - جس کا بیان اوپر ہو چکا - مگر بحث باقی رہتی ہے طیور منخنقہ میں جن میں خونِ سیال نہایت کم ہے اور جس کا خارج ہونا یا نہ ہونا برابر ہے کہ آیا جب انسان نے اپنے قصد و ارادہ سے ان کو گلا گھوٹ کر مارا ہو تو وہ بھی اس حکم حرمت میں داخل ہے یا نہیں +

یہ بحث مسلمانوں کی نسبت کچھ زیادہ قابل بحث نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانوں کی نسبت بغرض مخالفت طریقہ شرک کے ہر ایک جانور کو خواہ چرند ہو خواہ پرند خدا کے نام پر ذبح کرنے کا حکم ہے پس اس حکم حرمت میں جو اس آیت میں منخنقہ کی نسبت ہے پرند داخل ہوں یا نہ ہوں اگر کسی مسلمان نے اس کا گلا گھوٹ کر مار ڈالا ہو تو اس کا کھانا حرام ہوگا اس لئے کہ اس کو ذبح کرنے کا حکم تھا اور اس نے برخلاف اس حکم کے اس کو مارا ہے +

جہاں تک بحث ہے نسبت اہل کتاب کے ہے کہ اگر اہل کتاب نے کسی پرند جانور کو گلا گھوٹ کر مار ڈالا ہو اور پرند کو اس طرح مار کر کھانا وہ اپنے مذہب میں جائز سمجھتے ہوں تو آیا مسلمان کو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں +

اس مسئلہ کے تصفیہ کے لئے تین امر کا بیان ضرور ہے - اول یہ کہ - آیت طیور منخنقہ

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (٦)	تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز حلال کی گئی ہے اُن کے لئے کہدے کہ حلال کی گئی ہیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور (شکار) سدھے ہوئے شکاری جانوروں کا جن کو تم نے سکھایا ہے سکھاتے ہو تم اُن کو جو کچھ کہ تم کو اللہ نے سکھایا ہے پھر کھاؤ اُس شکار کو جس کو اُنہوں نے پکڑ رکھا تمہارے لئے اور لو اُس پر اللہ کا نام اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے (٦)

کی حرمت پر نص قطعی ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ۔ اگر نص قطعی ہے تو یہ حرمت اُس کی عین ذات سے علاقہ رکھتی ہے یا کسی امر خارجی سے۔ تیسرے یہ کہ۔ کوئی امر ہو اُس کی اگلی آیت نے جس میں ہمارے لئے طعام اہل کتاب کی حلت بیان ہوئی ہے طیور منخنقہ اہل کتاب کو حرمت سے مستثنے کردیا ہے یا نہیں +

امر اول کا تصفیہ یہ ہے کہ آیت مذکورہ طیور منخنقہ کی حرمت پر نص صریح نہیں ہے اس لئے کہ اس آیت میں چار لفظ ہیں۔ المنخنقة۔ الموقوذة۔ المتردية۔ النطيحة۔ ان چاروں لفظوں میں حرف تاء فوقانی موجود ہے اور بموجب محاورہ زبان عرب کے اس بات کا قرار دینا چاہیئے کہ یہ "تے" کس قسم کی ہے اور چونکہ دوسری آیت قرآن مجید سے قسم "تے" کا تعین جو ان کلموں میں ہے نہیں پایا جاتا اس لئے اجتہاد سے اُس کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ پس اب یہ "تے" کسی قسم کی قرار دیجائے اور کسی جانور کی حرمت کا مسئلہ اُس سے نکالا جائے اُس کی حرمت منصوص نہ ہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ وہ "تے" اُس قسم کی نہ ہو بلکہ دوسری قسم کی ہو اور اس قسم کے جانوروں کی حرمت پر حاوی نہ ہو +

مثلاً ہم قرار دیتے ہیں کہ ان چاروں لفظوں میں تاء تانیث ہے جیسا کہ اکثر مفسروں نے بھی قرار دیا ہے پس اس حالت میں بموجب محاورہ زبان عرب کے ضرور ہے کہ یہ چاروں لفظ صفت ہوں کسی موصوف محذوف مؤنث کی +

اب ہم کو دوسرا اجتہاد کرنا پڑا کہ وہ موصوف مؤنث محذوف کون ہے جس کو ہم قرار دیں بہرحال جس کو قرار دیں اُس کی حرمت البتہ اس آیت سے نکلیگی مگر اُس کی حرمت اجتہادی ہوگی نہ منصوصی، کیونکہ ہم نے دو باتوں کو یعنی قسم تے کو اور موصوف محذوف کو نص قرآنی سے نہیں بلکہ صرف اپنے اجتہاد سے قایم کیا ہے۔ امام فخر الاسلام رازی فرماتے ہیں کہ یہاں موصوف مؤنث محذوف (شاۃ) ہے کہ وہی اکثر کھانے میں آتی ہے اور باقی تمام جانوروں چرند و پرند کی حرمت کا اُس پر

اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْ أَخْدَانٍ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۷)	آج کے دن حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور طعام اُن لوگوں کا جن کو کتاب دی گئی ہے حلال ہے تمہارے لئے اور تمہارا طعام حلال ہے اُن لوگوں کے لئے اور (حلال کی گئیں تمہارے لئے) آزاد عورتیں مسلمانوں میں سے اور آزاد عورتیں اُن لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے جب کہ تم اُن کے مہر اُن کو دیدو پاک دامنی رکھنے کو اور نہ مستی نکالنے کو اور نہ پوشیدہ آشنائی رکھنے والی اور جو کوئی کفر کرے ایمان سے تو بیشک نابود ہوا اُس کا عمل اور وہ آخرت میں ہے ٹوٹے والوں میں سے (۷)

قیاس کیا جاتا ہے۔ قبول کرو کہ یہی اجتہاد صحیح ہے اس حالت میں پرند منخنقہ کی حرمت دو اجتہادوں اور ایک قیاس غیر منصوص العلۃ سے قرار پاویگی نہ نص قطعی سے ❖

مگر امام صاحب نے ناحق شاۃ کو موصوف مؤنث محذوف مانا ہے اگر وہ نفس کو موصوف مؤنث محذوف مانتے تو تمام منخنقہ جانوروں کی حرمت آجاتی اور بکرے کی حرمت پر باقی جانوروں کے قیاس کی حاجت نہ رہتی اور تقدیر کلام یہ ہوتی کہ حرمت علیکم النفس المنخنقۃ الخ اب قبول کرو کہ یہی اجتہاد صحیح ہے تو بھی پرند جانور کی حرمت دو اجتہادوں مذکورہ بالا سے قرار پاویگی نہ نص قطعی سے ❖

اب ہم اس تے کو تاء تانیث نہیں قرار دیتے بلکہ تاء نقل و تحویل قرار دیتے ہیں جیسا کہ صاحب تفسیر بیضاوی نے قرار دیا ہے اور جو کہ یہ تے صفت کو اسم بنا دیتی ہے اس لئے کسی موصوف مؤنث محذوف کی تلاش کی حاجت نہیں رہتی اور جس پر اطلاق منخنقہ اور متردیہ وغیرہ کا ہوگا اُس کی حرمت اس آیت سے ثابت ہوگی مگر اُس کی حرمت کا ثبوت ایک اجتہاد سے یعنی حرف تا کو تاء نقل قرار دینے سے ہوگا نہ نص صریح قطعی سے ❖

ہمارے نزدیک ان چاروں کلموں میں تاء تانیث ہے اور موصوف مؤنث بہیمہ ہے بمعنی مویشی یا چارپایہ یا چرند کے پس تقدیر آیت کی یہ ہے کہ حرمت علیکم البھیمۃ المنخنقۃ والبھیمۃ الموقوذۃ والبھیمۃ المتردیۃ والبھیمۃ النطیحۃ پس پرند اس حکم میں داخل نہیں ہیں ❖

خود قرآن مجید سے بوجوہات مفصلۂ ذیل ثابت ہے کہ یہاں موصوف محذوف بہیمہ ہے

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴿۸﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم کھڑے ہو نماز کو تو دھو اپنے موہوں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کو اور دھو اپنے پاؤں کو ٹخنے تک ﴿۸﴾ اور اگر تم ناپاک ہو تو نہالو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا کوئی تم میں سے ضروری حاجت رفع کر کے آوے یا تم مساس کرو عورتوں سے پھر تم پانی نہ پاؤ تو لو خاکِ پاک کو اور مسح کرو اپنے موہوں کو اور ہاتھوں کو اس سے اللہ نہیں چاہتا کہ کرے تم پر کچھ تنگی و لیکن چاہتا ہے کہ پاک کرے تم کو اور تمام کرے تم پر اپنی نعمت تاکہ تم شکر کرو ﴿۹﴾

اول یہ کہ خود قرآن مجید میں اسی آیت کے قبل شروع سورہ میں خدا نے فرمایا ،، احلت علیکم بهیمة الانعام الا ما یتلیٰ علیکم ،، یعنی حلال ہوئے تمہارے لئے چوپائے مویشی مگر وہ جو آگے بتادینگے پس اس کے بعد جو حرام جانور باشارہ صفت مؤنث بتائے وہ خود خدا کے فرمانے سے اسی استثنائے کی تفصیل ہیں جن کی نسبت فرمایا تھا ،، الا ما یتلیٰ علیکم ،، نہ اَور کسی کی اور موصوف مؤنث محذوف بھی وہی بہیمہ ہے جس کی نسبت اوپر فرمایا تھا کہ - احلت علیکم بهیمة الانعام - پس خود خدا نے صاف بتادیا ہے کہ وہ موصوف مؤنث محذوف بہیمہ ہے نہ اَور کوئی +

دوسرے یہ کہ منجملہ صفات چہارگانہ کے جو اس آیت میں مذکور ہوئیں اخیر دو صفتوں - نردی - یعنی اوپر سے گر کر مرجانے اور - نطح - یعنی لڑنے میں سینگ کی چوٹ سے مرجانے کی صفت سوائے بہیمہ یعنی چرند کے پرند میں متحقق ہی نہیں ہوسکتی باقی رہے - وقذ - یعنی لکڑی سے یا لٹھ سے یا اَور کسی چیز سے مار ڈالنا اگرچہ یہ فعل پرند کی نسبت بھی ممکن ہے مگر جو لوگ اگلے زمانہ کی تاریخ سے اور جنگلی قوموں کے حالات سے اور خود عرب کے بیابان کے رہنے والوں کی عادت سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ صرف چوپایے جانوروں کا اس طرح پر شکار

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑩	اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو اپنے پر اور اُس کے قول قرار کو جو تم سے لیا ہے جب کہ تم نے کہا کہ ہم نے سُنا اور ہم نے مانا اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ جاننے والا ہے دلوں کی بات کا ⑩

ہوتا تھا کہ اُن کو گھیر کر لٹھوں سے مار ڈالتے تھے نہ پرند کا پس یہ صفت بھی درحقیقت حسب عادت عرب مختص بہایم سے ہے نہ پرند سے ؛

اب بحث طلب رہا - خنق - یعنی گلا گھوٹ کر مار ڈالنا - اگرچہ یہ فعل پرند کی نسبت بھی ممکن ہے مگر عرب میں چوپاؤں کا گلا گھوٹ کر مار ڈالنا مروج تھا جس کی حرمت میں یہ آیت نازل ہوئی ؛

امام فخرالدین رازی صاحب ، تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ ،، واعلم ان المنخنقة علی وجوہ منہا ان اھل الجاھلیة کانوا یخنقون الشاة فاذا ماتت اکلوھا ومنہا ما ینخنق بحبل الصائد ومنہا ما یدخل راسہا بین عودین فی شجرة فتنخنق فتموت الخ پس اس بیان سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ جو احکام اس آیت میں مذکور ہیں وہ بہیمہ کی نسبت ہیں نہ پرند کی اور اس لئے اس آیت سے طیور منخنقہ کی حرمت منصوص نہیں ہے البتہ ممکن ہے کہ قیاسی ہو ؛

اس تقریر پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اگر اس آیت میں اُس استثنا کی تفصیل ہے جس کا ذکر ،، الا ما یتلی علیکم ،، میں ہے تو یہ آیت من اولہا الی اخرھا بھیمة الانعام ہی سے متعلق ہوگی پھر کلمہ میتہ - والدم - وما اھل لغیر اللہ - وما اکل السبع - وما ذبح علی النصب - سے کیوں حرمت چرند و پرند کی لیجاتی ہے چاہیئے کہ وہ بھی مخصوص بہ بھیمة الانعام ہو اور پرند اُس میں داخل نہ ہوں ؛

مگر یہ سوال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اُن تمام کلموں کا مفہوم عام ہے گو محل خاص ہو اس لئے بسبب اپنے مفہوم عام ہونے کے چرند و پرند دونوں کو شامل ہیں برخلاف منخنقہ - وموقوذہ ومتردیہ - ونطیحہ کے کہ یہ بسبب صفت ہونے ایک موصوف محذوف کے نہ اُن کا مفہوم عام ہے اور نہ محل عام ہے اس لئے وہ سوائے جنس مستثنٰے منہ کے اور کسی سے متعلق نہیں ہوسکتی ؛

دوسرے امر کے تصفیہ کے وقت ہم فرضاً تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ آیت طیور منخنقہ کی حرمت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱۱) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (۱۲) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (۱۳)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لئے انصاف سے ٹھیک گواہی دینے کو اور تم کو برانگیختہ نہ کرے دشمنی کسی قوم کی اس بات پر کہ عدل نہ کرو، عدل کرو وہی زیادہ قریب ہے پرہیزگاری کے لئے اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ خبر رکھتا ہے جو کچھ کہ تم کرتے ہو (۱۱) اللہ نے وعدہ کیا ہے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کئے ہیں اُن کے لئے بخشش اور اجر عظیم (۱۲) اور وہ لوگ جو کافر ہوئے اور جھٹلایا ہماری نشانیوں (یعنی احکام) کو وہی لوگ ہیں جہنم (میں جانے) والے (۱۳)

پر نص قطعی ہے۔ مگر یہ حرمت عین ذات طیور منخنقہ ماکول اللحم کی نہیں ہے بلکہ ایک فعل خارجی سے متعلق ہے اور جو حرمت کسی ماکول کی کسی امر خارجی سے ہوتی ہے تو وہ حرمت درحقیقت اُس فعل سے علاقہ رکھتی ہے نہ نفس ماکول سے مگر چونکہ ماکول فعل اکل سے منفک نہیں ہوسکتا اس لئے مجازاً ماکول پر بھی اطلاق حرمت کیا جاتا ہے۔ کوئی چیز جسکو خدا نے پاک بنایا ہے جب تک اُس کی ذات میں تغیر واقع نہ ہو کسی خارجی فعل سے ناپاک نہیں ہوسکتی۔ اور کوئی چیز جس کو خدا نے حرام بنایا ہے کسی فعل خارجی سے حلال نہیں ہوسکتی سؤر نہ خدا کے نام سے ذبح کرنے پر پاک ہوسکتا ہے نہ شیطان کے نام پر ذبح کرنے سے۔ غریب بکری نہ لغیر اللہ ذبح کرنے سے ناپاک ہوسکتی ہے اور نہ علی النصب ذبح کرنے سے البتہ انسان کے افعال سے حرمت و حلت کا تعلق ہوتا ہے ✤

مثلاً ایک شخص نے کسی کے گیہوں چرا لئے تو اُس چوری کی وجہ سے وہ گیہوں فی نفسہ حرام نہیں ہو گئے کیونکہ اُن کی ماہیت میں کسی قسم کا تغیر نہیں آیا بلکہ اُن کا کھانا ایک فعل ممنوع ہے اسی طرح جب حلال جانور لغیر اللہ یا علی النصب ذبح کیا جاوے تو ذات مذبوح میں کچھ حرمت نہیں لگ جاتی کیونکہ جیسا گوشت اُس کا اُس وقت تھا جب کہ وہ خدا کے نام سے ذبح کیا جاتا ویسا ہی اُس کا گوشت اب بھی ہے جب کہ وہ لغیر اللہ یا علی النصب ذبح کیا گیا ہے، مگر بسبب شرک کے کہ وہ فعل ممنوع ہوا ہے وہ بنظر محفوظی اُس شرک کے اس کا اکل بھی حرام کیا گیا ہے پس ایسی حالت میں حرمت حقیقۃً فعل اکل سے متعلق ہے اور ماکول پر مجازاً اُس کا اطلاق ہوتا ہے ✤

میتہ - اور بہائم منخنقہ - وموقوذہ - ومتردیہ - ونطیحہ - اور ماکول السبع کا حال اس سے مختلف ہے کیونکہ بوجہ موت طبعی - یا عدم اخراج دم مسفوح جو حرام ہے - یا بسبب عدم علم کیفیت حال ماتت اُس کے نفس ماہیت کا متغیر ہونا یقینی یا ظنی ہے، اور اس لئے وہ بذاتہ و بنفسہ حرام ہے - مگر طیور منخنقہ بفعل الانسان کا یہ حال نہیں ہے اور یہ کہنا کہ بسبب عدم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱۴)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کی نعمت اپنے پر جب کہ ایک قوم نے (یعنی جب کہ اہل مکہ نے بزمانۂ ہجرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کے قتل کا ارادہ کیا تھا) قصد کیا کہ تم پر اپنی دست درازی کریں پھر روک دیا اُن کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرو اللہ سے اور اللہ پر چاہیئے کہ توکل کریں ایمان والے (۱۴)

اخراج دم اُن کا حال بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ بہایم منخنقہ کا ایک محض مکابرہ وجدال ہے کیونکہ جو خون کہ بہایم میں ہے مقدار اور ماہیت جس کے عدم اخراج سے تغیر نفس بہائم مذکورہ میں واقع ہوتا ہے کوئی سلیم العقل نہیں قبول کرسکتا کہ ویسا ہی طیور میں ہے اور اُس کے عدم اخراج سے تغیر اُس کی ذات میں واقع ہوتا ہے طیور و بہائم کا خون بالکل مختلف الاجزا و مختلف الترکیب ہے مچھلی میں اور دریائی جانوروں میں بھی خون ہے مگر وہ طیور سے بھی زیادہ مختلف الترکیب اور مختلف الاجزا ہے پس جو امر کہ بہایم میں ہے اُس کا قیاس طیور پر صحیح نہیں ہے اور اس لئے حرمت طیور منخنقہ کی اُن کی عین ذات سے متعلق نہیں ہے بلکہ بسبب ایک امر خارجی کے ہے جو خلاف حکم ذبح خنق سے واقع ہوا ہے اور جب کہ یہ فعل ایک مسلمان کے ہاتھ سے واقع ہو جو مامور بالذبح ہے تو گو اُس طیر منخنقہ کے نفس ذات سے حرمت متعلق نہ ہو مگر اُس کا اکل یعنی فعل اکل حرام و ممنوع ہوگا +

تیسرے امر کے تصفیہ کے لئے ہم اُن دونوں امر سے قطع نظر کرتے ہیں اور جو فیصلہ اُن کا قرار دیا جاوے اُس کو تسلیم کرتے ہیں تو طیور منخنقہ کی حرمت بعدم الذبح یا موت بالخنق قرار پاویگی مگر اگلی آیت میں خدا تعالے نے طعام اہل کتاب ہمارے لئے بلا کسی قید و شرط کے حلال کر دیا ہے۔ پس جس طرح کہ اہل کتاب مواقف اپنے اپنے مذہب کے اُس طعام کو جس کا عین ہمارے لئے حرام نہیں ہے اپنے لئے طیار کرتے ہیں اُن کا کھانا ہمارے لئے جائز ہے اور اگلی آیت یعنی ,, وطعام الذين اوتوا الكتب حل لكم ،، اُن تمام احکام میں سے جو بہ نسبت ذبائح ہیں طعام اہل کتاب کو مستثنے کر دیتی ہے پس باوصف تسلیم کرنے تمام باتوں کے جو امر اول و دوم سے علاقہ رکھتی ہیں طیور منخنقہ اہل کتاب کا کھانا حرام و ممنوع نہیں رہتا +

یہ صرف میرا ہی اجتہاد نہیں ہے بلکہ بہت سے علمائے متقدمین و محدثین کا بھی یہی اجتہاد و مذہب ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ جو آیت ہے کہ ,, فکلوا مما ذكر اسم الله عليه ولا تاكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه ،، اس سے طعام اہل کتاب

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ (۱۵)	اور بیشک لیا اللہ نے قول قرار بنی اسرائیل کا اور ہم نے اٹھائے اُن میں سے بارہ سردار اور کہا اللہ نے کہ بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم قایم رکھو نماز کو اور تم دیتے رہو زکوٰۃ کو اور تم ایمان لاؤ میرے رسولوں پر اور تم اُن کو مدد دو اور تم قرض دو اللہ کو قرض اچھا تو بیشک میں نیست کردونگا تم سے تمہارے گناہ اور بیشک داخل کرونگا میں تم کو جنت میں بہتی ہیں اُس کے نیچے نہریں پھر جو شخص کافر ہوئے تم میں سے اُس کے بعد تو بیشک بھٹک گیا سیدھے رستہ سے (۱۵)

مستثنےٰ ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے " وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم " ✤

شعبی - اور عطا - اور زہری - اور مکحول - کا جو علمائے متقدمین میں سے ہیں یہ مذہب ہے کہ اگر عیسائی حضرت مسیح کے نام پر جانور ذبح کریں تب بھی اُس کا کھانا مسلمان کو جائز ہے ✤

معیار میں حضرت امام محی الدین ابن عربی کا فتوےٰ اور ابو عبداللہ العجار کا مذہب نقل کیا گیا ہے کہ اگر عیسائی مرغی کی گردن مروڑ کر توڑ ڈالے تو اُس کا کھانا مسلمان کو درست ہے - احکام طعام اہل کتاب کی نسبت میرا ایک جداگانہ رسالہ ہے[1] جس کو زیادہ تفصیل دیکھنی ہو اُس میں دیکھے ✤

(۸) (فاغسلوا وجوھکم) اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیتوں میں طہارت کا ذکر ہے، کوئی شخص قرآن مجید کی آیتوں اور اُن حدیثوں سے جو طہارت کے باب میں ہیں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ طہارت سے مقصود اصلی صرف منہ کا اور ہاتھ پاؤں کا دھونا یا کھانا یا ظاہری نجاست کا بہانا ہے بلکہ اُس سے اصلی مقصود اندرونی نجاستوں کا دور کرنا ہے ✤

حدیث میں آیا ہے کہ " بنی الدین علی النظافۃ " اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ " الطہور شطر الایمان " ظاہر ہے کہ ایمان ، دلی یقین قلبی یا اعتقاد کا نام ہے پس جو امر کہ دلی یقین یا قلبی اعتقاد پر مبنی ہو نہ اُس کی بنیاد ظاہری نظافت پر ہو سکتی ہے اور نہ ظاہری طہارت کا اُس کا جزو ہونا ممکن ہے ایمان ایک روحانی امر ہے اور اسی لئے روحانی نظافت اُس کی بنیاد اور روحانی طہارت اُس کا جزو ہو سکتی ہے ✤

[1] یہ رسالہ بھی ہماری دکان پر برائے فروخت موجود ہے قیمت ۶ر　فضل الدین تاجر کتب قومی لاہور

فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ لَعَنّٰهُمۡ وَجَعَلۡنَا قُلُوۡبَهُمۡ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوۡنَ الۡـكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنۡهُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۶﴾	پھر بسبب توڑنے کے اپنا قول قرار لعنت کی ہم نے اُن کو اور کیا ہم نے اُن کے دلوں کو سخت پھیر دیتے ہیں کلام کو اُس کی جگہ سے اور بھول گئے ایک حصہ اُس کا جس کی نصیحت اُن کو کی گئی تھی اور ہمیشہ تو خبردار رہتا رہیگا اُن کی کسی خیانت پر مگر اُن میں سے تھوڑے ہیں (یعنی جن میں خیانت نہیں ہے) پھر اُن کو معاف کر اور درگذر کر بیشک اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو ﴿۱۶﴾

قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے "رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین" اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ "ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولاکن یرید لیطھرکم" پس صاف ظاہر ہے کہ اللہ جس طہارت کو دوست رکھتا ہے وہ ہاتھ پاؤں پر پانی ڈالنا اور بدن پر پانی بہانا نہیں ہے بلکہ وہ دلی و روحانی طہارت ہے جس کو خدا دوست رکھتا ہے۔ ہاں ظاہری طہارت کا بھی اور بالتخصیص جب کہ کوئی شخص کسی عبادت میں اور خصوصاً فرض عبادت میں مصروف ہو خدا نے حکم دیا ہے اور وضو کو شرط نماز یا طہارت کو مفتاح الصلوٰۃ قرار دیا ہے یہ حکم بھی مثل احکام محافظ کے ہے جو نماز سے علاقہ رکھتے ہیں جیسے قیام و قعود و سجدہ وغیرہ +

خدا تعالےٰ نے انسان کو ایسی فطرت پر پیدا کیا ہے کہ وہ جو کچھ آنکھ سے دیکھتا ہے۔ کان سے سنتا ہے۔ ناک سے سونگھتا ہے۔ زبان سے چکھتا ہے۔ ہاتھ سے چھوتا ہے اُس کا اثر اس کے دل پر پہنچتا ہے اور ایک خیال اُس میں پیدا ہوتا ہے جو اُس کے اخلاق پر اثر کرتا ہے انسان کے دل سے نکلنے والی چیزوں کی بہ نسبت وہ چیزیں بہت ہیں جو باہر سے انسان کے دل میں جاتی ہیں بلکہ ٹھیک ٹھیک یوں کہنا چاہیے کہ جو کچھ انسان کے دل سے نکلتا ہے وہ وہی ہے جو باہر سے اُس کے دل میں جاتا ہے پس وضو نماز کے وقت جو ایک ظاہری فعل ہے روحانی طہارت کا خیال پیدا کرنے کو قرار دیا گیا ہے۔ صفائی و طہارت و نظافت تمام ظاہری چیزوں میں یہاں تک کہ لباس میں سواری میں مکان میں ستعمالی چیزوں میں کھانے پینے میں بشرطیکہ حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو جاوے اور مالیخولیا کی حد تک نہ پہنچ جاوے اخلاق کی درستی و اصلاح پر نہایت مؤثر ہوتی ہے پس جب کہ وہ ایک فعل عبادت کے ساتھ لازم کر دیجاوے تو درستئ اخلاق اور روحانی طہارت پر اُس کا بہت زیادہ اور قوی اثر ہو جاتا ہے۔ اسی اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لئے اسلام نے

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (۱۷) يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۱۸)

اُن لوگوں میں سے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے اُن سے قول قرار لیا پھر بھول گئے ایک حصہ اُس کا جس کی نصیحت کی گئی تھی پھر ڈالدی ہم نے اُن کے درمیان میں دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک اور قریب ہے کہ خبردار کریگا اُن کو اللہ اُس سے جو وہ کرتے تھے (۱۷) اے اہل کتاب بیشک آیا ہے تمہارے پاس ہمارا پیغمبر بیان کرتا ہے تمہارے لئے بہت کچھ اُس سے جو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے اور درگذر کرتا ہے بہتیری سے بیشک تمہارے پاس آیا ہے اللہ کے پاس سے نور اور کتاب (ہر ایک بات کو) بیان کرنے والی ہدایت کرتا ہے اللہ اس سے سلامتی کے رستوں کی اُس کو جو چاہتا ہے اُس کی رضامندی اور نکالتا ہے اُن کو اندھیروں میں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور اُن کو ہدایت کرتا ہے سیدھے رستہ کی (۱۸)

نماز کے لئے ظاہری طہارت کو بھی شرط کیا ہے۔ نماز کے لئے اُن اعضا کا دھو لینا مقرر کیا ہے جن کا دھونا مختلف اسباب سے زیادہ تر مناسب اور طہارت ظاہری کو بھی زیادہ تر مفید ہے حالت جُنب میں تمام بدن کا دھونا زیادہ تر طہارت کے مناسب ہے مگر پانی نہ ہونے کی حالت میں کسی ایسے فعل کا جو اندرونی طہارت کا خیال پیدا کرے اُس کے قایم مقام قرار دینا ضروری تھا اور اسی لئے ایسی حالت میں تیمم کا حکم دیا گیا ہے مگر ظاہری اعمال کا روح پر جب ہی اثر ہوتا ہے جب اُن کو روحانی نیکی کا یاد دلانے والا سمجھے۔ اور اگر صرف اُن ظاہری اعمال ہی کو مقصود اصلی سمجھ لے تو روحانی تربیت معدوم رہتی ہے کما نشاہد فی زماننا +

اس بات میں بحث چلی آتی ہے کہ اعضاء وضو میں جن کے دھونے کا حکم ہے پاؤں بھی داخل ہیں یا نہیں۔ بلاشبہ قرآن مجید کے ایسے الفاظ ہیں جن سے اس بات کا قطعی یقین نہیں ہو سکتا کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے یا صرف مسح کرنا۔ میرے نزدیک نہایت عمدہ اصول یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت موجود ہو جس کے دو معنی سمجھ میں آتے ہوں اور اُن دونوں میں سے کسی ایک کی تعین خود قرآن مجید سے نہ ہوتی ہو تو اُن دونوں معنوں میں سے جس معنی پر عمل کوئی کرے تو اس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر ایک شخص مختار ہے کہ اُن معنوں میں سے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ
هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ
يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ
أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ
وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ﴿١٩﴾
وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ
وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾
وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ
نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ
قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ
بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ
لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ
وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿٢١﴾
يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ
رَسُولُنَا يُبَيِّنُ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِنَ
الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ
بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ
بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٢﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ
لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ
اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ
وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ
يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٣﴾

بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ وہ
مسیح ہی ہے بیٹا مریم کا کہدے پھر کون مالک ہے
اللہ سے کسی چیز کا (یعنی کون منع کر سکتا ہے اللہ کو)
اگر وہ چاہے ہلاک کرے مسیح بیٹے مریم اور اُس کی ماں کو
اور اُن کو جو زمین میں ہیں سب کو (۱۹) اور واسطے اللہ
کے لئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین
کی اور جو کچھ کہ اُن دونوں میں ہے پیدا کرتا ہے
جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۰)
یہودیوں نے اور نصاریٰ نے کہا کہ ہم بیٹے اللہ
کے ہیں اور اُس کے دوست کہدے پھر کیوں
تم کو عذاب کرتا ہے تمہارے گناہوں پر بلکہ تم انسان ہو اُنہی قسم
کے جس قسم سے کہ اوروں کو پیدا کیا ہے معاف کرتا ہے
جس کو چاہتا ہے اور عذاب دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ کے
لئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی
اور جو کچھ اُن میں ہے اور اُسی کے پاس پھر جانا ہے (۲۱)
اے کتاب والو بیشک آیا ہے تمہارے پاس ہمارا
پیغمبر بیان کرتا ہے تمہارے لئے ایسے وقت میں کہ
رسولوں میں سے کوئی نہیں ہے تا کہ تم کہو نہیں آیا ہمارے
پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور نہ ڈرانے والا پس
بیشک آیا ہے تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے
والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۲) اور جب کہا موسےٰ
نے اپنی قوم سے کہ اے قوم یاد کرو اللہ کی نعمت کو
اپنے پر جب پیدا کئے تم میں انبیا اور کیا تم کو بادشاہ
اور دیا تم کو وہ کچھ جو نہیں دیا کسی کو عالم کے لوگوں
میں سے (۲۳)

جس کو عمدہ یا مرجح سمجھے اُسے اختیار کرے پس جن لوگوں نے پاؤں پر صرف مسح کرنا فرض سمجھا
ہے نہ اُن پر کچھ الزام ہے اور نہ اُن کے وضو میں کچھ نقصان ہے۔ مگر میری رائے میں پاؤں

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ

اے میری قوم داخل ہو مقدس زمین میں جس کو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے اور مت پھیر دو اپنی پیٹھوں کو پھر پلٹو گے ٹوٹا پانے والے ﴿۲۱﴾ اُنہوں نے کہا اے موسٰے اُس میں قوم ہے زبردست اور ہم ہرگز اُس میں نہ داخل ہونگے جب تک کہ وہ اُس سے نکل جاویں پھر اگر وہ وہاں سے نکل جاویں تو بیشک ہم داخل ہوں ﴿۲۲﴾ کہا دو شخصوں نے اُن لوگوں میں سے جو ڈرتے تھے (اللہ سے) انعام کیا تھا اللہ نے اُن دونوں پر کہ گھس چلو اُن پر دروازے کی راہ سے جب تم اُس میں (یعنی دروازے) میں گھس گئے تو بیشک تم غالب ہو اور اللہ پر پھر توکل کرو اگر تم ایمان والے ہو ﴿۲۳﴾ اُنہوں نے کہا اے موسٰے بیشک ہم ہرگز نہ داخل ہونگے اُس میں کبھی جب تک کہ وہ اُس میں ہیں پھر جا تُو اور تیرا پروردگار پھر دونوں لڑو ہم تو اسی جگہ بیٹھے ہیں ﴿۲۴﴾ موسٰے نے کہا کہ اے پروردگار بیشک میں نہیں مالک ہوں بجز اپنی جان کے اور اپنے بھائی کے پس فرق کر ہم میں اور اس نافرمان قوم میں ﴿۲۵﴾ خدا نے کہا تو بیشک وہ (پاک زمین) حرام کی گئی اُن پر چالیس برس تک ڈاواںڈول پھرینگے زمین میں پس غم نہ کھا اوپر اس نافرمان قوم کے ﴿۲۶﴾ اور اُن کو پڑھ سنا قصہ آدم کے دو بیٹوں کا ٹھیک طور پر، جب وہ دونوں اللہ کی نذر کے لئے کچھ نذر لائے تو اُن میں سے ایک کی قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی

دھونے کو ترجیح ہے اور اسی لئے میں پاؤں دھونا فرض سمجھتا ہوں کیونکہ پاؤں کے ساتھ "الی الکعبین" کی حد لگا دی ہے جیسے کہ ہاتھوں کے دھونے کے ساتھ "الی المرافق"

قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۱﴾

اُس نے کہا کہ ضرور میں تجھ کو مار ڈالونگا اُس نے کہا اِس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ پرہیزگاروں کی (نذر) قبول کرتا ہے (۳۰) اگر تو میری طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیگا تاکہ مجھے مار ڈالے تو میں تیری طرف اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤنگا کہ تجھ کو مار ڈالوں بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ پروردگار عالموں سے (۳۱)

کی قید لگائی تھی اگر پاؤں پر صرف مسح ہی کرنے کا حکم ہوتا تو جس طرح سر کے مسح میں کوئی حد نہیں لگائی اسی طرح پاؤں کے مسح میں بھی کوئی حد نہ لگائی جاتی اور صرف یوں کہا جاتا کہ "وامسحوا برؤسکم وارجلکم" ❖

(۳۰) (انما یتقبل اللہ من المتقین) آدم کے دونوں بیٹوں یعنی ہابیل اور قابیل کا قصہ بہت پرانے زمانہ سے مشہور چلا آتا ہے توریت میں بھی اس کا ذکر ہے قابیل نے جس کا نام توریت میں قاین ہے ہابیل کو مار ڈالا اس حسد سے کہ ہابیل کی نذر خدا نے قبول کی اور قابیل کی نذر خدا نے قبول نہیں کی ❖

غور طلب یہ بات ہے کہ ہابیل کی نذر کا قبول ہونا اور قابیل کی نذر کا قبول نہ ہونا کیونکر ہوا ۔ قرآن مجید میں کچھ اس کی تفصیل نہیں ہے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ قابیل کھیتی کرنیکا پیشہ کرتا تھا اور ہابیل بکریوں اور بھیڑوں کے گلہ رکھنے کا اور اسی سبب سے قابیل نے اپنے کھیت کی پیداوار میں سے اور ہابیل نے اپنے گلہ کے نوزائیدہ بچوں میں سے خدا کی نذر دی تھی ۔ اُس کے بعد قابیل کی کھیتی میں پیداوار اچھی نہیں ہوئی ہوگی جیسا کہ اکثر ہو جاتا ہے ، اور ہابیل کی بکریوں اور بھیڑوں میں جن کے چرنے کے لئے جنگل اور گھاس اور غیر مزروعہ زمین بافراط موجود تھی بہت زیادہ برکت اور بڑھوتری ہوئی ہوگی جس کے سبب سے ایک کی نذر کا قبول ہونا اور دوسرے کی نذر کا قبول نہ ہونا تصور کیا گیا ۔ جیسا کہ اُن لوگوں کا خیال تھا اُسی طرح قرآن مجید میں فرمایا کہ "فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر" یہی امر ہے جو اس قصہ پر تاریخانہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے ❖

توریت میں بھی بجز اس کے کہ ہابیل کی نذر قبول ہوئی اور قاین کی نذر قبول نہیں ہوئی اور کچھ زیادہ تصریح نہیں ہے اُس میں لکھا ہے کہ "بعد از مرور ایامے ایں واقع شد کہ قاین از محصول زمین بخداوند ہدیہ آوردے آورد و ہابیل نیز از اول زادہائے گوسفنداں خود و از پیہ آنہا آورد و خداوند ہابیل و ہم ہدیہ اورا قبول نمود اما قاین را و ہم ہدیہ اورا قبول نمود (کتاب پیدایش باب ۴ درس ۴ - ۶) ❖

اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِكَ فَتَكُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۳۲﴾	بیشک میں چاہتا ہوں کہ تو اُٹھالے میرے (قتل کا) گناہ اور اپنے (اَور) گناہ پھر تو ہو جاوے آگ (میں جلنے) والوں میں سے اور یہی ہے سزا ظالموں کی ﴿۳۲﴾
فَطَوَّعَتۡ لَهٗ نَفۡسُهٗ قَتۡلَ اَخِيۡهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصۡبَحَ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۳۳﴾	پھر آسان کر دیا اُس کے لئے اُس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل کو پھر اُس کو مار ڈالا پھر ہو گیا شامت والوں میں سے ﴿۳۳﴾
فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبۡحَثُ فِى الۡاَرۡضِ لِيُرِيَهٗ كَيۡفَ يُوَارِىۡ سَوۡءَةَ اَخِيۡهِ‌ؕ قَالَ يٰوَيۡلَتٰٓى اَعَجَزۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِثۡلَ هٰذَا الۡغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوۡءَةَ اَخِىۡ‌ۚ فَاَصۡبَحَ مِنَ النّٰدِمِيۡنَ ﴿۳۴﴾	پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا کہ کُرِیدتا تھا زمین میں تاکہ اُس کو دکھلاوے کہ کس طرح وہ چھپاوے اپنے بھائی کی لاش کو، اُس نے کہا کہ پھٹکار مجھ پر کیا میں اس لائق بھی نہ ہوا کہ ہوں مثل اس کوے کے تاکہ میں چھپا دیتا اپنے بھائی کی لاش کو، پھر ہو گیا ندامت والوں میں سے ﴿۳۴﴾
مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِكَ‌ ۛۚ كَتَبۡنَا عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَنَّهٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا ﴿۳۵﴾	اسی سبب سے ہم نے لکھ دیا بنی اسرائیل پر (قصاص) ، کہ جس شخص نے کہ مار ڈالا کسی کو بغیر کسی کے مار ڈالنے کے یا ملک میں فساد کرنے کے تو گویا کہ اس نے مار ڈالا سب لوگوں کو، اور جس شخص نے زندہ رکھا کسی کو تو گویا کہ اُس نے زندہ رکھا سب آدمیوں کو ﴿۳۵﴾

مگر عیسائی و یہودی عالموں نے اس واقعہ کو عجیب کراماتی واقعہ بنانے کے لئے کوشش کی اور یہ قرار دیا کہ ہابیل کی نذر اس طرح پر قبول ہوئی تھی کہ آسمان سے آگ اُتری اور ہابیل کی قربانی کو جلا دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ابراہیم نے قربانی کی تھی تو آفتاب کے غروب ہونے کے بعد جب اندھیرا ہوا تو قربانی کے جانوروں کے ٹکڑوں میں تنور دود کنندہ اور آتشی مشعل آئی تھی (پیدائش باب ۱۵ ورس ۱۷) *

اور جب حضرت موسےٰ نے قربانی کی تو خداوند کی حضور سے آگ نکلی اور قربانی سوختنی کو جو مذبح پر رکھی ہوئی تھی جلا دیا (لویان باب ۹ ورس ۲۴) اُن کے نزدیک یہ آگ آدمیوں کی جلائی ہوئی نہ تھی بلکہ خدا نے جلائی تھی *

اور جب گدعون نے قربانی کی تھی اور اُس کو پتھر پر رکھ دیا تھا تو فرشتہ نے پتھر پر لکڑی ماری اور اُس میں سے آگ نکلی جس نے قربانی کو جلا دیا (قضات باب ۶ ورس ۲۱) اُن کے نزدیک یہ آگ بھی پتھر میں سے نہیں نکلی بلکہ خدا کے پاس سے یا آسمان پر سے آئی تھی *

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۷﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۸﴾

اور بیشک اُن کے پاس آئے ہمارے رسول کھلے ہوئے احکام لے کر، پھر بیشک بہت اُن میں سے اسکے بعد ملک میں زیادتی کرنے والے ہیں ﴿۳۶﴾ اس کے سوا کچھ نہیں کہ سزا اُن لوگوں کی جو مقابلہ کرتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول (کے حکموں) کا اور کوشش کرتے ہیں ملک میں فساد مچانے کی یہ ہے کہ مار ڈالے جاویں یا سولی پر کھینچے جاویں یا کاٹ ڈالے جاویں اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں مخالف طرف سے یا غائب کردئیے جاویں مُلک سے یہ ہے اُن کے لئے رسوائی دنیا میں اور اُن کے لئے ہے آخرت میں عذاب بڑا ﴿۳۷﴾ مگر جن لوگوں نے کہ توبہ کی اس سے پہلے کہ تم ان پر قدرت پاؤ تو جان لو کہ بیشک اللہ بخشنے والا ہے رحم والا ﴿۳۸﴾

اور جب ایلیاہ نے قربانی کی تھی تو بہت سی لکڑیاں چُن کر قربانی کے گوشت کو لکڑیوں پر رکھ دیا تھا اور لکڑیوں پر بہت سا پانی ڈال کر ایک خندق میں بہادیا تھا مگر جب ایلیاہ نے دعا کی کہ میری قربانی قبول ہو تو اُس وقت خدا نے آگ لکڑیوں میں ڈال دی تھی (اوّل سلاطین باب ۱۸ ورس ۳۰ - ۳۱) اُن کے نزدیک یہ آگ بھی خدا ہی نے آسمان پر سے ڈالی تھی کسی انسان نے نہیں جلائی تھی ✤

اور جب حضرت داؤد نے قربانی کی اور خدا سے دُعا مانگی تو آسمان پر سے آگ اُتری اور قربانی کو جلا دیا (کتاب اول تواریخ باب ۲۱ ورس ۲۶) ✤

اور جب حضرت سلیمان نے قربانی کی تھی تب بھی آسمان پر سے آگ اُتری تھی (کتاب دوم تواریخ باب ۷ ورس ۱) ✤

ان قرینوں سے علمائے یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ جب کہ تمام قربانیاں آسمان کی آگ سے قبول ہوتی تھیں تو غالب ہے کہ ہابیل کی قربانی بھی اسی طرح قبول ہوئی ہوگی کہ آسمان سے آگ اُتری ہوگی اور اُس کو جلا دیا ہوگا - ہمارے علمائے مفسرین جو ان باتوں میں ٹھیک ٹھیک علمائے یہود کے مقلد ہیں اُنھوں نے یہودیوں سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا، یہودیوں نے تو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۳۹) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۴۰) يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (۴۱)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اُس کی طرف وسیلہ اور کوشش کرو اُس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ (۳۹) بیشک جو لوگ کافر ہوئے اگر ہو اُن کے لیئے جو کچھ کہ زمین میں ہے سارا اور اُتنا ہی اور اُس کے ساتھ تاکہ اُس کو بدلے میں دیں قیامت کے دن کے عذاب سے اُن سے نہ قبول کیا جاویگا اور اُن کے لئے ہے عذاب دُکھ دینے والا (۴۰) چاہینگے کہ نکلجاویں آگ سے اور وہ اُس سے نکلنے والوں میں نہیں ہیں اور اُن کے لئے عذاب ہے دائمی (۴۱)

بطور ظن غالب اس بات کو لکھا تھا، مگر ہمارے علما نے بطور یقین اپنی تفسیروں میں لکھ دیا کہ آسمان سے آگ اُتری اور ہابیل کی نذر کو جلا دیا جیسے کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ " فنزلت نار من السماء فاحتملت قربان ھابیل ولم تحمل قربان قابیل " +

توریت کی آیتوں سے جو آسمان پر سے آگ اُترنے پر یہودیوں اور عیسائیوں نے غلط استدلال کیا ہے اُس پر بحث کرنا ہم اس مقام پر ضرور نہیں سمجھتے بلکہ اس مقام پر اُن کے تمام اقوال و استدلال ہم نے اس بات کے دکھلانے کو نقل کیئے ہیں کہ قربانی یا نذر کے جلانے کو آسمان پر سے آگ کا اُترنا اسلام کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ علمائے اسلام نے یہودی اور عیسائی علما کی پیروی سے اُس کو مانا ہے اور مفسرین نے قرآن کی تفسیروں میں شامل کر دیا ہے اسلام ایسی بیہودہ باتوں سے پاک و مبرا ہے ۔ یہودیوں میں قربانی سوختنی کی رسم ایسی ہی تھی جیسے کہ ہندوں میں ہوم کی رسم ہے اور اس سے زیادہ کچھہ نہ تھی آسمان پر سے آگ کا اُترنا اور قربانی کو جلانا محض غلط ہے اور نہ توریت سے اور نہ اُن درسوں سے جو اوپر مذکور ہوئے آسمان پر سے قربانی کے جلانے کو آگ کا اُترنا ثابت ہوتا ہے +

(۳۵) (من اجل ذلک) اس آیت میں بحث یہ ہے کہ " کتبنا " کا مفعول کیا ہے اکثر مفسرین نے " انہ من قتل " کو اس کا مفعول قرار دیا ہے مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اُن مفسرین نے کتبنا کو بمعنی حکمنا لیا ہے اور جس جملہ کو بذریعہ لفظ " انہ " کے اُس کا مفعول قرار دیا ہے اُس میں کوئی حکم مندرج نہیں ہے بلکہ وہ صرف بطور بیان کے

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۲﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ

اور چورانے والا اور چورانے والی (یعنی جنہوں نے چوری کی ہو) پس اُن دونوں کے ہاتھ کاٹو اُس کی سزا میں جو اُنہوں نے کیا عقوبت کا اللہ کی طرف سے، اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ﴿۴۲﴾ پھر جو کوئی کہ توبہ کرے اپنے ظلم کرنے کے بعد اور نیک چلن ہو جاوے تو بیشک اللہ اُس کو معاف کرےگا، بیشک اللہ بخشنے والا ہے رحم والا ﴿۴۳﴾ کیا تو نہیں جانتا کہ بیشک اللہ اسی کے لیے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی، عذاب کرتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۴۴﴾ اے رسول تجھ کو غمگین نہ کریں وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں کفر میں (اور وہ) اُن لوگوں میں سے ہیں جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور نہیں ایمان لائے اُن کے دل اور اُن لوگوں میں سے ہیں جو یہودی ہیں سننے والے (یعنی تسلیم کرنے والے) ہیں جھوٹی بات کو، سننے والے ہیں اور لوگوں کے لئے (یعنی بطور جاسوس کے)

یا بطور خبر کے ہے پس میرے نزدیک "کتبنا" کا مفعول محذوف ہے جو قرینہ مقام سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ لفظ قصاص ہے اور "انہ" بحذف لام علت قصاص کے حکم کی علت کو بیان کرتا ہے اور ایسے مقام پر لام علت کا حذف کرنا کثرت سے کلام عرب میں جاری ہے پس تقدیر آیت کی یوں ہے کہ کتبنا علےٰ بنی اسرائیل القصاص لانہ من قتل نفسا بغیر نفس الخ +

قصاص کا حکم توریت میں متعدد جگہ موجود ہے۔ سفر اعداد باب ۳۵ ورس ۳۱ میں لکھا ہے کہ "واز برائے جان قاتلے کہ واجب القتل است دیت گرفتہ نشود البتہ کشتہ شود" اور سفر لویان باب ۲۴ ورس ۱۷ میں ہے کہ "وکسے کہ نفسے از نفوس بنی آدم را بکشد البتہ کشتہ شود" اور اُسی باب کے ورس ۲۱ میں ہے کہ "کشندہ مرد کشتہ شود" اور سفر خروج باب ۲۱ ورس ۱۲ میں لکھا ہے کہ "کسے کہ مردے را چنداں بزند تا بمیرد البتہ او بہ کشتہ شود" +

اور مندرجہ ذیل آیتیں قصاص کی جو توریت میں موجود ہیں نہایت مشہور و معروف

لَمْ یَاْتُوْکَ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْــًٔا اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۴۵) سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ

نہیں آتے ہیں تیرے پاس (یعنی سوائے اس کام کے) بدلڈالتے ہیں کلام کو پیچھے کر اُس کے موقع سے، کہتے ہیں (یعنی اپنے دوستوں کو) کہ اگر تم کو یہ حکم دیا جاوے (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) تو اُس کو قبول کرلو اور اگر وہ حکم تم کو نہ دیا جاوے تو احتراز کرو، اور جس شخص کو کہ خدا نے ارادہ کیا گمراہ کرنے کا تو ہرگز تو نہ پاویگا اُس کے لئے اللہ سے کچھ یہ لوگ وہ ہیں کہ اللہ نے نہیں چاہا ہے کہ پاک کرے اُن کے دلوں کو، اُن کے لئے دُنیا میں رسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں ہے بڑا عذاب (۴۵) سننے والے ہیں جھوٹی بات کو کھانے والے ہیں حرام (مال) کو، پھر اگر وہ آویں تیرے پاس تو اُن میں حکم کر یا مُنہ پھیرلے اُن سے،

اور زباں زد ہر خاص و عام ہیں *

چشم بعوض چشم دنداں بعوض دنداں دست بعوض دست پا بعوض پا سوختن بعوض سوختن زخم بعوض زخم لطمہ بعوض لطمہ (خروج باب ۲۱ ورس ۲۴ و ۲۵) جان بعوض جان و چشم بعوض چشم و دنداں بعوض دنداں و دست بعوض دست و پا بعوض پا دادہ شود" (سفر توریۃ مثنیٰ باب ۱۹ ورس ۲۱) *

قرآن مجید میں اس آیت سے پہلے قابیل و ہابیل کا قصہ بیان ہوا ہے کہ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا اس قصہ کے بیان کرنے سے مقصد یہ تھا کہ قتل و خونریزی انسان میں قدیم سے چلی آتی ہے اور اسی لئے ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ جو شخص ناواجب کسی کا قتل کرے اُس سے قصاص لیا جاوے پس الفاظ "من اجل ذالك" کے معنی جو اس آیت میں آئے ہیں نہایت صاف ہیں ہمارے مفسرین نے بے فائدہ ان الفاظ کی نسبت کج بحثی کی ہے *

اُس کے بعد خدا تعالےٰ نے قصاص کا فائدہ بیان کیا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ جس کسی نے کسی کو بغیر جان کے بدلے کے یا ملک میں فساد مچانے کے مار ڈالا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کیا یعنی اُن کا قتل کر دینا جائز و روا قرار دیدیا اور جس نے جان کو زندہ رکھا یعنی قصاص کا حکم تعمیل کرنے سے جتنی جانوں کو بچایا تو اُس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا کیونکہ قصاص

وَاِنۡ تُعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ فَلَنۡ يَّضُرُّوۡكَ شَيۡـئًا‌ ؕ وَاِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ﴿۴۶﴾ وَكَيۡفَ يُحَكِّمُوۡنَكَ وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰٮةُ فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰ لِكَ‌ ؕ وَمَاۤ اُولٰۤـئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۷﴾

اور اگر تو اُن سے مُنہ پھیر لے تو ہرگز نہ نقصان پہنچا ئینگے تجھ کو کچھ، اور اگر تو حکم کرے تو حکم کر اُن میں انصاف سے، بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو ﴿۴۶﴾ اور کیونکر وہ تجھ کو حکم بدینگے حالانکہ اُن کے پاس توریت ہے اُس میں اللہ کا حکم ہے پھر وہ پھر جاتے ہیں اُس کے بعد، اور وہ نہیں ہیں ایمان والے ﴿۴۷﴾

کے حکم سے زندہ بیگناہوں کی جان جانے سے محفوظ ہو گئی +

﴿۳۷﴾ (انما جزاؤ الذین) اس آیت میں اُن لوگوں کے احکام بیان کئے ہیں جن کا قتل کرنا یا اُن کو اور کسی قسم کی سزا دینا ضروری قرار دیا گیا ہے +

"یحاربون اللہ ورسولہ" سے صاف مراد یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو فطرت انسانی میں تمدن پیدا کیا ہے اور رسول نے بھی اُسی کے مطابق انسانوں کے لئے احکام تمدن صادر فرمائے ہیں اُن کے برخلاف کام کرنے کو خدا اور رسول سے جنگ کرنا فرمایا ہے +

"یسعون فی الارض فسادا" میں وہ تمام لوگ داخل ہیں جو امن اور راحت تمدن میں خلل ڈالتے ہیں جیسے ڈاکا ڈالنے والے یا رستہ لوٹنے والے یا گھروں میں گھس کر یا کول دیکر چوری کرنے والے اور اُن کے لئے اس آیت میں یہ سزائیں بیان فرمائی ہیں۔ یا قتل۔ یا سولی پر لٹکا دینا۔ یا اُن کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ ڈالنا۔ یا قیدخانہ میں بند کر رکھنا۔ مگر پہلی تین سزائیں صرف چوری کرنے والوں سے متعلق نہ تھیں اس لئے اگلی آیت میں فرمایا کہ چور کو جب سزا دے بدنی دیجاوے تو وہ صرف اُس کا ہاتھ کاٹنا ہوگی۔ پس چور کے لئے صرف دو سزائیں باقی رہیں یا ہاتھ کاٹنا۔ یا قیدخانہ میں بند کر رکھنا +

یہ سزائیں مختلف درجے کی ہیں اور ہر ایک سزا کو یا یہ یا یہ کرکے بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بلحاظ حیثیت و مقدار جرم کے وہ سزائیں مقرر کی گئی ہیں مثلاً ایسے شخص کے لئے جو فساد کرنے میں قتل کا بھی مرتکب ہوا ہو اُس کو قتل کی سزا دیجاویگی۔ اور جب کہ وہ قاتل بھی ہو اور ڈاکا زنی میں مشہور ہو جس کا خوف ملکوں میں پڑ رہا ہو اس کو سولی پر لٹکا دینے کی سزا دیجاویگی تاکہ بہت سے لوگ دیکھ لیں اور واقف ہو جاویں کہ وہ بدذات مارا گیا۔ اور جب کہ وہ ایسے ہوں کہ رستہ لوٹتے ہوں اور دُور دُور جا کر ڈاکا مارتے ہوں مگر اُنہوں نے کوئی خون نہ کیا ہو یا

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (۴۸)	بیشک ہم نے بھیجی ہے توریت اُس میں ہے ہدایت اور روشنی، حکم کرتے تھے اُس کے مطابق نبی جو خدا کے تابعدار تھے اُن لوگوں کے لئے جو یہودی تھے اور (حکم کرتے تھے) اہل اللہ اور عالم اُس کے مطابق جو اُن کو یاد رکھوایا گیا تھا اللہ کی کتاب سے اور وہ تھے اُس پر گواہ، پھر مت ڈرو آدمیوں سے اور ڈرو مجھ سے اور مت لو میرے حکموں کے بدلے مول تھوڑا، اور جو شخص کہ حکم نہ کرے اُس کے مطابق جو اللہ نے بھیجا ہے پھر وہی لوگ کافر ہیں (۴۸)

خون کرنا اُن پر ثابت نہ ہو تو اُن کو ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کی یا صرف ہاتھ کاٹنے کی سزا دیجاویگی یا اُن کو قید خانہ میں بند کر رکھا جاویگا *

"او ینفوا من الارض" نفی بلد یا نفی من الارض کے معنی شہر سے یا ملک سے غائب کر دینے کے ہیں اور اس سے کسی خاص شہر یا کسی خاص ملک سے خارج کر دینا بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر اس مقام پر یہ پچھلے معنی صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ ڈاکوؤں و قطاع الطریقوں اور چوروں کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں نکال دینے سے انسان اُن کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس لئے اس مقام پر "ینفوا" سے وہی پہلے معنی مراد ہو سکتے ہیں جن کو ہم نے الفاظ "غایب کر دینے" سے تعبیر کیا ہے۔ اور اُس کا نتیجہ صرف قید کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ پس قرآن مجید کے اُن الفاظ کا "او ینفوا من الارض" یہ مطلب ہوا کہ "او حبسوھم" یعنی یا "اُن کو قید کر دو"۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "النفی من الارض ھو الحبس"۔ اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے "وھو اختیار اکثر اھل اللغۃ" اسی لئے ہم نے "ینفوا من الارض" کے معنی قید خانہ میں بند کرنے کے لئے ہیں *

ان آیتوں میں جو ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم ہے اور نیز اُس آیت میں جس میں چور کا صرف ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے وہ لازمی نہیں ہے اور جن لوگوں نے اس کو لازمی سمجھا ہے انہوں نے استنباط مسائل میں غلطی کی ہے۔ اول تو خود آیت ہی میں موجود ہے یا اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو یا قید خانہ میں بند کر رکھو پس اختیار ہے کہ دونوں سزاؤں میں سے جونسی سزا چاہو دو۔ دوسرے جب کہ تمام فقہا نے ایک مقدار مال مقرر کی ہے کہ جب اس قدر مالیت کا مال چرایا جاوے تب ہاتھ کاٹا جاوے

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٩﴾ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ﴿٥٠﴾	اور ہم نے اُن پر اُس میں (یعنی توریت میں) لکھا ہے کہ جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت بدلے دانت کے اور زخموں کا ویسا ہی بدلا[1]، پھر جو کوئی اُس کو معاف کرے تو وہ اُس کے لئے کفارہ ہے، اور جو شخص کہ نہ حکم کرے اُس کے مطابق جو اللہ نے بھیجا ہے پھر وہی لوگ ظالم ہیں ﴿۴۹﴾ اور ہم نے اُن کے پیچھے بھیجا اُن کے پاؤں کے نشانوں پر عیسیٰ مریم کے بیٹے کو سچا بتانے والا اُس چیز کو جو اُس کے آگے ہے توریت سے، اور دی ہم نے اُس کو انجیل اُس میں ہدایت ہے اور روشنی سچا کرتی ہے اُس چیز کو جو اُس کے آگے ہے توریت سے، اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے پرہیز گاروں کے لئے ﴿۵۰﴾

اس سے لازم آتا ہے کہ اُنہوں نے چوری کی سزا میں ہاتھ کا کاٹا جانا لازمی قرار نہیں دیا کیونکہ قرآن مجید میں کوئی مقدار مال کی ہاتھ کاٹنے کے لئے بیان نہیں ہوئی ہے۔ تیسرے یہ کہ ایسے واقعے بھی پائے جاتے ہیں کہ صحابہ کے وقت میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا گیا اور صرف قید کیا گیا بلکہ اکثر ڈاکو سمجھتے تھے کہ اگر پکڑے جاوینگے تو قید کئے جاوینگے اور ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کا کسی کو خیال نہ تھا۔

حماسہ کی شرح میں لکھا ہے کہ "حریث بن عناب بن مضر ایک غلام کے چوراکر بیچ ڈالنے کے جرم میں مدینہ کے قید خانہ میں قید کیا گیا تھا۔

ابوالنشناس بنی تمیم کے قبیلہ کا ایک مشہور چور تھا اور رہزنی کیا کرتا تھا مروان کے عاملوں نے اُسے پکڑا اور قید خانہ میں قید کیا گیا۔

عبدالرحمٰن ابن حاطب سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کا ناقہ چرایا حضرت عمر نے اول ہاتھ کاٹنے کی تجویز کی مگر اُس کو ملتوی کیا اور مدعی سے پوچھا کہ وہ کس قیمت کا تھا اُس نے چارسو درم قیمت بتلائی حضرت عمر نے اُس پر آٹھ سو درم کا جرمانہ کیا اور وہ درم مدعی کو دلوادئے اور مجرم کو رہا کر دیا۔

حضرت علی مرتضےٰ کے وقت میں عمر بن کریب ایک مشہور چور تھا جو رہزنی کیا کرتا تھا

[1] دیکھو کتاب خروج باب ۲۱ درس ۲۳ و ۲۵ و کتاب توریت مثنی باب ۱۹ درس ۲۱۔

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۵۱﴾ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ﴿۵۲﴾

اور چاہیئے کہ حکم کریں انجیل والے مطابق اُس کے جو بھیجا ہے اللہ نے اُس میں، اور جو شخص کہ نہ حکم کرے اُس کے مطابق جو بھیجا ہے اللہ نے تو وہی لوگ ہیں نافرمان ﴿۵۱﴾ اور بھیجی ہے ہم نے تیرے پاس کتاب برحق سچا بتاتی ہے اُس کو جو اُس کے آگے ہے کتاب سے (یعنی توریت و انجیل سے) اور اُس کی محافظ، پس تو اُن میں حکم کر مطابق اُس کے جو اُتارا ہے اللہ نے اور نہ پیری کر اُن کی خواہش کی برخلاف اُس کے جو آیا ہے تیرے پاس سچ سے ہر ایک کے لئے ہم نے تم میں سے مقرر کی ہے شریعت اور رستہ ﴿۵۲﴾

اُس کے گرفتار کرنے کو حضرت علی نے شمیط کے بیٹوں کو بھیجا مگر وہ بھاگ گیا اور گرفتار نہ ہوا تب عمر بن کریب نے یہ اشعار کہے :-

ولما ان رایت ابنی شمیط   بسکۃ طیئ والباب دونی

تجللت العصا وعلمت انی   رھین مخیس ان ادرکونی

ولو انی لبثت بھم قلیلا   لجرونی الی شیخ بطین

شدید مجامع الکتفین باق   علی الحدثان مختلف الشؤن

ان اشعار سے صاف پایا جاتا ہے کہ عمر بن کریب کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ پکڑا گیا تو قید خانہ میں جس کا نام مخیس تھا قید کیا جاویگا ۔

مخیس ایک قید خانہ کا نام تھا جس کو حضرت علی نے بنایا تھا پہلی دفعہ اُنہوں نے بانسوں کا قید خانہ بنایا تھا اور نافع اُس کا نام رکھا تھا اُس میں سے چور کوہل لگا کر نکل گئے تب اُنہوں نے دوسرا مضبوط قید خانہ بنایا اور مخیس اُس کا نام رکھا اور یہ شعر کہے :-

اما ترانی کیسا مکیسا   بنیت بعد نافع مخیسا

بابا حصینا وامینا کیسا

ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ تم نے بیان کیا اُس سے اس بات کی ضرور تسلیم لازم آتی ہے کہ قرآن مجید نے سرقہ کی علت میں عضو انسان کا کاٹنا بھی جائز رکھا ہے جو نہایت سخت اور وحشیانہ اور بے رحمانہ خلاف انسانیت سزا ہے اور خدا کی شان سے ایسی سزا کا جائز رکھنا نہایت بعید ہے بعضوں کا قول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی یہ سزا دیجاتی تھی جیسا کہ تاریخ ابوالفدا میں لکھا ہے مگر زمانہ جاہلیت میں اُس کا رواج ہونا زمانہ اسلام میں بھی اُس کے جائز رکھنے کی دلیل ہو سکتا

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً
وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ
فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ
اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (۵۳)
وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ
وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ
عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ
وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ
لَفٰسِقُوْنَ (۵۴) اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ
يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ
حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (۵۵)
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا
الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ
بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ
يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۵۶)

اور اگر چاہتا اللہ تو کر دیتا تم کو ایک اُمّت لیکن چاہتا ہے
کہ تم کو آزماوے اُس میں جو تم کو دی ہے، پھر سبقت
کرو نیکی میں اللہ کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر بتا دیگا
تم کو جس میں تم اختلاف کرتے تھے (۵۳) اور
یہ کہ حکم کر اُن میں مطابق اُس کے جو بھیجا ہے
اللہ نے اور نہ پیروی کر اُن کی خواہشوں کی،
اور اُن سے ڈر کہ دِقت میں ڈالدیں تجھ کو
بعض اُن حکموں (کے نہ بجا لانے) سے جو
بھیجے ہیں اللہ نے تیرے پاس، پھر اگر وہ
پھر جاویں تو جان لے کہ اُس کے سوا کچھ
نہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ اُن کو عذاب دے
اُن کے بعض گناہوں کے سبب سے اور بیشک لوگوں میں
اکثر نافرمان ہیں (۵۴) کیا پھر جاہلیت کا حکم چاہتے
ہیں، اور کون ہے اللہ سے بہتر حکم کرنے میں
اُن لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں (۵۵)
اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ
کو دوست بعض اُن کے دوست ہیں بعض کے،
اور جو تم میں سے دوستی کرے اُن سے تو بیشک
وہ انہیں میں سے ہے۔ بیشک اللہ نہیں
ہدایت کرتا ظالموں کی قوم کو (۵۶)

ہے اور نہ اسلام اُس وحشیانہ سزا کے جائز رکھنے کے الزام سے بری ہو سکتا ہے ❖

مگر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں جس طرح کہ مختلف سزاؤں کا بیان
ہوا ہے اور جس طرح کہ وہ مختلف حیثیت اور مقدار جرم سے علاقہ رکھتی ہیں اُسی طرح زمانہ کی حالت
سے بھی اُن کا تعلق رکھنا اُن کے احکام کے ضمن میں پایا جاتا ہے جس زمانہ میں کہ ملک کی یا
قوم کی ایسی حالت ہو کہ قید خانوں کا انتظام ناممکن ہو اور نہ ایسے جزائر پر دسترس ہو جہاں
مجرم جلاوطن کر کے قید کئے جا سکیں تو اُن جرموں کے موقوف کرنے کے لئے اور تمام خلق اللہ
کو امن دینے کے لئے بالاضطرار سزائے بدنی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے گو کہ وہ ایک وحشیانہ

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ (۵۷) وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ (۵۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (۵۹) إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۶۰)

پھر تو دیکھتا ہے اُن لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے (یعنی نفاق) گھُسے جاتے ہیں اُن میں کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم کو کوئی مصیبت پہنچے، پس قریب ہے کہ اللہ بھیجے فتح یا کوئی اور شے اپنے پاس سے، پھر وہ ہو جاوینگے اُس پر جو اُنہوں نے اپنے دلوں میں چھپایا ہے شرمندہ (۵۷) اور کہینگے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے قسم کھائی تھی اللہ کی اپنی سخت قسمیں کہ بیشک وہ تمہارے ساتھ ہیں، نابود ہو گئے اُن کے عمل پھر ہو گئے نقصان اُٹھانے والوں میں (۵۸) اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کوئی پھر جاوے تم میں سے اپنے دین سے تو جلد بلاویگا اللہ ایک قوم کو کہ دوست رکھتا ہے اُن کو اور وہ دوست رکھتے ہیں اُس کو متواضع ہیں ایمان والوں کے ساتھ اور سخت گیر ہیں کافروں کے ساتھ کوشش کرینگے اللہ کی راہ میں اور نہ خوف کرینگے ملامت کرنے والوں کی ملامت سے، یہ ہے فضل اللہ کا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ وسیع نعمت والا ہے جاننے والا (۵۹) اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارا دوست اللہ اور اُس کا رسول ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں جو پڑھتے رہتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ کو اور وہی رکوع کرنے والے ہیں (۶۰)

سزا ہو مگر مجبوری اختیار کی جاتی ہے ۔ نہایت شایستہ ملکوں میں بھی بحالت مجبوری سزائے بدنی دیجاتی ہے بید کی سزا بھی ایسی ہی وحشیانہ سزا ہے مگر قید خانے اس قدر کثیر مجرموں کے قید کرنے کو کافی نہیں ہوتے تو مجبوری سزائے بدنی دیکر چھوڑ دیا جاتا ہے پس قرآن مجید نے اور نیز حضرت موسیٰ نے مجبوری کی حالت میں اس سزائے بدنی کو جائز رکھا ہے مگر جب کہ ملک میں تسلط ہو اور قید خانوں کا انتظام موجود ہو تو قرآن مجید کی رو سے اس سزائے بدنی کا

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ
هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۶۱) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۶۲) وَاِذَا
نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا
هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ (۶۳) قُلْ يٰۤاَهْلَ
الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ
اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا
وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ
فٰسِقُوْنَ (۶۴) قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ
بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ
مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ
وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ
وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ
مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (۶۵)

اور جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اُس کے رسول کو
اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں تو بیشک اللہ کا گروہ
وہی غلبہ پانیوالے ہیں (۶۱) اے لوگو جو ایمان لائے ہو
دوست مت بناؤ اُن لوگوں کو جنہوں نے بنایا ہے
تمہارے دین کو ٹھٹھا اور کھیل اُن لوگوں میں سے کہ جن کو دیگئی ہے
کتاب تم سے پہلے اور کافروں کو ، اور ڈرو اللہ
سے اگر تم ایمان والے ہو (۶۲) اور جب تم
پکارتے ہو نماز کے لئے تو بناتے ہیں اُس کو
ٹھٹھا اور کھیل ، یہ اس لئے کہ بیشک وہ قوم
ہیں کہ سمجھتے نہیں (۶۳) کہدے کہ اے
کتاب والو کیا تم ہم پر اس کے سوا کچھ عیب
پکڑتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور
اُس پر جو ہمارے پاس بھیجا ہے اور اُس پر
جو اس سے پہلے بھیجا گیا تھا اور تم میں سے
بہت سے فاسق ہیں (۶۴) کہدے کہیں تم کو اس سے
زیادہ بدتر خدا کے پاس سے سزا کی کیا خبر دوں
کہ جس پر خدا نے لعنت کی اور اس پر غصہ ہوا اور اُن
میں سے بندر و سُوَر اور شیطان پوجنے والے بنادیئے
وہی لوگ بدتر جگہ میں ہیں اور بڑے گمراہ سیدھے
رستہ سے (۶۵)

دینا کسی طرح جائز نہیں ہے بلکہ صرف وہی سزا دیجاویگی جو سب سے اخیر بیان ہوئی ہے اور جس کو بلفظ
"او ینفوا من الارض" بیان کیا ہے اور اُس کے بعد کسی اور سزا کا بیان نہیں ہے ۔ صرف ایک
جرم میں یعنی زنا میں سزاے بدنی کا دیا جانا فطرت انسانی کے مطابق ہے کیونکہ جیسا وہ جرم لذت
نفسانی سے علاقہ رکھتا ہے ویسی ہی اُس کی سزا بھی تکلیف نفسانی سے ہونی چاہیے پس اسلام نے
بھی سوائے حالت مجبوری کے بجز زنا کے اور کسی جرم میں سزاے بدنی کو جائز نہیں رکھا ہے ۔
اب باقی رہا معاف کرنا اُس کی نسبت نہایت عمدہ لفظ " قبل ان تقدروا علیهم "
قرآن مجید میں آیا ہے ایک ڈاکو جو درحقیقت ڈاکا زنی کرتا ہے یا ایک چور جو درحقیقت چوری کا پیشہ

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَد دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ (۶۶) وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۶۷) لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (۶۸) وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (۶۹)

اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور بیشک وہ کفر میں پڑے ہوئے ہیں اور بیشک وہ کفر ہی میں نکلے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں (۶۶) اور تو اُن میں سے بہت سوں کو دیکھتا ہے کہ گناہ کرنے اور زیادتی کرنے اور خود حرام کھانے میں کوشش کرتے ہیں البتہ بُرا ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں (۶۷) کیوں نہیں اُن کو منع کرتے اُن کے خدا پرست اور اُن کے عالم اُن کو گناہ کی بات کہنے اور اُن کو حرام کھانے سے البتہ بُرا ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں (۶۸) یہودیوں نے کہا کہ خدا کے ہاتھ بند ہیں (یعنی ہم کو فراخی نہیں دیتا) اُنہی کے ہاتھ بند ہو گئے ہیں اور جو کچھ اُنہوں نے کہا اُس پر اُن کو لعنت کی گئی ہے بلکہ خدا کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں دیتا ہے جس طرح کہ چاہتا ہے اور البتہ اُن میں سے بہت سوں میں نافرمانی و کفر کو وہ چیز زیادہ کرے گی جو تیرے پاس تیرے پروردگار کے پاس سے بھیجی گئی ہے اور ہم نے اُن میں (یعنی یہودیوں اور عیسائیوں میں) عداوت اور بغض قیامت کے دن تک ڈال دیا ہے جب وہ (مسلمانوں سے) لڑائی کے لئے آگ جلاتے ہیں اللہ اُس کو بجھا دیتا ہے اور ملک میں فساد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۶۹)

رکھتا ہے اور اُس کے ڈاکو یا چور ہونے میں کسی کو شبہ نہیں مگر بہ سبب نہ دستیاب ہونے ثبوت کے ہم اس کے سزا دینے پر قادر نہیں ہیں پس اگر قبل ہماری قدرت سزا دینے کے وہ ڈاکو اور چور اپنے پیشہ کو چھوڑ دے اور صلاحیت قبول کرے اور نیک چلن ہو جاوے تو اُس کے گذشتہ افعال سے درگذر کرنا ایک ایسا امر ہے جس کی مخالفت نہ انصاف کر سکتا ہے اور نہ کوئی قانون، یہی عمدہ احکام ہیں جو قرآن مجید میں اُس کی نسبت بیان ہوئے ہیں ✣

(۴۲) (والسارق والسارقة) سیبویہ کا قول ہے کہ "والسارق والسارقة" مبتدا ہے اور اُس کی خبر محذوف "حکمہما فیما یتلی" ہے اور "فاقطعوا ایدیہما" جداگانہ جملہ ہے ✣

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۲﴾

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور پرہیزگاری کرتے تو البتہ ہم مٹا دیتے اُن کے گناہ اور بیشک اُن کو داخل کرتے نعمت کی جنت میں اور اگر وہ قائم رکھتے توریت اور انجیل کو اور جو کچھ کہ بھیجا گیا تھا اُن کے پاس اُن کے پروردگار سے (یعنی اُس کے مطابق عمل کرتے) تو بیشک وہ کھاتے (یعنی نعمتیں) اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے (یعنی آسمان زمین سے)، اُن میں سے ایک گروہ ہے ٹھیک راہ پر چلنے والا اور اُن میں سے بہت ہیں کہ بُرا ہے جو وہ کرتے ہیں ﴿۷۰﴾ اے پیغمبر پہنچا دے (لوگوں میں) جو کچھ کہ بھیجا گیا ہے تیرے پاس تیرے پروردگار سے اور اگر تو نہ کرے تو تو نے اُس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ بچا دیگا تجھ کو آدمیوں سے بیشک اللہ نہیں ہدایت کرتا کافروں کی قوم کو ﴿۷۱﴾ کہدے اے اہل کتاب تم کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم قایم کرو توریت کو اور انجیل کو اور جو کچھ کہ تمہارے پاس بھیجا گیا ہے تمہارے پروردگار سے اور البتہ اُن میں سے بہت سوں میں نافرمانی اور کفر کو وہ چیز زیادہ کر دے گی جو تیرے پاس تیرے پروردگار سے بھیجی گئی ہے پھر تو مت غم کھا کافروں کی قوم پر ﴿۷۲﴾

سارق کے احکام کو جدا بیان کرنے کی یہی وجہ تھی کہ اس سے پہلی آیت میں جو الفاظ "یسعون فی الارض فسادا" آئے تھے اُس میں سارق بھی شامل تھے مگر جو احکام سزا بدنی کے وہاں بیان ہوئے تھے وہ سرقہ محض سے متعلق نہ تھے اس لئے اُس کی نسبت علیحدہ حکم بیان کرنے کی ضرورت ہوئی پس جب ان دونوں آیتوں پر یکشامل غور کی جاوے تو نتیجہ یہ نکلیگا کہ سرقہ محض میں یا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جب کہ ملک و قوم کی حالت ایسی ہو کہ قید خانوں کا انتظام نہ ہو یا قید خانہ میں قید کیا جاویگا جب کہ وہ موجود ہوں ✣

ایک یہ بحث پیش آتی ہے کہ مکرر سرقہ کرنے کی حالت میں دوسرے ہاتھ کا بھی کاٹا جانا جائز

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا
وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ (۷۳) لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ
بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ
رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ
بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا
كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ (۷۴)
وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا
وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِنْهُمْ
وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ (۷۵)
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ
هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ
الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا
اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ
يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ
عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ
وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (۷۶)
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ
ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ
وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ
لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ (۷۷)

بیشک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابی اور
عیسائی اور جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور اخیر دن
پر اور عمل کرے اچھے تو اُن پر کچھ خوف نہیں اور
نہ وہ غمگین ہونگے (۷۳) بیشک ہم نے عہد لیا
بنی اسرائیل سے اور ہم نے اُن کے پاس رسول
بھیجے جب اُن کے پاس کوئی رسول آیا اُس کے
ساتھ جس کو اُن کے نفس نہیں چاہتے تھے تو
کسی کو وہ جھٹلاتے تھے اور کسی کو مار ڈالتے
تھے (۷۴) اور انہوں نے گمان کیا کہ کچھ بُرائی نہ
ہوگی پھر وہ اندھے ہوئے اور بہرے ہوئے پھر معاف کیا
اُن کو اللہ نے پھر اُن میں سے بہت سے اندھے ہوئے
اور بہرے ہوئے اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ کرتے
ہیں (۷۵) بیشک وہ لوگ کافر ہوئے جنھوں نے
کہا کہ بیشک اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح
نے کہا اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی وہی میرا
پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے بیشک جس شخص
نے شرک کیا اللہ کے ساتھ تو بیشک حرام کی اللہ
نے اُس پر جنت اور اُس کی جگہ ہے آگ اور
ظالموں کے لئے کوئی مدد کرنے والا
نہیں (۷۶) بیشک کافر ہوئے وہ لوگ جنھوں
نے کہا کہ بیشک اللہ تین میں کا تیسرا ہے
اور نہیں ہے کوئی معبود بجز خدائے واحد کے اور اگر وہ
نہ باز آویں اُس سے جو وہ کہتے ہیں تو البتہ چھپیگا
اُن لوگوں کو اُن میں سے جو کافر ہوئے عذاب
دکھ دینے والا (۷۷)

ہے یا نہیں اس پر متقدمین کو بھی شبہ رہا ہے اور بعض دفعہ اُس پر عمل ہُوا ہے مگر میں نہایت
طمانیت سے کہسکتا ہوں کہ مکرر سرقہ کرنے کی حالت میں قرآن مجید میں دوسرے ہاتھ یا پاؤں

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۸﴾	کیا معافی نہیں چاہتے اللہ سے اور بخشش نہیں مانگتے اُس سے اور اللہ بخشنے والا ہے رحم والا ﴿۷۸﴾
مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۹﴾	نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا مگر ایک رسول بیشک گذرے ہیں اس سے پہلے بہت سے رسول اور اس کی ماں سچے دل سے خدا کی ماننے والی ہے وہ دونوں کھاتے تھے کھانا دیکھ کس طرح ہم ان کے لئے بیان کرتے ہیں نشانیاں پھر دیکھ کہاں سے وہ پلٹائے جاتے ہیں ﴿۷۹﴾
قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۰﴾	کہدے کیا تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا اس کی جو نہیں قدرت رکھتا تمہارے لئے کسی ضرر کی اور نہ کسی نفع کی اور اللہ وہی سننے والا ہے جاننے والا ﴿۸۰﴾
قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۸۱﴾	کہدے اے اہل کتاب زیادتی مت کرو اپنے دین میں ناحق اور پیروی مت کرو ایسی قوم کی خواہشوں کی جو بیشک گمراہ ہوئی اس سے پہلے اور گمراہ کیا بہتوں کو اور گمراہ ہوئے سیدھے رستہ سے ﴿۸۱﴾
لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۸۲﴾	لعنت کی گئی ہے ان لوگوں پر جو بنی اسرائیل میں سے کافر ہوئے داؤد اور عیسے مریم کے بیٹے کی زبان سے یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہ تھے برے کام سے جو وہ کرتے تھے البتہ برا تھا جو وہ کرتے تھے ﴿۸۲﴾

کے کاٹے جانے کا ہرگز حکم نہیں ہے جنہوں نے اس پر عمل کیا ہے اُن سے اجتہاد میں خطا ہوئی ہے کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ اگر یہ جائز ہو تو تیسرے یا پانچویں جرم سرقہ میں کیا کیا جاویگا ✢

ڈاکوؤں اور رہزنوں کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں اور چور کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالنا اُن کو اُن جرائم کے ارتکاب سے ایک مناسب حد تک معذور کر دینا ہے۔ اور اس سے زیادہ خدا کی حکمت کو باطل کرنا اور اُن کو انسان سے ایک مضغہ بنا دینا ہے جو فطرت اللہ کے خلاف

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۷﴾

تو دیکھتا ہے اُن میں سے بہتوں کو کہ دوستی کرتے ہیں اُن لوگوں سے جو کافر ہیں البتہ بُرا ہے جو اُن کے لئے آگے بھیج دیا ہے اُن کے نفسوں نے کہ غصے ہوا اللہ اُن پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں ﴿۸۳﴾ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر اور اُس نبی (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) پر اور اُس پر جو بھیجا گیا ہے اُس کے پاس تو نہ بناتے اُن کو دوست لیکن اُن میں سے بہت فاسق ہیں ﴿۸۴﴾ البتہ تو پاویگا سب لوگوں سے زیادہ دشمنی میں اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں یہودیوں کو اور اُن لوگوں کو جو مشرک ہیں اور البتہ تو پاویگا اُن سب سے زیادہ نزدیک دوستی میں اُن لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اُن لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ بیشک ہم نصاریٰ ہیں یہ اِس لئے کہ اُن میں عالم اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ﴿۸۵﴾ اور جس وقت کہ سنتے ہیں جو بھیجا گیا ہے اُس رسول کے پاس تو تو دیکھتا ہے کہ اُن کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں آنسوؤں سے بہ سبب اُس کے کہ جان لیا اُنہوں نے سچ کو، کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے پھر ہم کو لکھ لے شاہدوں کے ساتھ ﴿۸۶﴾ اور کیا ہے ہم کو کہ ہم ایمان نہ لاویں اللہ پر اور اُس پر جو ہمارے پاس آیا ہے سچ، اور کیوں ہم طمع نہ کریں کہ داخل کرے ہم کو ہمارا پروردگار نیک لوگوں کے ساتھ ﴿۸۷﴾

ہے ٭

﴿۸۶﴾ (قان جاثلق) عرب میں جس قدر لوگ بستے تھے وہ اپنے اپنے گروہ کے سردار کے بطور رعیت محکوم تھے وہی سردار اُن پر حاکم ہوتا تھا اور تمام خصومات اور جنایات کا وہی

سے نصر نصرہ علی عدوہ نصرا اعانہ الیہ والاسم النصرۃ والنصیر المعین مثل الناصر وجمعہ انصار کشریف واشراف والنصاری جمع نصران ونصرانۃ کالندامی جمع ندمان وندمانۃ (جواہر القرآن) ٭

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۰﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۹۱﴾

پھر اُن کو بدلا دیا اللہ نے اُس کا جو کہتے تھے جنتیں بہتی ہیں اُس کے نیچے نہریں ہمیشہ رہینگے اُس میں یہ ہے بدلا نیک کام کرنے والوں کا، اور جو لوگ کافر ہوئے اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہ لوگ ہیں جہنم میں رہنے والے ﴿۸۸﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت حرام کرلو پاکیزہ چیزوں کو جو حلال کیا ہے خدا نے تمہارے لئے اور زیادتی مت کرو، بیشک اللہ نہیں دوست رکھتا زیادتی کرنے والوں کو ﴿۸۹﴾ اور کھاؤ جو کچھ کہ دیا ہے تم کو اللہ نے حلال اور پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے جس پر کہ تم ایمان لائے ہو ﴿۹۰﴾ نہیں عذاب دیگا تم کو اللہ بغیر قصد کے تمہارے قسم کھا لینے میں لیکن عذاب دیگا تم کو اُن قسموں پر جو تم نے باندھی ہیں پھر (اگر توڑ دو تو) اُس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اوسط درجہ کا کھانا جو تم اپنے کنبہ کو کھلاتے ہو یا (دس مسکینوں کو) کپڑے بنوا دینا یا ایک بردہ کا آزاد کرنا اور جس کو یہ میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھتے ہیں، یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور حفاظت کرو اپنی قسموں کی، اس طرح پر تمہارے لئے خدا اپنی نشانیوں کو بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو ﴿۹۱﴾

فیصلہ کرتا تھا اور وہی سزا کا حکم دیتا تھا یہودی توریت کے سخت احکام سے بچنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس فیصلہ کو آتے تھے ۔ خدا نے فرمایا کہ تجھ کو اختیار ہے چاہے اُن کا فیصلہ کر چاہے نہ کر کیونکہ وہ اُس گروہ میں نہ تھے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع تھے اور فرمایا کہ اگر فیصلہ کرے تو جو انصاف ہو وہ کردے ۔ اور پھر یہودیوں کی بدنیتی پر متنبہ کیا کہ باوجود اس کے کہ توریت میں سب حکم موجود ہیں پھر تجھ کو کیوں حکم بدتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٢﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٩٣﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٥﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس کے سوا کچھ نہیں کہ شراب (پینی) اور جوا (کھیلنا) اور استھانوں کو (پوجنا) اور فال کے تیروں سے (فال نکالنا) ناپاک (کام) ہے شیطان کے کاموں میں سے اُس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ (۹۲) اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ شیطان چاہتا ہے کہ تم میں عداوت اور بغض شراب اور جوے کے سبب ڈالے اور تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، پھر کیا تم اُس سے رُک رہنے والے ہو، اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو پیغمبر کی اور ڈرو پھر اگر تم پھر گئے تو جان لو کہ ہمارے پیغمبر پر (احکام) صریح پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں (۹۳) اُن لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں اس بات میں کہ وہ (اُس سے پہلے) کھا پی چکے ہیں کچھ گناہ نہیں جب کہ اُنھوں نے پرہیزگاری کی اور اچھے عمل کئے پھر پرہیزگاری کی اور ایمان لائے پھر پرہیزگاری اور نیک کام کئے، اور اللہ دوست رکھتا ہے نیک کام کرنے والوں کو (۹۴) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تم کو شکار کرنے میں ایک چیز سے آزمائیگا جس تک تمہارے ہاتھ یا تمہارے تیر پہنچیں تاکہ جان لے کہ کون بن دیکھے اُس سے ڈرتا ہے پھر جس نے کہ اس کے بعد زیادتی کی تو اُس کے لئے عذاب ہے دکھ دینے والا (۹۵)

اس سے اُن کی بدنیتی اور توریت کے احکام سے بچنے کی تدبیر پائی جاتی ہے ❊

"بالقسط" کے لفظ پر جس کے معنی انصاف کے ہیں بحث ہوسکتی ہے کہ انصاف سے کیا مُراد ہے اُس لفظ سے شریعت اسلام مراد لینا صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر یہ ہوتا تو جس طرح اگلی آیتوں میں صاف بتایا گیا ہے کہ جو کچھ خدا نے تجھ پر اُتارا ہے اُس کے مطابق

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ (۹۶) أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (۹۷) جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۹۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت مارو شکار کو جب تم احرام باندھے ہو اور جس نے تم میں سے جان بوجھ کر اُس کو مارا تو بدلا دے اُس کی مانند جو مارا ہے چوپایہ جانوروں میں سے جو قربانی کے لئے کعبہ میں پہنچنے والے ہوں، تم میں سے دو منصف آدمی اُس کے برابر ہونے کا حکم کردیں یا اُس کا کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا اُس کی برابر روزے رکھنے تاکہ چکھے وبال اپنے کام کا معاف کیا اللہ نے جو کچھ پہلے ہو چکا اور جس نے پھر کیا تو بدلا لیویگا اللہ اُس سے اور اللہ غالب ہے بدلا لینے والا (۹۶) حلال کیا گیا ہے تمہارے لئے دریا کا شکار اور اُس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لئے اور تم پر حرام کیا گیا ہے جنگل کا شکار جب تک کہ تم احرام باندھے ہو اور ڈرو اللہ سے جس پاس تم اکٹھے ہو کر جاؤ گے (۹۷) بنایا ہے اللہ نے کعبہ کو جو بزرگ گھر ہے لوگوں کے لئے امن سے رہنے کو اور بزرگ مہینے کو اور قربانی کے جانوروں اور گلے میں پٹا ڈلے ہوئے جانوروں کو، یہ اس لئے تاکہ تم جان لو کہ بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بیشک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، جان لو کہ بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان (۹۸)

حکم کرُ اسی طرح یہاں بھی بیان کیا جاتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ قسط کے لفظ سے شریعت اسلامی مخصوص نہیں ہے +

ایک شخص جو اپنے تئیں کسی خاص گروہ کا بیان کرتا ہے اور ہمیشہ اُن فائدوں سے جو اُس گروہ میں ہونے کے سبب اُس کو حاصل ہو سکتے تھے مستفید ہوتا رہتا ہے اور کسی خاص معاملہ

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿١٠١﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّلَا سَائِبَةٍ وَّلَا وَصِيلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٢﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٤﴾

پیغمبر پر بجز حکم پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں ہے، اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو ﴿٩٩﴾ کہدے لے پیغمبر کہ برابر نہیں ہے ناپاک اور پاک اور اگرچہ تجھ کو ڈالے تعجب میں زیادتی ناپاک کی، پھر ڈرو اللہ سے لے عقل والو تاکہ تم فلاح پاؤ ﴿١٠٠﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت سوال کرو اُن چیزوں سے کہ اگر تمہارے لئے کھول دیجاویں تو تم کو بُری لگیں اور اگر تم اُن سے سوال کروگے قرآن نازل کئے جانے کے وقت میں تو تمہارے لئے کھولدیجاوینگی، معاف کیا اللہ نے اُس سے، اور اللہ بخشنے والا ہے تحمل والا، بیشک اُن (چیزوں) سے سوال کیا تھا ایک قوم نے تم سے پہلے پھر اُنہی سے کافر ہوگئی ﴿١٠١﴾ اللہ نے (حرام) نہیں کیا کان پھاڑے ہوئے اونٹ کو اور نہ سانڈ کو اور نہ اُس بکری کو جو بکرے کے ساتھ پیدا ہوئی ہو اور نہ دس بچے جنی ہوئی اونٹنی کو ولیکن اُن لوگوں نے جو کافر ہیں اللہ پر جھوٹ بہتان باندھا ہے اور اُن میں کے اکثر نہیں سمجھتے ﴿١٠٢﴾ اور جب اُن کو کہا جاتا ہے آؤ اُس کی طرف جو اللہ نے بھیجا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپوں کو پایا ہے کیا جب بھی کہ اُن کے باپ کچھ نہیں جانتے اور نہ اُنہوں نے ہدایت پائی تھی ﴿١٠٣﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اپنی آپ خبرداری کرو، نہ نقصان پہنچاویگا تم کو کوئی شخص جو گمراہ ہوا ہو جب کہ تم نے ہدایت پائی، اللہ کے پاس تم سب کو پھر جانا ہے پھر بتادیگا تم کو جو کچھ کہ تم کرتے تھے ﴿١٠٤﴾

ہیں جس میں اُس کا نقصان ہے دوسرے گروہ کے حاکم سے فیصلہ چاہے جن کی شریعت یا دستور کے مطابق وہ اُس نقصان سے بچ سکتا ہے تو اُس کے حق میں بھی انصاف ہوگا کہ دوسرے گروہ کا حاکم اُس کو وہی حکم دے جو اُس گروہ میں مروج ہیں جس گروہ سے وہ شخص علاقہ رکھتا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ
اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ
مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ
اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ
فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ
تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ
فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ
لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ
ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ
اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۵﴾
فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ
اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا
مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ
الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ
لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا
وَمَا اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى
اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ
اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ بَعْدَ
اَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے باہم گواہ ہونے چاہئیں جب تم میں سے کسی کو وصیت کرتے وقت موت آموجود ہو تو تم میں سے دو معتمد شخص گواہ ہوں یا اور دو ہوں غیروں میں سے اگر تم سفر ملک میں کرتے ہو اور تم کو پہنچی مصیبت موت کی (اور جب اُن کی گواہی لینی ہو) تو اُنکو ٹھہرا رکھو نماز کے بعد تک پھر وہ قسم کھاویں اللہ کی اگر تم اُن پر شک کرتے ہو۔ کہ ہم نہ لیوینگے اُس کے بدلے مول اور اگرچہ قرابت مند ہی ہو اور ہم نہ چھپا دینگے اللہ کی (مقرر کی ہوئی) گواہی کو بیشک ہم اُس وقت (جبکہ گواہی کے بدلے مول لیں یا گواہی کو چھپا دیں) گنہگاروں میں سے ہونگے ﴿۱۰۵﴾ پھر اگر کھل جاوے کہ اُن دونوں نے گناہ حاصل کیا ہے (یعنی رشوت لیکر گواہی دی ہے یا گواہی کو چھپایا ہے) تو اُن کی جگہ دو سرے دو گواہ (گواہی دینے کو) اُن لوگوں کی طرف سے کھڑے ہو جاویں جن کو ضرر پہنچا کہ پہلے دو گواہ گناہ کے مستحق ہوئے پھر یہ دونوں گواہ اللہ کی قسم کھاویں کہ ہماری گواہی اُن کی گواہی سے زیادہ تر حق ہے اور ہم نے کچھ زیادتی نہیں کی ہے بیشک جب ہم نے ایسا کیا تو ہم ظالموں میں سے ہونگے ﴿۱۰۶﴾ جس طرح پر کہ گواہی دینی چاہئے یہ طریقہ بہتر ہے گواہی دینے والوں کا زیادہ ڈرینگے (یعنی پہلے گواہ) کہ رد کی جاوینگی اُن کی قسمیں اُن کی قسمیں کھانے کے بعد، اور ڈرو اللہ سے اور اُس کے کہے کو مانو اللہ ہدایت نہیں کرتا نافرمان لوگوں کو ﴿۱۰۷﴾

ہے ❊

بعض احادیث سے پایا جاتا ہے کہ یہودیوں نے زنا کے جرم میں رجم سے بچنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ چاہا تھا کیونکہ قرآن مجید میں رجم کی سزا زنا کے جرم میں نہ تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سزا توریت میں تھی اُسی کے جاری کرنے کا حکم دیا اور بادشاہ وہی اُس کے

جس دن کہ اللہ اکٹھا کریگا پیغمبروں کو تو کہیگا کہ تم کس طرح پر مانے گئے (یعنی سچے دل سے لوگوں نے تم کو مانا یا کس طرح) تو وہ کہینگے ہم کو کچھ علم نہیں ہے بیشک تو ہی غیب کی بات کا جاننے والا ہے (۱۰۸)	یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب (۱۰۸)

حق میں انصاف تھا ❊

اِس آیت سے استنباط ہو سکتا ہے کہ حکومت اسلام میں جو غیر مذہب والے بطور رعایا کے رہتے ہوں اُن کی خصومات کا اُنہیں کے دستور و رواج یا قواعد مذہب کے مطابق جو عام امن و راحت مُلک میں مخل نہ ہوں فیصلہ کرنا اسلام کی رُو سے ناجائز نہیں ہے۔ بعض علمائے اسلام نے خیال کیا ہے کہ یہ آیت اگلی آیتوں سے جن میں یہ الفاظ ہیں کہ ،، فاحکم بینھم بما انزل اللہ ،، اور ،، وان احکم بینھم بما انزل اللہ ،، منسوخ ہوگئی ہے اور اس لئے سلطان کو تمام رعایا پر خواہ مسلمان ہو یا نہ ہو شرع اسلام کے موافق حکم کرنا چاہیئے مگر یہ خیال اُن کا میری تحقیق میں غلط ہے کیونکہ قرآن مجید کی نہ کوئی آیت منسوخ ہے اور نہ اُن آیتوں سے اس سے کچھ تعلق ہے جیسا کہ اُن کی تفسیر میں بیان ہوگا ❊

(۵۲) (وانزلنا الیک الکتاب) اس آیت سے پہلی آیتوں میں خدا تعالےٰ نے تین قسم کے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ اول اُن لوگوں کا جو مُنہ سے اپنے تئیں مسلمان کہتے تھے مگر دل سے مسلمان نہ تھے اور اُن کی نسبت فرمایا تھا ،، من الذین قالوا امنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم ،،۔ دوسرے یہودیوں کا جو علانیہ اپنے تئیں یہودی کہتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس بھی احکام پوچھنے کے بہانہ سے جاسوسی کرنے کو آتے تھے اور اُن کی نسبت فرمایا تھا ،، من الذین ھادوا سماعون للکذب سماعون لقوم اخرین ،،۔ تیسرے عیسائیوں کا جہاں فرمایا ہے ،، وقفینا علےٰ اثارھم بعیسی ابن مریم ،، اور پھر فرمایا ہے ،، ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ ،، ❊

اب بحث اس پر ہے کہ اس آیت ،، وانزلنا الیک الکتاب ،، میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ،، فاحکم بینھم ،، اور اُس کے بعد کی آیت میں ہے ،، وان احکم بینھم ،، تو ،، ھم ،، کی ضمیر کن لوگوں کی طرف راجع ہے یعنی ،،ھم،، سے کون لوگ مراد ہیں۔ اگر اُس سے منافق مراد لئے جاویں جن کا بیان سب سے اول ہے تو کیا وجہ ہے کہ سچے ایمان والے اُس حکم میں قرآن کے بموجب اُن پر حکم کیا جاوے شامل نہ ہوں اور اگر یہودی مراد لئے جاویں تو کیا وجہ ہے کہ عیسائی اُس میں داخل نہ ہوں اور اگر عیسائی مراد لئے جاویں جن کا ذکر ،، اھل الانجیل ،، کے لفظ سے اس آیت کے بہت قریب آیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہودی اُس میں شامل نہ ہوں۔ اگر یہ تصور کیا جاوے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے بیان سے جو اس آیت کے اوپر ہوا اور توریت و انجیل کے ذکر کرنے سے ایک مفہوم اہل کتاب کا مستنبط ہوتا ہے اور یہ ضمیر ،ھم، کی اہل کتاب کی طرف راجع ہوتی ہے تو اس میں بھی کئی دقتیں ہیں۔ اول یہ کہ یہ آیت مخالف ہوتی ہے اُس آیت کی جس میں یہودیوں کی مخاصمت کے فیصلہ کرنے

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ	جب کہیگا اللہ عیسے مریم کے بیٹے کو یاد کر میری نعمتوں کو جو تجھ پر اور تیری ماں پر ہوئیں

بیان کرنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہودی عیسائی بعد نزول قرآن مجید کے مکلف بالایمان تھے نہ مکلف جزئیات احکام کے۔ تیسرے یہ کہ ان آیتوں کے اخیر میں خدا نے فرمایا ہے "افحکم الجاھلیۃ یبغون" اور یہودی اور عیسائی شریعت پر جو ماقبل نزول قرآن تھے حکم الجاھلیہ کا اطلاق نہیں ہوسکتا ✤

سیاق کلام اس طرح پر ہے کہ خدا نے فرمایا کہ جن لوگوں کو توریت دیگئی تھی اُن کو کہا گیا تھا کہ اُس کے مطابق حکم کریں اور جن کو انجیل دیگئی تھی اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ اُس کے مطابق چلیں اب تجھ کو اے پیغمبر یہ کتاب یعنی قرآن دیا گیا ہے اور جن کو یہ کتاب دیگئی ہی اُن میں اُس کے مطابق حکم کرنا لازم ہے پس سیاق و سباق عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں آیتوں میں "ھم" کی ضمیر اہل ھذا الکتاب یعنی مسلمانوں کی طرف راجع ہے خواہ اُنہوں نے سچے دل سے اسلام قبول کیا ہو خواہ ظاہر میں مسلمان کہتے ہوں اور دل سے مسلمان نہ ہوں ✤

جو لوگ کہ سچے دل سے مسلمان تھے اُن کی نسبت تو کچھ زیادہ کہنے کی حاجت نہ تھی مگر جو لوگ صرف ظاہر میں اسلام لائے تھے اور مسلمانوں میں داخل تھے مگر اُن کا دل اسلام پر مضبوط نہ تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی خواہشوں کو ظاہر کرتے تھے اور اسی مطابق حکم ہوجانے کی تدبیریں سوچتے تھے اُن کی نسبت کچھ زیادہ کہنا مناسب تھا اور وہ دو فرقے تھے ایک تو مسلم اہل کتاب اور دوسرے نو مسلم کفار عرب۔ اہل کتاب کو بڑا خیال تھا کہ توریت و انجیل میں خدا کے احکام آچکے اب یہ کیسے احکام آتے ہیں جن میں سے کچھ اُن احکام کے مطابق اور کچھ غیر مطابق ہیں۔ اُن کی نسبت خدا نے پیغمبر سے فرمایا کہ تو اُن کی خواہشوں پر خیال مت کر اور قرآن کے مطابق اُن میں حکم کر ہم نے ہر نبی کے لیے (گو کہ سب کا دین واحد ہے) ایک شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ کفار عرب جو اسلام ظاہر کرتے تھے اُن کی نسبت فرمایا کہ اُن میں بھی قرآن کے مطابق حکم دے اور اُن کی خواہشوں کی پرواہ مت کر بلکہ اُن سے ڈر کہ تجھ کو دقت میں ڈالدیں کیا وہ پھر جاہلیت کے زمانہ کے سے حکم چاہتے ہیں۔ ان آیتوں پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالے نے اُنہی لوگوں کی نسبت قرآن کے احکام کے مطابق حکم کرنے کا حکم دیا ہے جو اسلام میں داخل ہوگئے ہوں نہ غیر اہل اسلام کی نسبت۔ یہ ایک محقق مسئلہ ہے کہ جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے وہ جب تک مسلمان نہ ہوں جزئیات احکام شرع کے مکلف نہیں ہیں بلکہ صرف اسلام لانے پر مکلف ہیں اور اسلام لانے کے بعد جزئیات احکام شرع کے مکلف ہوتے ہیں اور اس لئے قبل اسلام اُن پر احکام شرع جاری نہیں ہوسکتے ✤

(۱۰۹) (اذ قال اللہ) اس مقام سے خدا تعالے نے اُن واقعات میں سے جو حضرت عیسے پر بچپن اور جوانی کے زمانہ میں گذرے تھے چند واقعات کا جن کا بیان سورۂ آل عمران میں بھی ہوچکا ہے بطور اپنے احسان اور اپنی نعمت کے بیان کرنا شروع کیا ہے بچپن کے حالات کو یاد دلایا ہے پھر نوعمری کے زمانہ کو یاد دلایا ہے پھر نبوت کے زمانہ کو یاد دلایا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اس طرح کا طرز کلام نہایت پیارا اور محبت سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایک اعلے درجہ کے شخص کو اُس کے بچپنے کی بھولی بھولی باتیں یاد دلائی جاتی ہیں اور پھر اُن کمالوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کو اُس نے حاصل کیا ہے۔ ان دونوں زمانوں کی باتیں ملکر نہایت دلچسپ اثر ہوجاتی ہیں اسی طرح خدا تعالے نے حضرت

جب کہ میں نے روح قدس سے تیری تائید کی ، کلام کرتا تھا تو آدمیوں سے گہوارہ میں (یعنی بچپنے میں) اور بڑاپے میں (۱۰۹)	اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلًا (۱۰۹)

عیسے کو دونوں باتوں کی باتوں کو یاد دلایا ہے اور یوں فرمایا ہے کہ تو اس بات کو یاد کر جب کہ میں نے روح القدس سے تیری مدد کی تو اس بات کو یاد کر جب کہ تو نے بچپنے میں گفتگو کی - تو اس بات کو یاد کر جب میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت سکھائی - تو اس وقت کو یاد کر جب کہ تو مٹی سے جانوروں کی مورتیں بناتا تھا اور اُن میں پھونکتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاوینگی - تو اس وقت کو یاد کر جب کہ تو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرتا تھا - تو اُس وقت کو یاد کر جب کہ تو مُوتے کو زندہ کرتا تھا - تو اس وقت کو یاد کر جب کہ میں نے تجھ کو بنی اسرائیل سے بچایا - اُس وقت کو یاد کر جب کہ میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور تجھ پر ایمان لاویں - تو اُس وقت کو یاد کر جب کہ تجھ سے حواریوں نے آسمان پر سے رزق اُترنے کی درخواست کی - تو اُس وقت کو بھی یاد رکھ جب کہ میں تجھ کو اس شرک کے الزام سے جو تیری اُمت نے تجھ پر دھرا ہے بری کرونگا - ان باتوں کے سوا سورہ آل عمران میں ایک اور بات بھی بیان ہوئی ہے کہ حضرت عیسے نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی نشانی (یعنی احکام) لیکر آیا ہوں اور یہ بھی کہا کہ میں تم کو بتلا دونگا کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو ✣

یہ سب بارہ باتیں ہیں جن کو ہم ایک سلسلہ میں جمع کر کے ہر ایک کا اس ترتیب سے جدا جدا بیان کرینگے - اول تکلم فی المهد - دوم خلق طیر - سوم تائید روح القدس - چہارم تعلیم کتاب و حکمت - پنجم خدا کی نشانی کا لانا - ششم حواریوں کے دل میں ایمان کا ڈالنا - ہفتم اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنا - ہشتم موتے کو زندہ کرنا - نہم اخبار عن الغیب - دہم نزول مائدہ - یازدہم بنی اسرائیل سے بچانا - دوازدہم برأت عن المشرکین ✣

اول - تکلم فی المهد

اس امر کی نسبت خدا تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں فرمایا ہے - ویکلم الناس فی المهد وکهلا - اور سورہ مائدہ میں فرمایا ہے - تکلم الناس فی المهد وکهلا - اور سورہ مریم میں فرمایا ہے - فاشارت الیه قالوا کیف نکلم من کان فی المهد صبیا قال انی عبد الله اتانی الکتاب وجعلنی نبیا ✣

ان آیتوں میں صرف لفظ مهد کا ہے جس پر بحث ہو سکتی ہے مگر مهد سے صرف صغر سنی کا زمانہ مراد ہے نہ وہ زمانہ جس میں کوئی بچہ بمقتضائے قانون قدرت کلام نہیں کر سکتا اس مضمون پر ہم ابھی سورہ آل عمران میں بحث کر چکے ہیں ✣

دوم - خلق طیر

یہ اُس حالت کا ذکر ہے جب کہ حضرت عیسے بچے تھے اور بچپنے کے زمانہ میں بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے اُس کی نسبت خدا نے سورہ آل عمران میں حضرت عیسے کی زبان سے یوں فرمایا ہے کہ

اور جب کہ میں نے سکھائی تجھ کو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل ،	وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ - اور سورہ مائدہ میں یوں فرمایا ہے - واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی ✢

سورہ آل عمران میں یہ مضمون حضرت عیسےٰ کی زبان سے متکلم کے صیغوں میں بیان ہوا ہے اور سورہ مائدہ میں خدا کی طرف سے مخاطب کے صیغوں میں - مگر سورہ آل عمران میں اس آیت سے پہلے یہ آیت ہے کہ انی قد جئتکم باٰیۃ من ربکم - اور اس کی نسبت ہم نے ثابت کیا ہے کہ وہ سوال کے جواب میں ہے اُسی سیاق پر یہ آیت ہے اور سوال کے جواب میں واقع ہوئی ہے تقدیر کلام کی یہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت عیسےٰ کو مٹی سے جانوروں کی مورتیں بناتے دیکھ کر پوچھا کہ - ما تفعل ؟ قال مجیبا لہ بانی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر الخ - تاریخ سے بھی پایا جاتا ہے کہ جانوروں کی مورتیں بنانے کی نسبت لوگوں نے حضرت عیسےٰ سے سوال بھی کیا تھا جیسا کہ ہم آگے بیان کرینگے ✢

اب اس پر بحث یہ ہے کہ کیا درحقیقت یہ کوئی معجزہ تھا اور کیا درحقیقت قرآن مجید سے اُن مٹی کے جانوروں کا جاندار ہو جانا اور اُڑنے لگنا ثابت ہوتا ہے ؟ تمام مفسرین اور علمائے اسلام کا جواب یہ ہے کہ ہاں - مگر ہمارا جواب ہے کہ نہیں - بشرطیکہ دل و دماغ کو اُن خیالات سے جو قرآن مجید پر غور کرنے اور قرآن مجید کا مطلب سمجھنے سے پہلے عیسائیوں کی صحیح و غلط روایات کی تقلید سے بیٹھا لئے ہیں خالی کر کے نفس قرآن مجید پر بنظر تحقیق غور کیا جاوے ✢

سورہ آل عمران میں جو یہ الفاظ ہیں کہ " انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ " اس کے معنی یہ ہیں کہ مٹی سے پرندوں کی مورتیں بناتا ہوں پھر اُن میں پھونکونگا تاکہ وہ اللہ کے حکم سے پرند ہو جاویں - یہ بات حضرت عیسےٰ نے سوال کے جواب میں کہی تھی مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھونکنے کے بعد درحقیقت وہ پرندوں کی مورتیں جو مٹی سے بناتے تھے جاندار ہو جاتی تھیں اور اُڑنے بھی لگتی تھیں ✢

" فیکون " پر جو (ف) ہے وہ عاطفہ تو ہو نہیں سکتی کیونکہ اگر وہ عاطفہ ہو تو " یکون طیرا " انّ کی خبر ہو گی اور اُس کا عطف " اخلق " پر ہو گا اور " یکون طیرا " میں " یکون " صیغہ متکلم کا نہیں ہے اور نہ اُس کلام میں کوئی ضمیر اس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ اسم انّ کی طرف راجع ہو سکے اس لئے " یکون طیرا " نحو کے قاعدہ کے مطابق یا یوں کہو کہ بموجب محاورہ زبان

وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّیۡنِ کَهَیۡـَٔةِ الطَّیۡرِ بِاِذۡنِیۡ فَتَنۡفُخُ فِیۡهَا فَتَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِیۡ	اور جب کہ تو بناتا تھا مٹی سے پرند کی صورت کی مانند میرے حکم سے پھر پھونکتا تھا اُس میں تاکہ ہو جاوے پرند میرے حکم سے

عرب کے کسی طرح اُن کی خبر نہیں ہو سکتا اور "فیکون" کی (ف) عاطفہ قرار نہیں پا سکتی - اب ضرور ہے کہ وہ (ف) تفریع کی ہو اور پھونکنے میں اور اُن مورتوں کے پرند ہو جانے میں گو کہ درحقیقت کوئی سبب حقیقی یا مجازی یا ذہنی یا خارجی نہ ہو مگر ممکن ہے کہ متکلم نے اُن میں ایسا تعلق سمجھا ہو کہ اُس کو متفرع اور متفرع الیہ کی صورت میں یا سبب اور مسبب کی صورت میں بیان کرے جہاں کلام مجازات کی بحث نحو کی کتابوں میں لکھی ہے اُس میں صاف بیان کیا ہے کہ کلام مجازات سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ درحقیقت وہ ایک امر کو دوسرے امر کا حقیقی سبب کر دیتے ہیں بلکہ متکلم اُس طرح پر خیال کرتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلا امر دوسرے امر کا حقیقی یا خارجی یا ذہنی سبب ہو - مگر صرف اس طرح کے بیان سے امر متفرع یا مسبب کا وقوع ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ کسی اَور دلیل سے نہ ثابت ہو کہ وہ امر فی الحقیقت وقوع بھی آیا تھا - اور جس قدر الفاظ قرآن مجید کے ہیں اُن میں یہ بیان نہیں ہوا ہے کہ وہ پرندوں کی مٹی کی مورتیں درحقیقت جاندار اور پرند ہو بھی جاتی تھیں ÷

حضرت عیسےٰ کے زمانہ طفولیت کے حالات بہت کم لکھے گئے ہیں چاروں انجیلیں جو اِس زمانہ میں معتبر گنی جاتی ہیں اُن میں زمانہ طفولیت کے کچھ بھی حالات نہیں ہیں یہ بات تو ممکن نہیں ہے کہ اُن کے زمانہ طفولیت کے کچھ حالات ہوں ہی نہیں مگر کسی کو اُن کے لکھنے پر رغبت ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی ÷

حضرت عیسےٰ کے انتقال کے بہت زمانہ بعد بعض قدیم عیسائی مورخوں نے اُن کے حالات زمانہ طفولیت کے لکھنے پر کوشش کی ہے اور اس وقت ہم کو دو کتابیں انجیل طفولیت کے نام سے دستیاب ہوتی ہیں جن کو حال کے عیسائیوں نے نامعتمد کتابوں میں داخل کیا ہے بہرحال اُن کتابوں کی روایتوں کو بھی بہت لوگ تسلیم کرتے تھے اور لوگوں میں مشہور تھیں اُن دونوں کتابوں میں خلق طیر کا قصہ اُن معمولی مبالغہ آمیز باتوں اور کرامتوں کے ساتھ جو ایسے بزرگوں کی تاریخ لکھنے میں خواہ نخواہ منادی جاتی ہیں لکھا ہوا ہے - یہ دونوں کتابیں انجیل اول طفولیت اور انجیل دوم طفولیت کے نام سے مشہور ہیں ÷

انجیل اول طفولیت دوسری صدی عیسوی ناسٹکس کے ہاں جو عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے مروج اور مسلم تھی اور زمانہ مابعد میں بھی اُس کے اکثر بیانات پر اکثر مشہور عیسائی عالم یوسیبیس

اور اچھا کرتا تھا مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے '	وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ

واتھاناسیس و اپیفینیس و کرائی ساسٹم وغیرہ اعتقاد رکھتے تھے کو بیس ڈی کیسٹرو ایک انجیل طامسن کا ذکر کرتا ہے کہ ایشیا و افریقیہ کے اکثر گرجاؤں میں پڑھی جاتی تھی اور اُسی پر لوگوں کے اعتقاد کا دارومدار تھا۔ فیبرشیس کے نزدیک وہ یہی انجیل ہے +

انجیل دوم طفولیت اصل یونانی قلمی نسخہ سے ترجمہ کی گئی ہے جو کتب خانہ شاہ فرانس میں دستیاب ہوا تھا۔ یہ طامسن کی طرف منسوب ہے اور ابتدائے انجیل مریم کے شامل خیال کی گئی ہے +

انجیل اول میں یہ قصہ اس طرح پر لکھا ہے۔ اور جب کہ حضرت عیسےٰ کی عمر سات برس کی تھی وہ ایک روز اپنے ہم عمر رفیقوں کے ساتھ جو کھیل رہے تھے اور مٹی کی مختلف صورتیں یعنی گدھے بیل چڑیاں اور اَور مورتیں بنا رہے تھے +

ہر شخص اپنی کاریگری کی تعریف کرتا تھا اور اَوروں پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتا تھا +

تب حضرت عیسےٰ نے لڑکوں سے کہا کہ میں اُن مورتوں کو جو میں نے بنائی ہیں چلنے کا حکم دونگا +

اور فی الفور وہ حرکت کرنے لگیں اور جب اُنھوں نے اُن کو واپس آنے کا حکم دیا تو وہ واپس آئیں +

اُنھوں نے پرندوں اور چڑیوں کی مورتیں بھی بنائی تھیں اور جب اُن کو اُڑنے کا حکم دیا تو وہ اُڑنے لگیں اور جب اُنھوں نے اُن کو ٹھیر جانے کا حکم دیا تو وہ ٹھیر گئیں اور اگر وہ اُن کو کھانا اور پانی دیتے تھے تو کھاتی پیتی تھیں +

جب آخر کار لڑکے چلے گئے اور اُن باتوں کو اپنے والدین سے بیان کیا تو اُن کے والدین نے اُن سے کہا کہ بچو آئندہ اُس کی صحبت سے احتراز کرو کیونکہ وہ جادوگر ہے۔ اُس سے بچو اور پرہیز کرو اور اب اُس کے ساتھ کبھی نہ کھیلو +

اور انجیل دوم میں اس طرح پر ہے۔ جب حضرت عیسےٰ کی عمر پانچ برس کی تھی اور مینہ برس کے کھل گیا تھا حضرت عیسےٰ عبرانی لڑکوں کے ساتھ ایک ندی کے کنارہ کھیل رہے تھے اور پانی کنارہ کے اوپر بہکر چھوٹی چھوٹی جھیلوں میں ٹھیر رہا تھا +

مگر اُسی وقت پانی صاف اور استعمال کے لائق ہوگیا حضرت عیسےٰ نے اپنے حکم سے جھیلوں

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْکَ اِذْ جِئْتَہُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْہُمْ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (۱۱۰)

اور جب کہ تو نکالتا تھا مردوں کو میرے حکم سے اور جب کہ میں نے روکا بنی اسرائیل کو تجھ سے جب کہ تو ان کے پاس صریح احکام لایا تو کہا اُن لوگوں نے جو ان میں کافر تھے کہ اور کچھ نہیں مگر یہ صریح جادو ہے (۱۱۰)

کو صاف کر دیا اور اُنہوں نے اُن کو کلتا تا تب اُنہوں نے ندی کے کنارہ پر سے کچھ نرم مٹی لی اور اُس کی بارہ چڑیاں بنائیں اور اُن کے ساتھ اور لڑکے بھی کھیل رہے تھے ✦

مگر ایک یہودی نے ان کاموں کو دیکھ کر یعنی اُن کو سبت کے دن چڑیوں کی مورتیں بناتا دیکھ کر بلا توقف اُن کے باپ یوسف سے جا کر اطلاع کی اور کہا کہ دیکھ تیرا لڑکا ندی کے کنارہ کھیل رہا ہے اور مٹی لیکر اُس کی بارہ چڑیاں بنائی ہیں اور سبت کے دن گناہ کر رہا ہے ✦

تب یوسف اُس جگہ جہاں حضرت عیسیٰ تھے آیا اور اُن کو دیکھا تب پکار کر کہا کیوں تم ایسی بات کرتے ہو جو سبت کے دن کرنا جائز نہیں ہے ✦

تب حضرت عیسیٰ نے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بجا کر چڑیوں کو بلایا اور کہا کہ جاؤ اڑ جاؤ اور جب تک زندہ رہو مجھے یاد رکھو پس چڑیاں غل مچاتی ہوئی اُڑ گئیں ✦

یہودی اس کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور چلے گئے اور اپنے اُن کے بڑے بڑے آدمیوں سے جا کر وہ عجیب و غریب معجزہ بیان کیا جو حضرت عیسیٰ سے اُن کے سامنے ظہور میں آیا تھا ✦

مگر جب تاریخانہ تحقیق کی نظر سے اس پر غور کیجاتی ہے تو اصل بات صرف اس قدر تحقیق ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ بچپنے میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے میں مٹی کے جانور بناتے تھے اور جیسے کبھی کبھی اب بھی ایسے موقعوں پر بچے کھیلنے میں کہتے ہیں کہ خدا ان میں جان ڈالدیگا وہ بھی کہتے ہونگے مگر ان دونوں کتابوں کے لکھنے والوں نے اُس کو کراماتی طور پر بیان کیا کہ فی الحقیقت اُن میں جان پڑ جاتی تھی -

قرآن مجید نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی امر وقوعی نہ تھا بلکہ صرف حضرت مسیح کا خیال زمانہ طفولیت میں بچوں کے ساتھ کھیلنے میں تھا علمائے اسلام ہمیشہ قرآن مجید کے معنی یہودیوں اور عیسائیوں کی روایتوں کے مطابق اخذ کرنے کے مشتاق تھے اور بلا تحقیق اُن روایتوں کی تقلید کرتے تھے اُنہوں نے ان الفاظ کی اُسی طرح تفسیر کی جس طرح غلط سلط عیسائیوں کی روایتوں میں مشہور تھی اور اس پر خیال نہیں کیا کہ خود قرآن مجید اُن روایتوں کی غلطی کی تصحیح کرتا ہے ✦

سورہ مائدہ میں بھی یہی مضمون خدا تعالےٰ نے مخاطب کے صیغوں سے دوبارہ بیان فرمایا ہے - مگر اُس مقام پر ایسی عمدگی سے سیاق کلام واقع ہوا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس قصہ کو بعض

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ (۱۱۱)	اور جب ہم نے وحی بھیجی حواریوں کے پاس کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور اے عیسےٰ تو اس کا گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں (۱۱۱)

واقعات متحقق الوقوع کے ساتھ بیان کیا ہے اس پر بھی اس خاص قصہ کا وقوع کہ وہ مٹی کی مورتیں پرند ہو جاتی تھیں ثابت نہیں ہوتا۔ اس سورہ میں خدا تعالےٰ نے تمام واقعات متحقق الوقوع کو ماضی کے صیغوں سے بیان فرمایا ہے۔ جیسے کہ۔ اذ ایدتك بروح القدس۔ اذ علمتك الکتاب والحکمة۔ اذ کففت بنی اسرائیل عنك۔ اذ اوحیت الی الحواریین۔ مگر مٹی کی مورتوں کے پرند ہو جانے کے قصہ کو مستقبل کے صیغہ سے بیان فرمایا ہے جیسے کہ اذ تخلق۔ فتنفخ۔ فتکون۔ اس سیاق کے بدلنے سے یہ نتیجہ ہے کہ جس مضارع کے صیغہ پر اذ کا اثر پہنچیگا وہ تو امر متحقق الوقوع ہو جاویگا اور جس صیغہ تک اس کا اثر نہ پہنچیگا وہ امر غیر متحقق الوقوع رہیگا۔ اس کلام میں اذ کا اثر "تخلق" اور "تنفخ" تک پہنچتا ہے اور "تکون" تک نہیں پہنچتا جیسا کہ ہم بیان کرینگے پس ان مٹی کی مورتوں کا جاندار ہو جانا غیر متحقق الوقوع باقی رہتا ہے یعنی قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا کہ درحقیقت وہ مٹی کی مورتیں جاندار اور پرند ہو بھی جاتی تھیں ٭

اس آیت میں بھی "فتکون" پر کی (ف) عاطفہ نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر وہ عاطفہ ہو تو اس کا عطف "تخلق" پر ہوگا اور معطوف حکم معطوف علیہ میں ہوتا ہے اور معطوف علیہ کی جگہ قائم ہوسکتا ہے اور یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ اگر معطوف علیہ کو حذف کر دیا جاوے اور معطوف اسکی جگہ رکھ دیا جاوے تو کوئی خرابی اور نقص کلام میں نہ ہونے پاوے۔ اور اس مقام پر ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر معطوف علیہ کو حذف کر کے۔ فیکون طیرا" اس کی جگہ رکھ دیں تو کلام اس طرح پر ہو جاتا ہے کہ۔ اذکر نعمتی علیك اذ تکون طیرا۔ اور یہ کلام محض مہمل اور غیر مقصود ہے۔ اب ضرور ہے کہ یہ (ف) بھی اسی طرح تفریع کی ہو جس طرح سورہ آل عمران میں (ف) تفریع کی تھی اور اس (ف) کے ذریعہ سے "تنفخ" متفرع علیہ اور تکون متفرع دونوں ملکر تخلق پر معطوف ہونگے اور تقدیر کلام یوں ہوگی۔ اذکر نعمتی علیك اذ تنفخ فیها فتکون طیرا۔ مگر اس صورت میں "فتکون طیرا" صرف "تنفخ" پر تفریع ہوگی اور "اذ" کا اثر جو مضارع پر آنے سے تحقق زمانہ ماضی کا ہے یا اس امر کو متحقق الوقوع کر دینے کا ہے "تکون" تک نہیں پہنچتا کیونکہ وہ اثر اس وقت پہنچتا جب کہ "تکون" کی (ف) عاطفہ ہوتی اور اس کا عطف "تخلق" پر جائز ہوتا۔ اس صورت میں "تکون" کو محض تفریعی تعلق اپنے متفرع علیہ سے ہے اور محض تفریع بات اسی طرح باقی رہتی ہے جیسی کہ سورہ آل عمران میں تھے اور اس لئے اس تفریع سے اس متفرع کا وقوع ثابت نہیں ہوتا ٭

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۱۲)	جب کہا حواریوں نے اے عیسے مریم کے بیٹے کیا تیرا پروردگار کرسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے خوان نعمت اتارے عیسے نے کہا کہ ڈرو اللہ سے اگر تم ایمان والے ہو (۱۱۲)

اس تمام بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے یہ بات تو ثابت ہے کہ حضرت عیسے بچپنے کی حالت میں مٹی سے جانوروں کی مورتیں بناتے تھے اور پوچھنے والے سے کہتے تھے کہ میرے پھونکنے سے وہ پرند ہو جاوینگے مگر یہ بات کہ درحقیقت وہ پرند ہو بھی جاتی تھیں نہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے نہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے پس حضرت عیسے کا یہ کہنا ایسا ہی تھا جیسے کہ بچے بچے کھیلنے میں بمقتضائے عمر اس قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں ✦

سوم۔ تائید روح القدس

اس امر کی نسبت خدا تعالےٰ نے سورہ بقر میں فرمایا ہے ۔ وایدناہ بروح القدس اور سورہ مائدہ میں فرمایا ہے ۔ اذ ایدتك بروح القدس ۔ یہ آیتیں کچھ زیادہ تفسیر کی محتاج نہیں ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام موید بتائید روح القدس ہیں اگر بحث ہو سکتی ہے تو حقیقت روح القدس میں ہو سکتی ہے تمام علما سے اسلام اس کو ایک مخلوق جداگانہ خارج از ذات انبیاء قرار دیکر اس کو بطور ایلچی کے خدا و نبی میں واسطہ قرار دیتے ہیں اور جبرئیل اس کا نام بتاتے ہیں ہم بھی جبرئیل اور روح القدس کو شے واحد یقین کرتے ہیں مگر اس کو خارج از خلقت انبیاء مخلوق جداگانہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس بات کے قائل ہیں کہ خود انبیاء علیہم السلام کی خلقت میں جو ملکہ نبوت ہے اور جو ذریعہ مبدء فیاض سے ان امور کے اقتباس کا ہے جو نبوت یعنی رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں وہی روح القدس ہے اور وہی جبرئیل ۔ اس کی نسبت ہم سورہ بقر میں بہ تحت آیت " و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا " کے پوری بحث کہہ چکے ہیں ✦

چہارم۔ تعلیم کتاب و حکمت

اس امر کی نسبت خدا تعالےٰ نے سورہ آل عمران میں فرمایا ہے ۔ ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ورسولا الی بنی اسرائیل ۔ اور سورہ مائدہ میں فرمایا ہے ۔ واذ علمتك الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ۔ یہ دونوں مضمون واضح ہیں اور ان میں کچھ اشکالات نہیں ہیں کیونکہ بلاشبہ تمام انبیاء کو خدا تعالےٰ احکام و حکمت تلقین کرتا ہے اور کتاب پڑھاتا ہے

قالوا نرید ان ناکل منھا وتطمئن قلوبنا ونعلم ان قد صدقتنا ونکون علیھا من الشھدین (۱۱۳)	انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اُس میں سے کھاویں اور ہمارے دل مطمئن ہو جاویں اور ہم جان لیں کہ بیشک تو نے ہم سے سچ کہا اور ہم اُس پر گواہوں میں سے ہوں (۱۱۳)

اور اُن کے دل میں علم کا وہ خزانہ جمع کرنا ہے جس کو وہ تمام لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں ؀

پنجم - خدا کی نشانی کا لانا

اس امر کی نسبت سورہ آل عمران میں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ کی زبان سے یوں فرمایا ہے - انی قد جئتکم بایۃ من ربکم - ہم اس بات کی تحقیق سورہ بقر میں لکھ چکے ہیں (دیکھو جلد اول) کہ آیت اور آیات اور آیات بینات سے خدا تعالیٰ کے احکام مراد ہوتے ہیں جو انبیاء کو دی گئے جاتے ہیں پس اس مقام پر بھی ہم آیت کے لفظ کے یہی معنی قرار دیتے ہیں اور آیت سے جنس مراد لیتے ہیں نہ فرد - صاحب تفسیر کبیر نے بھی اُس سے جنس ہی مراد لی ہے اور کہا ہے کہ - المراد بالایۃ الجنس لا الفرد ؀

مگر اس مقام کی تفسیر کرنے سے پیشتر ہم کو اُس امر کا بیان کرنا چاہیے جو سورہ آل عمران کی آیتوں کے ربط کی نسبت ہے - یہ آیت اور اُس کے بعد کی آیتیں سورہ آل عمران میں اُن آیتوں کے بعد واقع ہوئی ہیں جس میں حضرت عیسےٰ کے ہونے کی بشارت ہے - وہ آیتیں رسولا الی بنی اسرائیل تک برابر سلسل چلی آتی ہیں مگر اُس کے بعد جو یہ آیت ہے - انی قد جئتکم بایۃ من ربکم - اُس کا اور نیز اُس کے بعد کی آیتوں کا بشارت کی آیات سے جوڑ نہیں ملتا - علماء مفسرین نے اس آیت کو اور نیز اُس کے بعد کی آیتوں کو شامل آیات بشارت کے کیا ہے اور جوڑ ملانے کو لفظ قائلا محذوف مانا ہے یعنی رسولا الی بنی اسرائیل قائلا انی قد جئتکم بایۃ مگر قال کے بعد اَن مفتوحہ آنا کسی قدر اعتراض کے لائق تھا اس لئے زجاج نے اس جگہ اوپر کی آیتوں سے جوڑ لگانے کو ویکلم الناس رسولا مقدر مانا ہے اور یہ معنی قرار دئیے ہیں ویکلمھم رسولا بانی قد جئتکم ؀

گو ہم کو مفسرین کے ان اقوال سے اختلاف ہے خود سیاق کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس قدر آیتیں بشارت سے متعلق تھیں وہ اس مقام پر ختم ہو گئیں جہاں فرمایا - ورسولا الی بنی اسرائیل - اور وہ کلام منقطع ہو گیا اور - انی قد جئتکم بایۃ - سے دوسرا کلام شروع ہوا اس لئے کہ بشارت کی آیتوں میں تمام صیغے مستقبل کے آئے ہیں جیسے - یکلم الناس -

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (۱۱۴)	عیسےٰ مریم کے بیٹے نے کہا کہ یا اللہ ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے خوانِ نعمت اُتار تاکہ ہمارے لئے عید ہمارے پہلوں اور ہمارے پچھلوں کے لئے اور نشانی تیری طرف سے، اور ہم کو روزی دے اور تو بہت اچھا روزی دینے والا ہے (۱۱۴)

ویعلمہ الکتاب ۔ اور اُن سب آیتوں میں حالات قبل ولادت حضرت عیسےٰ کے بیان ہوئے ہیں۔ اور اُس کے بعد صیغے متکلم کے ہیں جیسے کہ ۔ انی قد جئتکم ۔ انی اخلق لکم ۔ وابرئ الاکمہ وانبئکم ۔ اور اُن میں وہ تمام حالات مذکور ہیں جو بعد ولادت حضرت عیسےٰ واقع ہوئے ہیں پس ان پچھلی آیتوں کو آیات بشارات کے ساتھ شامل کر دینا بالکل سیاق کلام کے برخلاف ہے +

صاحب تفسیر ابن عباس نے بھی ان آیتوں کو بشارت کی آیتوں سے منقطع کیا ہے اور تقریر کلام کی یوں کی ہے ۔ فلما جاءھم قال انی قد جئتکم بآیۃ ۔ مگر اس تقریر میں وہی نقص باقی رہتا ہے کہ قال کے بعد اَن مفتوحہ واقع ہوتا ہے +

مگر ہم تقریر کلام کی اس طرح پر کرتے ہیں کہ ۔ فلما جاءھم قال مجیبا لھم بانی قد جئتکم بآیۃ ۔ یعنی جب حضرت عیسےٰ لوگوں میں وعظ و نصیحت کرنے لگے اور خدا کے احکام سُنانے لگے تو اُن کی قوم نے کہا کہ تم یہ کیوں کرتے ہو اُس کے جواب میں حضرت عیسےٰ نے فرمایا انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم ۔ یہ تقریر ہم نے اس لئے کی ہے کہ یہ مضمون ۔ انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم ۔ اور وہ مضمون جو سورہ مریم میں ہے ۔ قال انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا ۔ بالکل متحد ہے اور یہ پچھلا مضمون جواب میں قوم کے سوال کے واقع ہوا ہے ۔ اور یہ قرینہ ہے کہ وہ پہلا مضمون بھی قوم کے جواب میں ہے +

متی کی انجیل میں لکھا ہے کہ جب حضرت مسیح معبد میں وعظ کر رہے تھے تو سردار امام مشائخ اُن کے پاس آئے اور پوچھا کہ تو کس حکم سے یہ کام کرتا ہے اور کس نے تجھے یہ حکم دیا ہے ۔ حاصل جواب مسیح یہ ہے کہ جس کے حکم سے یحیےٰ غوطہ دینے والا کرتا تھا (متی باب ۲۱ درس ۲۳۔ ۲۷) +

اب کسی اور تفسیر کی اس مقام پر ضرورت نہیں رہی کیونکہ جس قدر انبیاء علیہم السلام قوم کی طرف مبعوث ہوتے ہیں وہ خدا کی طرف سے اُن کے پاس احکام لاتے ہیں اسی طرح حضرت عیسےٰ بھی بنی اسرائیل کی قوم پر مبعوث ہوئے تھے اور خدا کی طرف سے ان کے لئے احکام لائے تھے +

قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾	اللہ نے کہا کہ بیشک میں اس کو تم پر اتارنے والا ہوں پھر جو شخص تم میں سے بعد کو کافر ہو تو بیشک میں اس کو عذاب دونگا ایسا عذاب کہ ایک کو بھی عالم کے لوگوں میں سے ویسا عذاب نہ دیا ہوگا ﴿۱۱۵﴾

ششم ۔ حواریوں کے دل میں ایمان کا ڈالنا

اس کی نسبت خدا تعالیٰ نے سورہ مائدہ میں فرمایا ہے ۔ واذ اوحیت الی الحواریین ان امنوا بی وبرسولی قالوا امنا واشہد باننا مسلمون ۔ تمام انبیا پر خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت اُس کے حواریوں اور اصحابوں کا پیدا کر دینا ہے ۔ وہ اس کام میں مددگار ہوتے ہیں ۔ رنج و تکلیف کی حالت میں اُن سے تسلی ہوتی ہے ۔ اسی سبب سے خدا نے حضرت عیسےٰ کو حواریوں کا جو بدل و جان اُن پر فدا تھے ایمان لانا یاد دلایا اور اپنی رحمت اور احسان کو زیادہ وضاحت سے بیان کرنے کے لئے کہا کہ ہم نے حواریوں کو کہا کہ میرے رسول پر ایمان لے آؤ یعنی میں نے ہدایت کی اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ ایمان لانا خدا ہی کی ہدایت پر منحصر ہے ۔

ہفتم ۔ اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنا

ہشتم ۔ مُردے کو زندہ کرنا

اس مضمون کو خدا تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں حضرت عیسےٰ کی زبان سے اس طرح فرمایا ہے کہ ۔ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ ۔ اور سورہ مائدہ میں یوں فرمایا ہے ۔ وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی ۔

علماے اسلام کی عادت ہے کہ قرآن مجید کے معنی یہودیوں اور عیسائیوں کی روایتوں کے مطابق بیان کرتے ہیں اسلئے اُنھوں نے ان آیتوں کے یہی معنی بیان کئے ہیں کہ حضرت عیسےٰ اندھوں کو آنکھوں والا اور کوڑھیوں کو چنگا کر دیتے تھے اور مُردوں کو جلا دیتے تھے اور صرف تازہ مُردوں ہی کو نہیں جلاتے تھے بلکہ ہزاروں برس کے پرانے مُردوں کو بھی جلا دیتے تھے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ نے سام ابن نوح کو اُن کی قبر میں سے بلایا اور وہ زندہ ہو کر قبر میں سے نکل آئے اور اسی قسم کی اور بہت سی بیہودہ روایتیں لکھی ہیں ۔

انجیلوں میں بھی اس قسم کے بہت سے معجزے حضرت مسیح کی نسبت بیان ہوئے ہیں مگر نہایت تعجب ہے کہ خود انجیلوں سے ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰ نے جب اُن سے یہودیوں

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ	اور جب کہیگا اللہ اے عیسے مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا مانو اللہ کے سوا۔ (عیسے) کہینگے تو پاک ہے کیا مجھ کو ہوا تھا کہ میں وہ کہتا جس کا مجھ کو حق نہیں، اگر میں نے وہ کہا ہوگا تو بیشک تو اُس کو جانتا ہے، تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے

اور صدوقیوں نے آسمانی معجزہ طلب کیا تو انہوں نے معجزے کے ہونے سے انکار کیا (دیکھو انجیل متی باب ۱۲ ورس ۳۸- باب ۱۶ ورس ۴- انجیل مارک باب ۸ ورس ۱۲- انجیل لوک باب ۱۱ ورس ۲۹) پھر کیونکر اس قدر معجزے حضرت مسیح کی انجیلوں میں مذکور ہیں اور وہ معجزے بھی اس قسم کے ہیں کہ ان کو سن کر تعجب آتا ہے۔ کہیں دیوانے آدمیوں میں سے دیو نکلتے ہیں اور سوروں کے گلہ میں گھس کر اُن کو دریا میں ڈبوتے ہیں۔ کہیں گونگے آدمیوں سے گونگا دیو نکلتا ہے۔ کہیں کپڑا چھونے سے بیمار اچھے ہوتے ہیں۔ اور کہیں صرف یہ کہدینا کہ جا تیری مراد پوری ہوئی سخت سے سخت بیماروں کو اچھا کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے ♦

اگر موجودہ انجیلوں پر تاریخانہ تحقیق سے نظر ڈالی جاوے تو اس سے زیادہ سچ اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ یہودی ہمیشہ جھاڑا پھونکی کی عادت رکھتے تھے بیماروں کے لئے دعائیں پڑھکر اُن کی صحت کے لئے اُن پر دم ڈالتے تھے لوگوں کو برکت دیتے تھے لوگ کاہنوں اور اماموں اور مقدس لوگوں کے ہاتھ چومتے پاؤں کو ہاتھ لگانے کپڑے کو چھونے یا بوسہ دینے سے برکت لیتے تھے جیسے کہ اب بھی رومن کیتھلک فرقہ میں رواج ہے اُنہی کی تقلید سے مسلمانوں میں بھی اس قسم کی بہت سی باتیں رائج ہوگئی ہیں۔ اُسی دستور کے موافق حضرت عیسے بھی بیماروں کو دعا دیتے تھے اُن پر دم ڈالتے تھے برکت دیتے تھے لوگ اُن کے ہاتھوں کو برکت لینے کے لئے چومتے تھے قدموں کو ہاتھ لگاتے کپڑے کو چھوتے تھے یا چومتے تھے پس یہ ایک معمولی بات تھی اس بیان کے ساتھ اس بات کو اضافہ کرنا کہ جو اس طرح کرتا اتفاقی الفور چنگا ہو جاتا تھا اندھے آنکھوں والے ہو جاتے تھے اور کوڑھی اچھے ہوتے تھے اُسی قسم کی مبالغہ آمیز تحریریں ہیں جیسے کہ ایسے بزرگوں کے حالات لکھنے والے لکھا کرتے ہیں۔ جب کہ ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت عیسے نے معجزہ دکھانے سے انکار کیا تو کہتے ہیں کہ صدق کلمۃ اللہ وروح اللہ اور جب اُن مبالغہ آمیز بندشوں کو پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ھذا بھتان عظیم وروح اللہ وکلمۃ اللہ بریٔ عن ذلک ♦

بیشک تو ہی غیب کی بات کا جاننے والا ہے (۱۱۶)	إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (۱۱۶)

انجیلوں میں صرف دو جگہ مردوں کے زندہ ہونے کا ذکر ہے۔ حاکم کی بیٹی کے زندہ کرنے کے قصہ میں تو خود حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ وہ مری نہیں (متی باب ۹ ورس ۲۴) متی کی انجیل جو اور انجیلوں کی نسبت زیادہ معتبر تصور ہو سکتی ہے اس میں سوائے اُس واقع کے اور کسی مردہ کے جلانے کا مذکور نہیں ہے ۞

اور انجیل لوک میں ایک بیوہ کے بیٹے کے زندہ کرنے کا ذکر ہے جس کا جنازہ لئے جاتے تھے (ورس ۱۱) مگر اس کا کچھ ثبوت نہیں کہ درحقیقت وہ مرگیا تھا۔ بہت سے واقعے ایسے گذرے ہیں کہ لوگوں نے ایک شخص کو مردہ سمجھ کر اس کی تجہیز و تکفین کی ہے اور بعد کو معلوم ہوا ہے کہ وہ شخص درحقیقت مرا نہیں گیا تھا۔ تعجب ہے کہ تمام انجیلوں میں اُن واقعوں کے سوا جو نہایت مشتبہ ہیں اور کوئی واقعہ مردوں کے زندہ کرنے کا بیان نہیں ہوا ✤

مسلمانوں کے حال پر اس سے بھی زیادہ افسوس ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاے سابقین سے افضل سمجھتے ہیں۔ انبیاے سابقین کے معجزے تو قرآن میں بتلاتے ہیں مگر افضل الانبیا کے ایک معجزہ کا ذکر بھی قرآن مجید میں نہیں دکھاتے بلکہ برخلاف اس کے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے خدا نے فرمایا ہے کہ۔ انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الله واحد۔ اور معجزے ہونے سے بالکل انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ۔ قالوا لولا انزل علیه ایت من ربه قل انما الایات عند الله وانما انا نذیر مبین۔ اور ایک جگہ فرمایا۔ لا املك لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء الله ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون۔ اور اسی طرح کی اور بہت سی آیتیں ہیں۔ پس خود ہمارے سردار نے معجزوں کی نفی کی ہے پھر کس طرح ہم معجزوں کو مان سکتے ہیں ✤

ہاں اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ خدا نے انسان میں ایک ایسی قوت رکھی ہے جو دوسرے انسان میں اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے اور اُس سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں جو نہایت عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں اور جن میں سے بعض کی علت ہم جانتے ہیں اور بہت سوں کی علت نہیں جانتے بلکہ اُس کے عامل بھی اس کی علت نہیں جانتے اُسی قوت پر اس زمانہ میں اُن علوم کی بنیاد قایم ہوئی ہے جو مزمرزم اور اسپریچوا لزم کے نام سے مشہور اور سابقین اُس کے عامل تھے مگر اُس علم سے ناواقف تھے یا اُس کو مخفی رکھتے تھے۔ مگر جب کہ وہ ایک قوت ہے قواے انسانی میں سے اور ہر ایک انسان میں بالقوہ موجود ہے جیسے قوت کتابت

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ	مَیں نے اُن سے کچھ نہیں کہا بجز اُس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے اور مَیں اُن پر گواہ تھا جب تک کہ مَیں اُن میں تھا ۔

تو اُس کا کسی انسان سے ظاہر ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ تو فطرت انسانی میں سے انسان کی ایک فطرت ہے فافہم وتدبر ۔

قرآن مجید میں لفظ ۔ ابری ۔ اور ۔ تبری ۔ کا ہے جس کے معنی اچھا کرنے کے بھی ہیں اور بری کرنے کے بھی ہیں ۔ یہودی شریعت میں برص دو قسم کی قرار پائی تھی ایک وہ قسم تھی کہ جو اس مرض میں بیمار رہتا تھا یہودی اُس کو ناپاک سمجھتے تھے (سفر لیویان باب ۱۳ ورس ۳ و ۸ و ۱۱ و ۱۵ و ۱۶ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۵ و ۲۷ و ۳۱ و ۳۶ و ۴۴ و ۵۲) اور ایک قسم وہ تھی جس کے مریض کو ناپاک نہیں ٹھیراتے تھے (سفر لیویان باب ۱۳ ورس ۶ و ۱۳ و ۱۷ و ۲۳ و ۲۸ و ۳۵ و ۳۷ و ۳۹) اور جو لوگ برص سے ناپاک قرار پاتے تھے مطلقًا اور وہ لوگ جو اس مرض سے بری کئے جاتے تھے قربانی ہائے معینہ ادا کرنے کے بغیر معبد میں عبادت کے لئے داخل نہیں ہوسکتے تھے ۔

متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے سے ایک کوڑھی نے کہا کہ اگر تو چاہے مجھے پاک کرسکتا ہے حضرت عیسٰے نے اُس کو چھوا اُس کا کوڑھ جاتا رہا اور حضرت عیسٰے نے اُس کو کہا کہ اپنے تئیں امام کو دکھا اور جو نذر موسٰے نے مقرر کی ہے اُسے دے (باب ۸ ورس ۲ ۔ ۴) پاک کرنے کے لفظ سے صاف پایا جاتا ہے کہ اُس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عیسٰے اُس کو بتادیں کہ اُن دونوں قسموں کی کوڑھ میں سے کون سی قسم کی کوڑھ اُس کو ہے ۔

اندھے لنگڑے اور چوڑی ناک والے کو یا اُس شخص کو جس میں کوئی عضو زیادہ ہو اور ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے کو اور کُبڑے اور ٹھنگنے اور آنکھ میں پھلی والے کو معبد میں جانے اور معمولی طور پر قربانیاں کرنے کی اجازت نہ تھی (سفر لیویان باب ۲۱ ورس ۱۶ لغایت ۲۴) یہ سب ناپاک اور گنہگار سمجھے جاتے تھے اور عبادت کے لائق یا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لائق متصور نہ ہوتے تھے ۔

حضرت عیسٰے نے یہ تمام قیدیں توڑ دی تھیں اور تمام لوگوں کو کوڑھی ہوں یا اندھے یا لنگڑے چوڑی ناک کے ہوں یا پتلی ناک کے کُبڑے ہوں یا سیدھے ٹھنگنے ہوں یا لمبی پھلی والے ہوں یا جالے والے سب کو خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کی منادی کی تھی کسی کو خدا کی

فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیء شھید ﴿۱۱۷﴾	پھر جب تو نے مجھ کو فوت کیا تو تو ہی اُن پر نگہبان تھا اور تو ہر ایک چیز پر گواہ ہے ﴿۱۱۷﴾

رحمت سے محروم نہیں کیا اور کسی کو عبادت کے اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ سے نہیں روکا پس یہی اُن کا کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرنا تھا یا اُن کو ناپاکی سے بری کرنا۔ جہاں جہاں انجیلوں میں بیماروں کے اچھا کرنے کا ذکر ہے اُس سے یہی مراد ہے اور قرآن مجید میں جو یہ آیتیں ہیں ان کے یہی معنی ہیں *

انسان کی روحانی موت اُس کا کافر ہونا ہے حضرت عیسےٰ خدا کی وحدانیت قایم کرنے اور خدا کے احکام بتانے سے لوگوں کو اُس موت سے زندہ کرتے تھے اور کفر کی موت کے پنجے سے نکالتے تھے جس کی نسبت خدا نے فرمایا۔ واذ تخرج الموتی باذنی *

مگر ہم نے جو اس مقام پر موت سے کفر اور حیات سے ایمان مراد لیا ہے اُس پر ہم کو کسی قدر بحث کرنی اور یہ ثابت کرنا کہ یہ مراد صحیح ہی ضرور ہے *

سورہ نمل میں خدا تعالےٰ نے کافروں پر موت کا اطلاق کیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ "تو ہرگز

انك لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین وما انت بھادی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بایاتنا فھم مسلمون (سورۂ نمل)	سُنا نہیں سکتا مُوتےٰ کو اور نہیں سُنا سکتا بہروں کو جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر پھریں اور تو اندھوں کو اُن کی گمراہی سے راہ پر لانے والا نہیں ہے تو نہیں سُنا سکتا مگر اُس کو جو ہماری نشانیوں پر ایمان لایا ہے پھر وہ مسلمان ہیں *

موتےٰ کے مقابلہ میں "الا من یؤمن" کا لفظ واقع ہوا ہے جو صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ موتےٰ کا لفظ کافروں پر اطلاق کیا گیا ہے۔ مفسرین بھی اس مقام پر کافروں ہی سے مراد لیتے ہیں اور موتیٰ اور صم اور اعمی کے معنی کالموتی۔ کالصم۔ کالعمی بیان کرتے ہیں *

سورہ فاطر میں اس سے بھی صاف طرح پر۔ احیاء۔ و اموات۔ کا لفظ مومن و کافر پر اطلاق

وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور (سورۂ فاطر)	ہُوا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ "برابر نہیں ہوتے احیاء یعنی زندے اور اموات یعنی مُردے اللہ تعالےٰ سُنا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور تو نہیں سُنانے والا ہے ان کو جو قبروں میں ہیں *

تمام مفسرین اس مقام پر بھی احیاء سے مومن اور اموات سے کافر مراد لیتے ہیں تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ ثم قال وما یستوی الاحیاء ولا الاموات مثلا اخر فی حق المومن

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ	اگر تو اُن کو عذاب دے تو بیشک تیرے بندے ہیں ،

وانکافر کانہ قال تعالیٰ حال المومن والکافر فوق حال الاعمی والبصیر الخ ۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے احسانوں میں حضرت عیسےٰ کے اُس وقت کو یاد دلایا جب وہ خدا کے حکم سے کافروں کو ایمان والا کرتے تھے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اگرچہ حضرت عیسےٰ بنی اسرائیل کے نئے نبی ہوئے تھے مگر وہ اور لوگوں کو بھی جو بنی اسرائیل نہ تھے ہدایت کرتے تھے اور ایمان میں لاتے تھے ۔ اُسی حال کی نسبت خدا نے فرمایا " واذ تخرج الموتی باذنی " یعنی واذ تخرج الکافر من کفرہ باذنی +

نہم ۔ اخبار عن الغیب

اس کی نسبت خدا تعالےٰ نے سورہ آل عمران میں حضرت عیسےٰ کی زبان سے فرمایا ہے کہ وانبئکم بما تاکلون وتدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین +

علمائے مفسرین نے جو اپنی تفسیر میں عجیب ولایعنی باتوں کا لکھنا اپنا فخر سمجھتے ہیں اس آیت کی بھی تفسیر عجیب وغریب کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ بچپنے ہی سے مخفی باتوں کی خبر دیدیا کرتے تھے ۔ لڑکوں کو جن کے ساتھ کھیلتے تھے بتا دیتے تھے کہ تم نے کیا کھایا ہے اور تمہارے ماں باپ نے فلاں چیز (مثلاً مٹھائی) تم سے چھپا کر رکھ چھوڑی ہے وہ لڑکے گھر میں آکر ماں باپ سے ضد کرتے آخر کو وہ چیز نکلتی تھی اور وہ لے لیتے تھے ۔ بعض مفسرین نے یہ کہا کہ جب مائدہ نازل ہوا تو اُس میں کے کھانے کو جمع کرنے کا حکم نہ تھا مگر لوگ جن پر مائدہ اُترا تھا اُس کو جمع کر رکھتے تھے اور حضرت عیسےٰ بتا دیتے تھے کہ تم نے کیا کھایا ہے اور کیا جمع کیا ہے ✡

تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے علما جو نہایت اعلےٰ درجہ کا علم و فضل رکھتے تھے کیونکر ایسی بیہودہ باتیں لکھ گئے ہیں ۔ آیت نہایت صاف ہے اور اُس کا مطلب نہایت روشن ہے یہود اور علمائے یہود طرح بطرح کے حیلوں اور فریبوں سے ناجائز طور پر لوگوں کا مال مارتے تھے لوگوں کا مال کھاتے تھے اپنے گھروں میں مال مار کر روپیہ و دولت جمع کرتے تھے جو بالکل حرام و ناواجب تھا خود خدا تعالےٰ نے سورہ نساء میں یہودیوں کی نسبت فرمایا ہے کہ ۔ واخذہم الربوا وقد نھوعنہ واکلھم اموال الناس بالباطل واعتدنا للکافرین عذابا

وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۱۱۸)	اور اگر تو اُن بخش دے تو بیشک تُو ہی بہت ہے حکمت والا (۱۱۸)

الیما (۱۵۹) اور سورہ توبہ میں فرمایا ہے کہ یاایھا الذین اٰمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (۳۴)
پس اسی حرام خوری اور حرام کا مال جمع کرنے کی نسبت حضرت عیسےٰ نے فرمایا کہ میں تم کو بتاؤنگا کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو یعنی بتاؤنگا کہ حرام کا مال کھاتے ہو اور حرام کی دولت اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔ نہ یہ کہ یہ بتاؤنگا کہ تم نے کیا کھایا ہے اور کیا گھر میں رکھا ہے ✤

یہ ایسی صاف وصریح آیت ہے جس کی تفسیر خود قرآن مجید کی دوسری آیتوں میں موجود ہے مگر افسوس ہے کہ علمائے اسلام نے اس کو بھی ایک افسانہ اور خیالی معجزہ کرکے بیان کیا ہے مگر جس کو خدا نے بصیرت دی ہے وہ صاف سمجھتا ہے کہ نہایت صاف وصریح یہ آیت ہے اور اُس کے معنی وہی ہیں جو ہم نے بیان کئے ✤

دہم ۔ نزول مائدہ

سورہ مائدہ میں ذکر ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسےٰ سے کہا کہ خدا سے دعا کریں کہ آسمان پر سے اُن کے لئے کھانا اُترے ۔ حضرت عیسےٰ نے دُعا مانگی ۔ خدا نے کہا کہ میں تم پر کھانا اتارونگا لیکن اگر اُس کے بعد کسی نے کفر کیا تو میں اُس کو ایسا عذاب دونگا کہ کسی کو نہ دیا ہوگا ✤

ہمارے مفسروں نے ان آیتوں کی تفسیر میں نزول مائدہ کی نسبت بہت سے بے سروپا قصے و کہانیاں لکھی ہیں جن میں ایک بھی اعتبار کے لایق نہیں ہے ۔ نہ قرآن مجید کے لفظوں سے اُن قصوں کی تائید ہوتی ہے اور نہ اُن کی نسبت کوئی اشارہ پایا جاتا ہے ✤

تفسیر کبیر اور تفسیر کشاف اور اسی طرح اور تفسیروں میں بھی یہ روایت لکھی ہے کہ جب حواریوں نے سُنا کہ اگر مائدہ اُترنے کے بعد کوئی کفر کریگا تو اُس کو سخت عذاب ہوگا تو اُنھوں نے کہا کہ ہم مائدہ کا اُترنا نہیں چاہتے پس کوئی مائدہ نہیں اُترا ۔ کشاف میں لکھا ہے کہ حضرت حسن بصری نے کہا کہ " واللہ ما نزلت " قرآن مجید میں بھی نہیں بیان کیا گیا ہے کہ بعد اس گفتگو کے مائدہ اُترا تھا بلکہ اُترنے کا ذکر نہ ہونا جس کے ذکر ہونے کا موقع تھا کافی دلیل اس بات پر یقین کرنے کی ہے کہ نزول مائدہ ہرگز وقوع میں نہیں آیا ✤

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۱۱۹)	کہیگا اللہ یہ دن ہے کہ سچوں کو اُن کا سچ ہی نفع دیگا، اُن کے لئے جنتیں ہیں بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں ہمیشہ ہمیش اُن میں رہینگے، خدا اُن سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں یہی بڑی مراد ملنی ہے (۱۱۹)

حضرت عیسٰے کا زمانہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ بنی اسرائیل میں یہودیت شدت سے پھیلی ہوئی تھی یہودیوں کی عادت تھی کہ انبیاء سے اس قسم کی خواہشیں کیا کرتے تھے اٹھترویں زبور سے پایا جاتا ہے کہ جب بنی اسرائیل جنگل میں تھے تو یہ لفظ اُنہوں نے کہے تھے کہ ،، آیا می شود کہ خدا در بیابان سفرہ را آمادہ گرداند،، (زبور ۷۸ ورس ۱۹) اس کے بعد خدا نے اُن پر من سلوٰا نازل کیا تھا اُسی طرح حواریین نے بھی حضرت عیسٰے سے کہا، ھل یستطیع ربك ان ینزل علینا مائدۃ من السماء ، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مائدہ سے اُن کی مراد پکا پکایا کھانے سے نہ تھی بلکہ کھانے کی چیزوں کے موجود ہونے سے تھی +

یہ سوال ایک ایسی طبیعت سے نکلا تھا جو یہودیوں کے خیالات سے بھری ہوئی تھی اس کا جواب بلحاظ اُن کی طبیعت کے اس سے زیادہ عمدہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا کہ خدا کہتا کہ مَیں تمہارا سوال پورا کرونگا مگر اس کے بعد جو کوئی گناہ کریگا تو اُس کو سخت عذاب دونگا ۔یہودی اُن مصیبتوں سے واقف تھے جو بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے اور جنگلوں میں پھرنے کے وقت پڑی تھیں حواریین نے ضرور اس جواب سے خوف کیا ہوگا اور سوال سے باز آئے ہونگے جیسا کہ مذکورہ بالا روایت سے پایا جاتا ہے مروجہ انجیلوں میں یہ قصہ مذکور نہیں ہے مگر کوئی شک کرنے کی جگہ نہیں ہے کہ حضرت عیسٰے کے تمام حالات اور واقعات ان انجیلوں میں مذکور نہیں ہیں +

یازدہم ۔ بنی اسرائیل سے بچانا

اس کا بیان خدا تعالٰے نے سورہ مائدہ میں اس طرح پر کیا ہے ۔ واذ کففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتہم بالبینات فقال الذین کفروا منہم ان ھذا الا سحر مبین +

ہمارے مفسرین جو کففت سے یہ معنی نکالتے ہیں کہ خدا نے حضرت عیسٰے کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچایا اور اُن کو زندہ آسمان پر اُٹھا لیا خود اسی آیت سے غلط ثابت ہوتے ہیں کیونکہ کافر آسمان پر زندہ چلے جانے کو اُسی وقت کُھلا ہوا جادو کہتے جب وہ یقین کرتے کہ وہ زندہ آسمان پر چلے گئے حالانکہ وہ لوگ اس بات کا یقین نہیں رکھتے بلکہ اُن کو یقین ہے کہ اُنہوں نے

لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اللہ کیلئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی ؎

حضرت عیسےٰ کو صلیب پر قتل کیا اور اس تفسیر پر کافروں کا یہ قول "ان ھذا الا سحر مبین"
صحیح نہیں ہو سکتا اور اگر کافروں کے اس قول کو تبلیغ احکام سے منسوب کیا جائے اور یوں کہا
جائے کہ حضرت مسیح کے پُر اثر بیان کی نسبت کافروں نے یہ کہا تھا تو پھر کفّفت سے حضرت
عیسےٰ کے آسمان پر اٹھا لینے سے مراد لینے کی جیسے کہ مفسرین نے کی ہے کوئی وجہ نہیں
ہے *

آیت کا صرف مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عیسےٰ خدا کے احکام لیکر بنی اسرائیل کو سمجھانے
کو گئے تو اُنھوں نے حضرت عیسےٰ کو مارنے یا تکلیف دینے کا ارادہ کیا خدا نے اس سے اُن کو روکا
اور حضرت عیسےٰ محفوظ رہے جس کو یا اُن کے وعظ کو کافروں نے کہا کہ ان ھذا الا سحر مبین *
متی کی انجیل میں بھی اس واقعہ کا نشان پایا جاتا ہے جب کہ حضرت عیسےٰ گدھے پر سوار
ہو کر بیت المقدس خدا کے احکام سُنانے کو گئے اور بہت سے بدعت کے کاموں سے منع کیا
اور وہاں کے عالموں کو لاجواب کیا اور متعدد تمثیلیں بیان کیں اور اخیر کو فرمایا کہ ۔ میں تم سے کہتا
ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے چھین جائیگی اور ایک قوم کو جو اُس کے میووں کو لاوے دیجاویگی
(بیشک بنی اسمٰعیل کو) اور جو کوئی اس پتھر پر گریگا کچل جائیگا اور جس پر یہ گریگا اُسے پیس ڈالیگا
جب سردار اماموں اور فریسیوں نے اُس کی تمثیلیں سُنیں اُنھوں نے معلوم کیا کہ وہ انہی کے
حق میں کہتا ہے تب اُنھوں نے چاہا کہ اُسے پکڑلیں پر وے لوگوں سے ڈرے کیونکہ وے
اُسے نبی جانتے تھے (باب ۲۱) پس یہی واقعہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے ۔ اور
اس آیت کو حضرت عیسےٰ کے زندہ آسمان پر چلے جانے سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے *

دوازدہم ـ برات عن المشرکین

اس مضمون کی آیتیں سورہ مائدہ کے اخیر میں آئی ہیں اور نہایت عمدہ اور دلچسپ اور دل
پر اثر کرنے والی ہیں اُن میں حضرت مسیح کے خدا نہ ہونے اور حضرت مسیح کا اپنے تئیں خدا نہ کہنے
کا اور جو اُن کو خدا کہتے ہیں اُن سے بیزار ہونے کا بیان ہے مگر وہ مطلب نہایت فصاحت
و بلاغت سے خود حضرت مسیح کی زبان سے ادا کیا گیا ہے ۔ اُس کے ہر ہر لفظ سے اندرونی
تہذیب اور اخلاقی شایستگی اور خداے واحد ذوالجلال کا ادب اور اُس کی اعلےٰ قدرت اور اُس
کے سامنے اپنا عجز و انکسار پایا جاتا ہے ۔ یہ طرز کلام ایسا عمدہ ہے کہ پڑھنے والوں اور سننے
والوں کے دلوں پر نہایت درجہ کا اثر کرتا ہے ۔ اور اُس کی سچائی لفظوں کے ساتھ دل میں

وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۱۲۰)	اور جو کچھ اُن میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۲۰)

بیٹھتی جاتی ہے ۔

اس مقام پر اشارہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسےٰ اور اُن کی ماں حضرت مریم دونوں کو خدا مانتے تھے یہ عقیدہ رومن کیتھولک چرچ کے پیروں کا تھا انہوں نے ورجن میری یعنی حضرت مریم کو خدا کا درجہ دیا تھا اور خدا کی سی تعظیم و ادب کے قابل ٹھیرایا تھا اور حضرت مسیح سے برتر اُن کا رتبہ سمجھتے تھے اور دسویں صدی عیسوی میں حضرت مریم کی خاص پرستش شروع ہوگئی تھی اور روز شنبہ حضرت مریم کی پرستش کا دن قرار پایا تھا اُسی کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ "یا عیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ" ۔

پس اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ کل عیسائیوں کا حضرت مریم کی نسبت یہ عقیدہ ہے بلکہ حضرت مریم کی نسبت صرف اُنہی عیسائیوں کے عقیدہ کی طرف اشارہ ہے جن کا وہ عقیدہ تھا ۔

تم الجلد الثانی من تفسیر القرآن

تہذیب الاخلاق جلد چہارم

اس مجموعہ میں جناب مولوی مشتاق حسین صاحب انتصار جنگ جناب مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی جناب سید محمود صاحب جناب شمس العلما مولانا مولوی ذکاء اللہ صاحب جناب فارقلیط اللہ صاحب کے تمام مضامین ہیں انکی تعریف میں اسی قدر کافی ہے کہ تمام اہل ملک مندرجہ بالا اصحاب سے واقف ہیں اور انکی تصانیف کو خرید رہے ہیں۔ تمام اہل ملک ان لوگوں کے رتبہ اور قدر و جاہ و منزلت و فضیلت سے بخوبی واقف ہیں مضامین کیا ہیں ایک چلتا جادو ہے جو دلوں کو تسخیر کئے لیتا ہے اس مجموعہ کے چھپ جانے سے تہذیب الاخلاق کی چاروں جلدیں ہفت سالہ مکمل ہوگئیں نہایت عمدہ کاغذ اور خوشخط قیمت ۱۲ر

خلق الانسان

نئے فلسفہ دانوں نے انسان کی پیدائش کے متعلق آج کل کی نئی تحقیقات سے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان کیڑے سے پیدا ہوا ہے لیکن آج سے تیرہ سو برس پہلے مسلمانوں کی پاک کتاب اس بات کو دنیا پر روشن کر چکی ہے اسی مضمون کو سرسید نے قرآن سے لیکر نہایت صفائی کے ساتھ لکھا ہے اور نئے فلسفہ دانوں کا خوب جواب دیا ہے اسکا مطالعہ ہر شخص کیلئے ضروری ہے قیمت ۲ر

ازالۃ الغین عن ذی القرنین

سکندر رومی و ذوالقرنین کے حالات کے متعلق اور یاجوج ماجوج اور سد یاجوج ماجوج اور سد گریٹ وال اور حالات جوج و انگ تی۔ ذکر تاریخ چین جیمس کارکن اور بنانے والا وغیرہ کے متعلق ہے سرسید احمد خان نے یہ مضمون لکھا ہے لیکن نہایت ہی اصلی حالات لکھے ہیں اس کتاب کے متن میں آیات قرآنی اور ترجمہ مع از دیاد مصنف کے ہے اور حاشیہ پر تفسیر کبیر عربی ہے قیمت ۵ر

الجن والجان علی ما فی القرآن

اس کتاب میں لفظ جن اور انس پر بحث کی گئی ہے کہ آیا قرآن شریف میں جو یہ لفظ استعمال ہوئے ہیں ان کے کیا معنی لئے جانے چاہئیں اس مضمون کے متعلق قرآن شریف کی تمام آیات جمع کر کے اور نہایت لفظوں کے موقع موقع اور جا کے استعمال اور محاورہ کے لحاظ سے نہایت لائق بحث کر کے بعد اصل حالات لکھے ہیں قیمت ۵ر

فضائل الامام من رسائل حجۃ الاسلام

یعنی مکاتبات حضرت امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کے جو انکی وفات کے بعد امام صاحب کے چھوٹے بھائی امام احمد الغزالی نے جمع کئے اور جن کو سرسید مرحوم نے نہایت کوشش سے ترتیب دیا اور صحت کے ساتھ مرتب کیا اور بعض مقامات پر نہایت دلچسپ بحث بھی کی ہے قیمت ۸ر

النظر فی بعض مسائل الامام الہمام ابو حامد امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ

اس میں آٹھ رسالے شامل ہیں جن میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مضامین پر محققانہ بحث کی گئی ہے جو اُن کی کتابوں "المضنون بہ علی غیر اہلہ" "المضنون علی اہلہ"، "المنقذ من الضلال"، "الاقتصاد فی الاعتقاد" "التفرقہ بین الاسلام والزندقہ" وغیرہ سے لئے گئے ہیں۔ پہلے رسالہ میں خدا کی ذات پر بحث ہے دوسرے رسالہ میں امام صاحب کی واردات قلبی کا بیان ہے تیسرے رسالہ میں فلاسفہ کے اقسام اور ان کے علوم پر بحث کی گئی ہے۔ چوتھے رسالہ میں روح کی حقیقت پر بحث ہے۔ پانچویں رسالہ میں لوح و قلم کے معنوں کا بیان ہے چھٹے رسالہ میں صراط اور میزان کے معنوں پر بحث ہے ساتویں رسالہ میں ملائکہ، جن، اور شیاطین کی حقیقت پر بحث ہے۔ آٹھویں رسالہ امام صاحب کے رسالہ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ پر ریویو ہے جس میں اس امر کی بحث کی گئی ہے کہ کن باتوں سے تکفیر ہو سکتی ہے اور کن باتوں سے نہیں قیمت ۸ر

تحریر فی اصول التفسیر

اس کتاب میں جناب محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب نے سرسید مرحوم کی خط و کتابت بابت تفسیر قرآن جو سید احمد خان سے ہے نواب صاحب کو جس جگہ شبہ ہوا ہے انہوں نے بلا خوف جہاں سمجھا اعتراض کئے ہیں سرسید نے بھی تسلی کے لئے جواب لکھے ہیں۔ انہوں نے پھر جواب در جواب لکھا ہے غرضکہ عجیب دلچسپ سلسلہ بحث ہے اس کے ساتھ سرسید احمد خان نے مقاصد تفسیر لکھ دئیے ہیں جس شخص نے سرسید کی تفسیر پڑھی ہے اُس کا فرض ہے کہ اس رسالہ کو ضرور مطالعہ کرے تاکہ تفسیر جن اصولوں پر ہے معلوم ہو جائے قیمت ۵ر

الدعاء والاستجابۃ

اس رسالہ میں دعا اور اُس کے مقبول ہونے کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور قرآن شریف سے تمام آیتیں یکجا جمع کر دی گئی ہیں اور نہایت محققانہ بحث ہے قیمت ۲ر

ترقیم فی قصہ اصحاب الکہف والرقیم

اس رسالہ میں اصحاب کہف کے قصہ پر جو قرآن مجید میں ہے نہایت متانت اور سنجیدگی سے محققانہ بحث کی گئی ہے قیمت ۵ر

المشتہر

فضل الدین ککے زئی تاجر کتب قومی مالک اخبار اشاعت کشمیری بازار۔ لاہور